تاریخ اور شہریت

آٹھویں جماعت

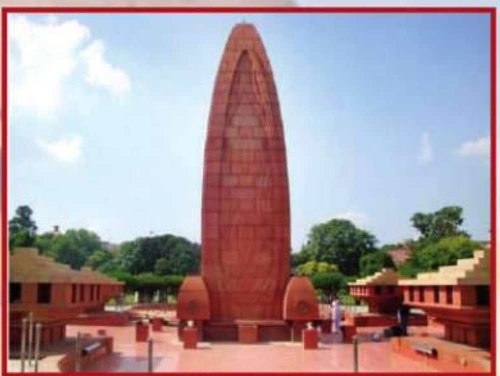

سرکاری فیصلہ نمبر : ابھیاس-۲۱۱۶/ (پر۔نمبر ۱۶/۴۳) ایس ڈی-۴ مورّخہ ۲۵؍اپریل ۲۰۱۶ء
کے مطابق قائم کردہ رابطہ کار کمیٹی کی ۲۹؍دسمبر ۲۰۱۷ء کو منعقدہ نشست میں اس کتاب کو
تعلیمی سال ۱۹-۲۰۱۸ء سے درسی کتاب کے طور پر منظوری دی گئی۔

تاریخ اور شہریت

آٹھویں جماعت

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ۔

A1QB2V

اپنے اسمارٹ فون میں انسٹال کردہ Diksha App کے توسط سے درسی کتاب
کے پہلے صفحے پر درج Q.R. code اسکین کرنے سے ڈیجیٹل درسی کتاب اور ہر
سبق میں درج Q.R. code کے ذریعے متعلقہ سبق کی درس و تدریس کے لیے
مفید سمعی و بصری وسائل دستیاب ہوں گے۔

پہلا ایڈیشن : 2018

© مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ-۴۱۱۰۰۴

اس کتاب کے جملہ حقوق مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ کے حق میں محفوظ ہیں۔ کتاب کا کوئی بھی حصہ ڈائرکٹر، مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہیں کیا جاسکتا۔

مضمون تاریخ کمیٹی :

- ڈاکٹر سدانند مورے، صدر
- شری موہن شیٹے، رکن
- شری پانڈورنگ بلکوڑے، رکن
- ڈاکٹر شبھانگنا اَترے، رکن
- ڈاکٹر سومناتھ روڑے، رکن
- شری باپو صاحب شندے، رکن
- شری بال کرشن چوپڑے، رکن
- شری پرشانت سرؤڈکر، رکن
- شری موگل جادھو، رکن - رکن سکریٹری

مضمون شہریت کمیٹی :

- ڈاکٹر شری کانت پرانجپے، صدر
- پروفیسر سادھنا کلکرنی، رکن
- ڈاکٹر پرکاش پوار، رکن
- ڈاکٹر موہن کاشیکر، رکن
- پروفیسر اجنکیہ گائیکواڈ، رکن
- شری وَیجناتھ کالے، رکن
- پروفیسر سنگیتا اہیر، رکن
- شری موگل جادھو، رکن - سکریٹری

مدعوئین :

- ڈاکٹر سومناتھ روڑے
- ڈاکٹر گنیش راؤت

مضمون تاریخ اور شہریت کا اسٹڈی گروپ :

- شری راہل پربھو
- شری سنجے وزریکر
- شری سبھاش راٹھوڑ
- شریمتی سنیتا دلوی
- پروفیسر شیوانی لیمے
- شری بھاؤ صاحب اُماٹے
- ڈاکٹر ناگناتھ ایولے
- شری سدانند ڈونگرے
- شری رویندر پاٹل
- شریمتی روپالی گرکر
- ڈاکٹر میناکشی اُپادھیائے
- ڈاکٹر راؤ صاحب شیلکے
- ڈاکٹر ستیش چاپلے
- شری وِشال کلکرنی
- پروفیسر شیکھر پاٹل
- شری رام داس ٹھاکر
- ڈاکٹر اجیت آپٹے
- ڈاکٹر موہن کھڑسے
- شریمتی شیو کنیا کدریکر
- شری گوتم ڈانگے
- ڈاکٹر وینکٹیش کھرات
- شری رویندر جندے
- ڈاکٹر پربھاکر لونڈھے
- ڈاکٹر مانجری بھالے راؤ
- پروفیسر ششی نکھوجکر

مصنّفین :

- شری راہل پربھو
- شری پرشانت سروڈکر
- شری سنجے وجریکر
- شری بھاؤ صاحب اماٹے
- پروفیسر شیوانی لیمے
- پروفیسر سادھنا کلکرنی

مترجمین :

- ڈاکٹر غلام نبی مومن
- جناب وجاہت عبدالستار
- جناب خان عاقب حسنین محمد شہباز خان

رابطہ کار مراٹھی :

- شری موگل جادھو، اسپیشل آفیسر، تاریخ وشہریت، بال بھارتی، پونہ
- شریمتی ورشا سرودے، سبجیکٹ اسسٹنٹ، تاریخ وشہریت

Co-ordinator (Urdu)

Khan Navedul Haque Inamul Haque,
Special Officer for Urdu,
M.S. Bureau of Textbooks, Balbharati

Urdu D.T.P. & Layout

Asif Nisar Sayyed, Yusra Graphics,
305, Somwar Peth, Pune-11.

Cover & Designing

Mr. Dilip Kadam

Cartographer

Shri Ravikiran Jadhav

Production

Shri Sachchitanand Aphale,
Chief Production Officer
Shri Prabhakar Parab, Production Officer
Shri Shashank Kanikdale,
Assistant Production Officer

Paper : 70 GSM Creamvowe

Print Order : N/PB/2018-19/25,000

Printer : M/s. SOHAIL ENTERPRISES, THANE

Publisher

Shri Vivek Uttam Gosavi
Controller,
M.S. Bureau of Textbook Production,
Prabhadevi, Mumbai - 25.

بھارت کا آئین

تمہید

ہم بھارت کے عوام متانت وسنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو
ایک **مقتدر سماج وادی غیر مذہبی عوامی جمہوریہ** بنائیں
اور اس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں :
انصاف، سماجی ، معاشی اور سیاسی ؛
آزادی خیال، اظہار ، عقیدہ ، دین اور عبادت ؛
مساوات بہ اعتبارِ حیثیت اور موقع ،
اور ان سب میں
اُخوّت کو ترقّی دیں جس سے فرد کی عظمت اور **قوم کے اتّحاد اور سالمیت** کا تیقّن ہو؛
اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبّیس نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ آئین ذریعۂ ہٰذا اختیار کرتے ہیں،
وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

راشٹر گیت

جَنَ گَنَ مَنَ - اَدِھ نایَک جَیَہ ہے
بھارَتَ - بھاگیَہ وِدَھاتا۔
پَنجاب ، سِندھ ، گُجرات ، مَراٹھا
دراوِڑ ، اُتکَل ، بَنگ ،
وِندھیہ ، ہِماچَل ، یَمُنا ، گنگا،
اُچھَل جَل دِھ تَرَنگ ،
تَو شُبھَ نامے جاگے ، تَو شُبھ آ شِس ماگے ،
گاہے تَو جَیَہ گاتھا ،
جَنَ گَنَ منگل دَایَک جَیَہ ہے ،
بھارَتَ - بھاگیَہ وِدھاتا۔
جَیَہ ہے ، جَیَہ ہے ، جَیَہ ہے ،
جَیَہ جَیَہ جَیَہ ، جَیَہ ہے۔

عہد

بھارت میرا ملک ہے۔ سب بھارتی میرے بھائی اور بہنیں ہیں۔

مجھے اپنے وطن سے پیار ہے اور مَیں اس کے عظیم و گونا گوں وِرثے پر فخر محسوس کرتا ہوں۔ مَیں ہمیشہ اِس ورثے کے قابل بننے کی کوشش کروں گا۔

میں اپنے والدین، استادوں اور بزرگوں کی عزّت کروں گا اور ہر ایک سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کروں گا۔

میں اپنے ملک اور اپنے لوگوں کے لیے خود کو وقف کرنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اُن کی بہتری اور خوش حالی ہی میں میری خوشی ہے۔

پیش لفظ

عزیز طلبہ!

آپ نے تیسری سے پانچویں جماعت تک مضمون تاریخ وشہریت 'ماحولیات کا مطالعہ - حصہ اوّل' اور 'ماحولیات کا مطالعہ - حصہ دوم' کے عنوانات کے تحت پڑھا ہے۔ چھٹی جماعت سے تاریخ اور شہریت کو نصاب میں آزادانہ مضمون کی حیثیت دی گئی ہے۔ چھٹی جماعت سے ان دونوں مضامین کو ایک ہی کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ آٹھویں جماعت کی کتاب پیش کرتے ہوئے ہمیں بڑی مسرت ہو رہی ہے۔

ہم نے اس کتاب کو اس مقصد کے تحت تیار کیا ہے کہ آپ اس مضمون کو صحیح طور پر سمجھ سکیں، یہ آپ کو پُر لطف محسوس ہو اور آپ کو اپنے اسلاف کے کارناموں سے تحریک حاصل ہو سکے۔ ہماری خواہش ہے کہ اس کتاب کے ذریعے آپ کو علم کے ساتھ ساتھ مسرت بھی حاصل ہو جس کے لیے کتاب میں رنگین تصویریں اور نقشے بھی دیے گئے ہیں۔ درسی کتاب کے ہر سبق کا بغور مطالعہ کیجیے۔ سبق کا جو حصہ آپ کی سمجھ میں نہ آئے اس کے بارے میں اپنے استاد یا سرپرست سے دریافت کر کے سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ چوکونوں میں دیا ہوا مواد آپ کے علم میں اضافہ ہی کرے گا۔ اگر آپ تاریخ کو ایک دلچسپ مضمون سمجھ کر پڑھیں گے تو یقیناً آپ اس مضمون کو پسند کرنے لگیں گے۔

حصۂ تاریخ میں 'جدید بھارت کی تاریخ' دی ہوئی ہے۔ تاریخ کے نئے نظریے، تعلیم کے قومی بنیادی اُصولوں اور اکتسابی ماحصل کے امتزاج سے یہ کتاب تحریر کی گئی ہے۔ درسی کتاب کے مطالعے سے واضح ہوگا کہ جدید بھارت کی تاریخ میں آزادی، مساوات، اخوت اور انصاف کے اُصولوں کا ارتقا کس طرح ہوا۔ کتاب میں جدید بھارت کی تاریخ کے ماخذ سے متعارف کرایا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ اس امر کا جائزہ بھی لیا گیا ہے کہ بھارت میں انگریزوں کا اقتدار کس طرح وسیع ہوتا گیا۔ انگریز حکومت کے شکنجے سے بھارت کو آزاد کرانے کے لیے عوام کی ناقابلِ فراموش جنگ، ان کے ایثار کی معلومات بھی دی گئی ہے۔

'شہریت' کے حصے میں پارلیمانی طرزِ حکومت کا تعارف کرایا گیا ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ ہمارے ملک کا کام کاج دستور، قوانین اور اُصولوں کے مطابق چلتا ہے۔ کتاب میں بھارت کی پارلیمنٹ، مرکزی مجلسِ عاملہ، بھارت کا عدالتی نظام، ریاستی حکومتوں کا کام کاج، نوکر شاہی کی ساخت اور سماج کو جمہوریانے کے عمل میں ان سب کے کردار کو واضح کیا گیا ہے۔

(ڈاکٹر سنیل مگر)
ڈائرکٹر
مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و
ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ

پونہ۔
تاریخ: ۱۸/اپریل ۲۰۱۸ء، اکشے ترتیہ
بھارتی سَور : ۲۸/چیتر ۱۹۴۰

اساتذہ کے لیے

ہم نے چھٹی اور ساتویں جماعت میں بالترتیب عہدِ قدیم اور عہدِ وسطیٰ کے بھارت کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے۔ آٹھویں جماعت کی تاریخ میں بھارت میں نوآبادیات کے قیام اور اس کے خاتمے کے عمل نیز آزادی کے بعد کے زمانے میں متحدہ مہاراشٹر کی تحریک شامل ہے۔ جنگِ آزادی کی فکری تحریک، بھارت میں قومیت کے آغاز وارتقا اور مجاہدینِ آزادی کی خدمات کا مطالعہ کرنے کی وجہ سے طلبہ میں قومی ذمے داری کا احساس پیدا ہوگا اور ان کے قومی افتخار میں اضافہ ہوگا۔

تاریخ ایک علمی مضمون ہے جس میں تاریخ کے ماخذات کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ ان کی عہد بہ عہد بدلتی ہوئی نوعیت کے پیش نظر پہلے باب میں ان کے مطالعے کو شامل کیا گیا ہے۔ یورپ میں دورِ نشاۃ الثانیہ اور دورِ انقلاب کی وجہ سے سامراجیت کی توسیع ہوئی اور برِّاعظم ایشیا اور افریقہ میں نوآبادیات کے قیام میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ بھارت مغربی سامراجیت کا کس طرح شکار ہوا، انگریز حکومت کے بھارت پر کون سے اثرات ہوئے، آگے چل کر بھارتیوں کی غیرت بیدار ہونے پر آزادی کی تحریک کس طرح شروع ہوئی، یہاں ان سارے امور پر غور وخوض کیا جائے گا۔

بھارت کی جنگِ آزادی کی تدریس کرتے ہوئے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی، انڈین نیشنل کانگریس کا قیام، اعتدال پسندوں اور انتہا پسندوں کے دور میں نیشنل کانگریس کی سرگرمیاں، گاندھی جی کے دور میں ستیہ گرہ کی تحریک، مسلح انقلابی تحریک، آزاد ہند فوج کی جدو جہد، بھارت کا آزادی حاصل کرنا، دیسی ریاستوں کا بھارت میں انضمام، فرانسیسی اور پرتگالی نوآبادیات کی آزادی جیسے واقعات کی معلومات طلبہ کو سمعی و بصری وسائل (فلم، معلوماتی فلم، ڈاکیومینٹری، آڈیوٹیپ وغیرہ)، علاقائی سیر، نمائش، ذخائر اور اخبارات کے ذریعے فراہم کی جاسکتی ہے۔

سیاسی واقعات اور تبدیلیوں پر غور کرتے ہوئے طلبہ کو بتایا جاسکے گا کہ بھارت کے سماجی ومعاشی شعبے میں کس طرح تبدیلیاں واقع ہوئیں اور بھارتیوں کے ذہن میں سماجی وسیاسی مساوات کا خیال کس طرح پیدا ہوا۔ بھارت کی تاریخ کے پس منظر کا مطالعہ کرتے ہوئے ریاست مہاراشٹر کی تشکیل کے واقعے اور متحدہ مہاراشٹر تحریک پر بھی غور کیا جائے گا۔

ساتویں جماعت کے علم شہریت کے حصے میں ہم نے اس کے ان افکار ونظریات اور اقدار کا مطالعہ کیا ہے جن کا اظہار دستور سے ہوتا ہے۔ آٹھویں جماعت کے علم شہریت کے حصے میں دستور کے وضع کردہ طرزِ حکومت، انتظامیہ (عاملہ)، انصاف رسانی کی مشینری (عدالتی نظام) اور اس کے طریقِ کار پر غور کیا گیا ہے۔ یعنی مذکورہ مواد کی تدریس معاصر واقعات کی مدد سے کی جائے اور انھیں دستور کے افکار ونظریات، اقدار اور اُصولوں سے مربوط کیا جائے۔

طلبہ کو اس حقیقت سے روشناس کرایا جائے کہ دستور ایک متحرک دستاویز ہے جس کے ذریعے جمہوریت اور قانون کی حکمرانی عملی شکل اختیار کرتی ہے۔ اس طرح طلبہ کے سماجی ومعاشی شعور کے مزید پختہ ہونے میں مدد ہوگی۔ طلبہ کے لیے جمہوری اداروں اور ان کی مختلف سیاسی سرگرمیوں کا تعلق معلوم کرنا ممکن ہوجائے گا۔ درسی کتاب میں دیے ہوئے مواد کی مدد سے بحث وتمحیص، گروہی مباحثہ، پروجیکٹ، دیوار یے، ایک ہی موضوع کی مدد سے کئی سیاسی پہلوؤں کو سمجھنے جیسی سرگرمیاں طلبہ سے کروائی جاسکتی ہیں۔

درسی کتاب تیار کرتے وقت تشکیلِ علم کے نظریے پر مبنی تعلیم اور عمل مرکوز تدریس کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ اس وجہ سے سبق کے متن سے متعلق اضافی اور دلچسپ معلومات چوکون میں دی ہوئی ہے جن کے مطالعے سے طلبہ کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔ اسی کے ساتھ 'آیئے، بحث کریں، عمل کیجیے' سرگرمیوں کے ذریعے طلبہ کے آموزشی عمل کو فعال بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ طلبہ میں کارکردگی کی صلاحیت ان کی قوتِ متخیّلہ اور اظہارِ رائے کی صلاحیت میں اضافے کے نقطۂ نظر سے مشق اور سرگرمیاں ترتیب دی ہوئی ہیں۔ ہر سبق کے موضوع سے متعلق اضافی معلومات فراہم کرنے کے لیے درسی کتاب میں QR Code شامل کیا گیا ہے۔ اس کا استعمال کرکے آپ اپنی تدریس کو مؤثر بنا سکتے ہیں۔

تاریخ

(جدید بھارت کی تاریخ)

فہرست

نمبر شمار	سبق کا نام	صفحہ نمبر
۱۔	تاریخ کے ماخذ	۱
۲۔	یورپ اور بھارت	۵
۳۔	برطانوی حکومت کے اثرات	۱۰
۴۔	۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی	۱۵
۵۔	سماجی اور مذہبی بیداری	۲۱
۶۔	تحریکِ آزادی کے دور کا آغاز	۲۵
۷۔	تحریک عدم تعاون	۳۱
۸۔	سِول نافرمانی کی تحریک	۳۶
۹۔	جنگِ آزادی کا آخری دَور	۴۰
۱۰۔	مسلح انقلابی تحریکیں	۴۵
۱۱۔	مساوات کی جنگ	۵۰
۱۲۔	آزادی کا حصول	۵۶
۱۳۔	جنگِ آزادی کا اختتام	۵۹
۱۴۔	ریاستِ مہاراشٹر کا قیام	۶۲

S.O.I. Note : The following foot notes are applicable : (1) © Government of India, Copyright : 2018. (2) The responsibility for the correctness of internal details rests with the publisher. (3) The territorial waters of India extend into the sea to a distance of twelve nautical miles measured from the appropriate base line. (4) The administrative headquarters of Chandigarh, Haryana and Punjab are at Chandigarh. (5) The interstate boundaries amongst Arunachal Pradesh, Assam and Meghalaya shown on this map are as interpreted from the "North-Eastern Areas (Reorganisation) Act. 1971," but have yet to be verified. (6) The external boundaries and coastlines of India agree with the Record/Master Copy certified by Survey of India. (7) The state boundaries between Uttarakhand & Uttar Pradesh, Bihar & Jharkhand and Chattisgarh & Madhya Pradesh have not been verified by the Governments concerned. (8) The spellings of names in this map, have been taken from various sources.

آموزشی ماحصل

درس میں تجویز کردہ تعلیمی عمل

طالب علم کو انفرادی طور پر/ جوڑی میں/گروہ میں مواقع فراہم کرنا اور انھیں درج ذیل امور کی ترغیب دینا -

- برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کو ہندوستانی حکمرانوں کے خاندانی جھگڑوں میں مداخلت کرنا کیوں ضروری محسوس ہوا؛ اس طرح کے مختلف امور اور واقعات پر سوال پوچھنا۔
- نوآبادیاتی انتظامی مراکز اور بھارت کی جنگِ آزادی کے اہم مقامات جیسے تاریخی اہمیت کے حامل مقامات کی سیر کرنا۔
- گاندھی جی کا اہنسا کا نظریہ اور اس کا بھارت کی آزادی/قومی تحریک پر اثر۔
- بھارتی تحریک آزادی کے اہم واقعات کو ظاہر کرنے والا زمانی خط۔
- چوری چورا واقعے پر مبنی ڈراما کی پیش کش۔
- بھارت کے نقشے میں 'نوآبادیاتی دور میں نقدی فصلیں اُگانے کی وجہ سے برباد ہونے والے علاقے' دِکھانا، اس طرح کے پروجیکٹ/ عملی کام/ سرگرمی کا انعقاد کرنا۔
- ملکی اور انگریزی تحریریں، سوانح حیات، سوانح، ناول، تصاویر، فوٹو، ہم عصر ادب، دستاویزات، اخبارات کے مضامین، ذخیرۂ معلومات، فلمیں اور جدید ادب؛ اس طرح کے وسائل اُس زمانے کی مختلف تحریکوں کی تاریخ سمجھنے اور تشکیلِ نو کے لیے استعمال کرنا۔
- خود قدر پیمائی کے لیے تدریس تحقیقی وتخلیقی اور تجزیاتی سوالات کی (مثلاً پلاسی کی جنگ کی وجوہات کیا تھیں؟) پہچان کرانا۔

آموزشی ماحصل

طالب علم -

- تاریخ کے مختلف ماخذ کو پہچانتا ہے اور موجودہ دور میں از سر نو تاریخ نویسی میں ان کے استعمال کی وضاحت کرتا ہے۔
- مختلف ذرائع، مختلف علاقوں کے لیے استعمال کے گئے ناموں کی فہرست اور ان زمانوں میں وقوع ہونے والے تاریخی واقعات کی بنیاد پر 'جدید عہد'، 'عہدِ وسطیٰ' اور 'قدیم عہد' میں موجود فرق واضح کرسکتا ہے۔
- برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کس طرح ایک طاقتور حکومت بن گئی اس بات کی وضاحت کرتا ہے۔
- مختلف علاقوں میں زراعت کی برطانوی پالیسیوں کے فرق کو واضح کرتا ہے۔ مثلاً نیل کی بغاوت۔
- اُنیسویں صدی میں ادی واسی سماج کی ساخت اور ماحول کے تعلق کو بیان کرتا ہے۔
- ادی واسی سماج سے متعلق برطانوی حکومت کی انتظامی پالیسیوں کی وضاحت کرتا ہے۔
- ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ابتدا، نوعیت اور وسعت اور اس سے حاصل ہونے والے سبق کو بیان کرتا ہے۔
- برطانوی سامراج میں قدیم، شہری اور تجارتی مراکز اور دستکاری پر مبنی صنعتوں کا زوال اور نئے شہری تجارتی مراکز اور صنعتوں کے عروج کا تجزیہ کرتا ہے۔
- بھارت میں نئے تعلیمی نظام کے اداروں کی بنیاد کس طرح پڑی، اس کی وضاحت کرتا ہے۔
- ذات پات کا نظام، خواتین کا مقام، بیواؤں کی دوبارہ شادی، بچپن کی شادی، سماجی اصلاح اور ان مسائل سے متعلق انگریزوں کی پالیسیوں اور قوانین کا تجزیہ کرتا ہے۔
- فنونِ لطیفہ سے متعلق جدید زمانے میں ہوئی اہم تبدیلیوں کا خاکہ بیان کرتا ہے۔
- ۱۸۷۰ء سے آزادی تک کے بھارتی قومی تحریک کے سفر کا جائزہ لیتا ہے۔
- قومی تعمیر کے عمل میں خصوصی عوامل کا تجزیہ کرتا ہے۔

۱۔ تاریخ کے ماخذ

ہم قدیم بھارت اور عہدِ وسطیٰ کے بھارت کی تاریخ کے ماخذوں کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ اس سال ہم جدید بھارت کی تاریخ کے ماخذوں کا مطالعہ کریں گے۔ تاریخ کے ماخذوں میں طبعی، تحریری اور زبانی ماخذ شامل ہیں۔ اسی طرح جدید ٹکنالوجی پر مبنی سمعی، بصری اور سمعی و بصری ماخذ بھی شامل ہیں۔

طبعی ماخذ : تاریخ کے طبعی ماخذ میں مختلف اشیا، عمارتوں، سکوں، مجسّموں، مہروں وغیرہ کو شامل کر سکتے ہیں۔

عمارتیں اور تعمیرات : جدید بھارت کی تاریخ کا عہد یورپی بالخصوص برطانوی حکومت اور دیسی ریاستوں کا دور تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس دور میں مختلف عمارتیں، پل، سڑکیں، پانی کی سبیلیں، فوارے وغیرہ تعمیر کیے گئے۔ ان عمارتوں میں انتظامی دفاتر، افسران، رہنماؤں اور انقلابیوں کی رہائش گاہیں، دیسی ریاستوں کے حکمرانوں کے محلات (رجواڑے)، قلعے، جیل جیسی عمارتیں شامل ہیں۔ ان تعمیرات میں سے کئی عمارتیں آج بھی اچھی حالت میں نظر آتی ہیں۔ بعض عمارتوں کو قومی یادگار قرار دیا گیا ہے جبکہ کچھ عمارتوں کو عجائب گھر بنا دیا گیا ہے۔ مثلاً اندمان میں سیلولر جیل۔

ان تعمیرات کو دیکھنے کے بعد ہمیں اس دور کی تاریخ، فنِ تعمیر، عمارت کی نوعیت سے اس زمانے کی معاشی خوشحالی کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہے۔ جیسے اندمان کی سیلولر جیل کی سیر کرنے پر سواتنتر ویر ساورکر کے انقلابی کاموں، ممبئی کے منی بھون یا وردھا میں سیوا گرام آشرم دیکھنے پر مہاتما گاندھی کے دور کی تاریخ معلوم ہوتی ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

عجائب گھر اور تاریخ : عجائب گھروں میں مختلف اشیا، تصاویر، فوٹو وغیرہ محفوظ رکھے جاتے ہیں جن سے تاریخ کا مطالعہ کرنے میں مدد ملتی ہے۔ پونہ کے آغا خان پیلس میں گاندھی میموریل میوزیم میں مہاتما گاندھی کے استعمال کی گئی چیزیں اور کاغذات دیکھنے کو ملتے ہیں۔

آغا خان پیلس، پونہ

مجسّمے اور یادگاریں : آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد کے عہد میں کئی شخصیات کی یادگاریں مجسّمے کی شکل میں قائم کی گئی ہیں۔ یہ مجسّمے بھی جدید بھارت کی تاریخ کے مطالعے کے نقطۂ نظر سے اہمیت کے حامل ہیں۔ مختلف مجسّموں کے ذریعے اس زمانے کے حکمرانوں اور سماج کے محترم افراد کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہے۔ جس شخص کا مجسمہ ہے اس کا پورا نام، ولادت اور وفات کی تاریخ، اس کے کاموں کا مختصر احوال، حالاتِ زندگی کی معلومات ایک تختی پر تحریر ہوتی ہے۔ مہاتما جیوتی راؤ پھلے، لوکمانیہ تلک، ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر کے مجسّموں کی طرح مختلف واقعات کی یاد میں تعمیر کی گئی یادگاریں بھی متعلقہ واقعہ، واقعے کا

زمانہ، اس واقعے سے جڑے ہوئے افراد وغیرہ کی معلومات فراہم کرتی ہیں۔ مثلاً مختلف مقامات پر شہیدوں کی یادگاریں۔

عمل کیجیے۔

آپ کے قرب و جوار میں موجود یادگاروں اور مجسّموں کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے۔ اس واقعے یا شخص کے بارے میں جو معلومات حاصل ہو، اس کا اندراج کیجیے۔

تحریری ماخذ : جدید بھارت کی تاریخ کے تحریری ماخذ میں درج ذیل وسائل شامل ہیں۔

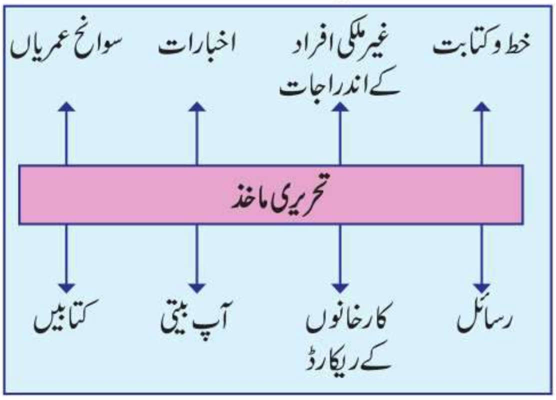

اخبارات و رسائل : اخبارات سے عصری واقعات سے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ واقعے کا جامع تجزیہ، محترم شخصیات کی موافق و مخالف رائے، اداریے شائع ہوتے ہیں۔ ہمیں ان کے ذریعے اس زمانے کی سیاسی، سماجی، معاشی اور تہذیبی تبدیلیوں کی معلومات حاصل ہوتی ہے۔ آزادی سے قبل کے دور میں گیانودَے، گیان پرکاش، کیسری، دین بندھو، امرت بازار پتریکا جیسے اخبارات عوامی بیداری کے اہم ذرائع تھے۔ ان اخبارات کے ذریعے ہم برطانوی حکومت کی بھارت سے متعلق پالیسیوں اور ان کے بھارت پر ہونے والے اثرات کا مطالعہ کرسکتے ہیں۔ برطانوی دور میں اخبارات صرف سیاسی نہیں بلکہ سماجی بیداری کے وسیلے کے طور پر بھی کام کررہے تھے۔

وشنو شاستری چپلونکر کے ماہنامے 'نبندھ مالا' اور لوک ہت وادی عرف گوپال ہری دیشمکھ نے 'پربھاکر' نامی ہفت روزے میں لکھے گئے 'سو خطوط' کے ذریعے مختلف سماجی اور تہذیبی موضوعات پر اظہارِ خیال کیا ہے۔

آیئے، جان لیں...

ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر اور اخبارات : ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر نے جنوری ۱۹۲۰ء میں 'مؤک نائک' نامی پندرہ روزہ شروع کیا لیکن انھیں اعلیٰ تعلیم کے لیے برطانیہ جانا پڑا جس کی وجہ سے وہ اس اخبار کو اپنے ساتھیوں کے سپرد کرگئے۔ ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر نے اپریل ۱۹۲۷ء میں 'بہشکرت بھارت' نامی اخبار شروع کیا۔ انھوں نے عام لوگوں کو بیدار کرنے اور منظّم کرنے کے لیے اس اخبار میں مضامین لکھے۔ اس کے علاوہ انھوں نے 'جنتا' اور 'پربدھ بھارت' نامی مزید دو اخبار جاری کیے۔

نقشے اور خاکے : نقشوں کو بھی تاریخ کا اہم ماخذ تسلیم کیا جاتا ہے۔ نقشوں کی وجہ سے ہم شہروں یا کسی مخصوص مقام کی تبدیل ہوتی نوعیت کا مطالعہ کرسکتے ہیں۔ برطانوی دور میں قائم شدہ ایک آزاد محکمہ 'سروے آف انڈیا' نے بھارت، بھارت کے مختلف صوبوں اور شہروں کا سائنٹفک طریقے سے جائزہ لے کر نقشے تیار کیے ہیں۔ نقشوں کی طرح ماہرِ تعمیرات (آرکیٹیکٹ) کے تیار کردہ خاکے بھی فنِ عمارت سازی نیز کسی حصے کی ترقی کے

مراحل کو سمجھنے کے نقطۂ نظر سے اہمیت رکھتے ہیں۔ مثلاً ممبئی پورٹ ٹرسٹ کے پاس ممبئی بندرگاہ کے پہلے پہل تیار کردہ خاکے ہیں۔ آگے چل کر بندرگاہ کو ترقی دینے کے لیے ماہرِ تعمیرات اور انجینئروں کے تیار کردہ خاکوں کی مدد سے ممبئی شہر کی ترقی کی معلومات حاصل ہوسکتی ہے۔

زبانی ماخذ : جدید بھارت کی تاریخ کے زبانی ماخذوں میں درج ذیل وسائل شامل ہیں۔

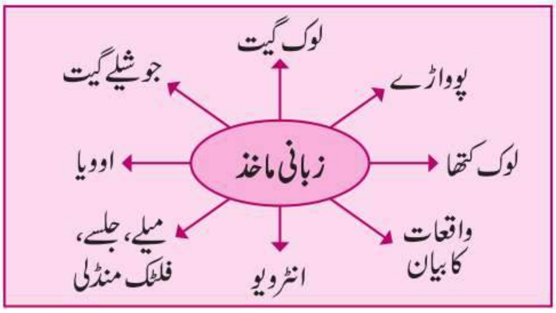

جوشیلے گیت : تحریکِ آزادی کے دور میں کئی جوشیلے گیت لکھے گئے۔ ان میں سے کئی گیت آج تحریری شکل میں موجود ہیں لیکن کئی غیر مطبوعہ جوشیلے گیت مجاہدینِ آزادی کو زبانی یاد ہیں۔ ان جوشیلے گیتوں سے آزادی سے قبل کے حالات اور آزادی کی تحریک کے پس پشت ترغیب کی معلومات حاصل ہوتی ہے۔

پوواڑے : پوواڑے کے ذریعے تاریخی واقعات نیز کسی فرد کے کاموں کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہے۔ برطانوی دور میں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی، مختلف انقلابیوں کے دلیرانہ کارناموں پر مبنی پوواڑے لکھے گئے۔ لوگوں میں تحریک اور حوصلہ بیدار کرنے کے لیے ان پوواڑوں کا استعمال کیا جاتا تھا۔ جنگِ آزادی کی طرح ستیہ شودھک سماج نے پوواڑوں کے ذریعے پچھڑے طبقے میں بیداری پیدا کرنے، متحدہ مہاراشٹر کی جدوجہد جیسے واقعات پر مبنی پوواڑے لکھے ہیں۔

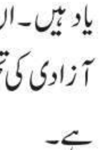

عمل کیجیے۔

بھارت کی آزادی کی تحریک کے زمانے سے متعلق جوشیلے گیتوں اور پوواڑوں کو جمع کرکے انھیں پیش کیجیے۔

سمعی، بصری اور سمعی و بصری ماخذ : جدید عہد میں ٹکنالوجی کی ترقی کی وجہ سے فوٹوگرافی، آواز کی ریکارڈنگ، فلم وغیرہ فنون کا ارتقا ہوا۔ اس سے تیار ہونے والے فوٹو، ریکارڈس، فلم کا استعمال تاریخ کے ماخذ کے طور پر کیا جاتا ہے۔

فوٹو : فوٹو جدید بھارت کی تاریخ کا بصری ماخذ ہے۔ فوٹوگرافی کے فن کی ایجاد کے بعد مختلف افراد، واقعات نیز اشیا اور عمارتوں کے فوٹو اُتارے جانے لگے۔ فوٹو کے ذریعے فرد اور واقعہ جیسا تھا یا وقوع پذیر ہوا، اس کے منظر کی صورت میں معلومات حاصل ہوتی ہے۔ عہدِ وسطیٰ میں انسان کیسا دِکھائی دیتا تھا یا واقعہ کس طرح رونما ہوا، ان کی تصویریں دستیاب ہیں لیکن ان تصویروں کے قابلِ اعتبار ہونے پر سوال اُٹھائے جاتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں فوٹو نہایت قابلِ اعتبار تسلیم کیے جاتے ہیں۔ انسان کے فوٹو سے پتا چلتا ہے کہ وہ کیسا دِکھائی دیتا تھا اور اس کا پہناوا کیسا تھا۔ کسی واقعے کے فوٹو سے وہ واقعہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اسی طرح عمارتوں یا اشیا کے فوٹو سے اس کی شکل وصورت سمجھ میں آتی ہے۔

ریکارڈس : فوٹوگرافی کے فن کی طرح آواز کو ریکارڈ کرنے کے آلات کی ایجاد بھی اہم ہے۔ ریکارڈس تاریخ کے سمعی ماخذ ہیں۔ موجودہ عہد کے لیڈروں یا اہم افراد کی تقریریں، گیت ریکارڈ کی شکل میں دستیاب ہیں۔ ان کا استعمال تاریخ کے ماخذ کے طور پر کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً خود رابندر ناتھ ٹیگور کا گایا ہوا راشٹر گیت 'جن گن من' یا سبھاش چندر بوس کی تقریر کا استعمال جدید بھارت کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے لیے سمعی ماخذ کے طور پر کر سکتے ہیں۔

فلم : فلم کو جدید ٹکنالوجی کی غیر معمولی ایجاد تسلیم کیا جاتا ہے۔ بیسویں صدی میں فلم کی تکنیک میں بڑے پیمانے پر ترقی ہوئی۔ دادا صاحب پھالکے نے ۱۹۱۳ء میں بھارت کی فلمی دنیا کا آغاز کیا۔ بھارت کی جنگِ آزادی کے تاریخی واقعات جیسے ڈانڈی یاترا، نمک کا ستیہ گرہ، بھارت چھوڑو تحریک کے کیسٹ دستیاب ہیں۔ ان کیسٹوں کی وجہ سے وقوع پذیر واقعہ ہمیں جوں کا توں دیکھنے کو ملتا ہے۔

قدیم اور عہدِ وسطیٰ کے مقابلے میں جدید بھارت کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے لیے بڑی تعداد میں اور مختلف قسم کے ماخذ دستیاب ہیں۔ اس زمانے کے طبعی (ماڈّے) ماخذ بڑی حد تک اچھی حالت میں ہیں۔ محافظ خانے (آرکائیوز) میں حفاظت سے رکھے ہوئے کئی تحریری ماخذ بھی موجود ہیں۔ تحریری ماخذوں کو استعمال کرتے ہوئے جانچ کرنا پڑتی ہے کہ اس میں مذکور خیال کن خیالات سے متاثر ہے اور ماخذ تیار کرنے والے کا کسی واقعے کو دیکھنے کا نقطۂ نظر کیا ہے۔ ایسے ماخذوں کی نگہداشت بہت ضروری ہے۔ تاریخی ماخذوں کی حفاظت کرنے کی وجہ سے ہم تاریخ کا یہ زبردست ورثہ اپنی اگلی نسل کے سپرد کرسکیں گے۔

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کرکے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

۱۔ تاریخ کے ماخذوں میں سے .... ماخذ جدید ٹکنالوجی پر مبنی ہے۔

(الف) تحریری (ب) زبانی
(ج) طبعی (د) سمعی و بصری

۲۔ پونہ کے .... میں مہاتما گاندھی میموریل میوزیم میں گاندھی جی کی تاریخ سے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہے۔

(الف) آغاخان پیلس (ب) سابرمتی آشرم
(ج) سیلولر جیل (د) لکشمی وِلاس پیلس

۳۔ بیسویں صدی میں جدید ٹکنالوجی کی غیر معمولی ایجاد .... ہے۔

(الف) پوواڑا (ب) تصاویر
(ج) انٹرویو (د) فلم

(۲) درج ذیل بیانات وجوہات کے ساتھ واضح کیجیے۔

۱۔ برطانوی دور میں اخبارات سماجی بیداری کے وسائل کی حیثیت سے بھی کام کررہے تھے۔

۲۔ فوٹو کو جدید بھارت کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے لیے نہایت قابلِ اعتبار ماخذ تسلیم کیا جاتا ہے۔

(۳) نوٹ لکھیے۔

۱۔ فوٹو ۲۔ عجائب گھر اور تاریخ
۳۔ سمعی ماخذ

(۴) درج ذیل تصوراتی خاکہ مکمل کیجیے۔

سرگرمی

۱۔ انٹرنیٹ کی مدد سے بھارت کی جنگِ آزادی کے مختلف واقعات کے فوٹو جمع کیجیے۔

۲۔ جنگِ آزادی کے مشہور رہنماؤں اور ان کی سوانح عمریوں کے بارے میں معلومات حاصل کرکے ان کا مطالعہ کیجیے۔

A1Z74I

۲۔ یورپ اور بھارت

جدید دور میں یورپ میں ہونے والی تبدیلیوں کے اثرات بھارت پر مرتب ہورہے تھے۔ اس وجہ سے جدید بھارت کی تاریخ کے عہد کا مطالعہ کرتے وقت اس وقت کے یورپ میں وقوع پذیر واقعات کا مطالعہ کرنا ہوتا ہے۔

نشاۃ الثانیہ کا دور : یورپ کی تاریخ میں عہدِ وسطیٰ کے آخری مرحلے یعنی تیرھویں صدی سے سولھویں صدی میں احیائے علوم، مذہبی اصلاح کی تحریک اور جغرافیائی دریافتوں جیسے واقعات کی وجہ سے جدید دور کی بنیاد پڑی۔ اسی بنا پر اس دور کو 'نشاۃ الثانیہ کا دور' کہتے ہیں۔

نشاۃ الثانیہ کے دور میں یورپ میں فنونِ لطیفہ، فنِ تعمیر، فلسفہ وغیرہ کے شعبوں میں یونانی اور رومی روایات نے دوبارہ زندگی پائی۔ اس سے ہمہ جہت ترقی کو تحریک ملی۔ نشاۃ الثانیہ کے دور میں انسان دوستی کو فروغ حاصل ہوا۔ انسان کا دوسرے انسانوں کے تئیں زاویۂ نظر تبدیل ہوا۔ مذہب کی بجائے انسان تمام افکار و خیالات کا مرکز و محور بن گیا۔

لیونارڈو-دا-ونچی : اسے نشاۃ الثانیہ کے دور کی ہشت پہلو شخصیت مانا جاتا ہے۔ وہ سنگ تراشی، فنِ تعمیر، ریاضی، انجینئرنگ، موسیقی، فلکیات جیسے مختلف علوم و فنون میں ماہر تھے لیکن انھیں مصور کی حیثیت سے عالمی شہرت حاصل ہوئی۔ ان کی 'مونالیزا' اور 'دَلاسٹ سپر' نامی پینٹنگ لافانی ہیں۔

نشاۃ الثانیہ کی تحریک نے زندگی کے تمام شعبوں کو متاثر کیا۔ ہمیں علم، سائنس اور مختلف فنون کے شعبوں میں اس کے اثرات دِکھائی دیتے ہیں۔ نشاۃ الثانیہ کے عہد میں فنونِ لطیفہ اور ادب کے ذریعے انسانی جذبات اور احساسات کی عکاسی ہونے لگی۔ مقامی زبانوں میں ایسا ادب تخلیق ہونے لگا جسے عوام سمجھ سکیں۔ تقریباً ۱۴۵۰ء میں جرمنی کے جوہانس گیٹن برگ نے چھپائی کی مشین ایجاد کی۔ چھاپہ خانے کی ایجاد کی وجہ سے سماج میں ہر فرد تک نئے افکار، نئے تصورات اور علوم پہنچنے لگے۔

مذہبی اصلاح کی تحریک : عقل کی بنیاد پر آزادانہ طور پر غور و فکر کرنے والے مفکرین نے رومن کیتھولک چرچ کے قدیم مذہبی تصورات کی شدید مخالفت کی۔ عیسائی مذہبی پیشواؤں نے عوام کی لاعلمی کا فائدہ اُٹھا کر ان پر رسومات کا بوجھ لاد دیا تھا۔ وہ مذہب کے نام پر لوگوں کو لوٹتے تھے۔ ان کے خلاف یورپ میں جو تحریک شروع ہوئی اسے 'مذہبی اصلاح کی تحریک' کہتے ہیں۔ اس تحریک کے نتیجے میں مذہب میں انسانی آزادی اور عقلیت پسندی کو اہمیت حاصل ہوئی۔

جغرافیائی دریافتیں : ۱۴۵۳ء میں عثمانی ترکوں نے بازنطینی حکومت (مشرقی رومی سامراجیت) کا دارالخلافہ قسطنطنیہ (استنبول) فتح کرلیا۔ اس شہر سے ایشیا اور یورپ کو ملانے والا خشکی کا تجارتی راستہ گزرتا تھا۔ ترکوں نے اس راستے کو بند کردیا تو یورپی ممالک کے لیے ایشیا کی طرف جانے کے لیے نئے راستے تلاش کرنا ضروری ہوگیا۔ اسی سے جغرافیائی دریافتوں کا نیا سلسلہ شروع ہوا۔

یہ جان لیجیے۔

جغرافیائی دریافت : پندرھویں صدی میں یورپی جہاز راں بھارت کی طرف جانے والے آبی راستے تلاش کرنے کے لیے بحری سفر پر روانہ ہوئے۔

- ۱۴۸۷ء میں پرتگالی جہاز راں بارتھالومیوڈائس بھارت کی تلاش میں نکلا لیکن وہ افریقہ کے جنوبی کنارے تک یعنی کیپ آف گڈ ہوپ (راسِ اُمید) تک پہنچا۔
- ۱۴۹۲ء میں مغربی جانب جاکر بھارت کی تلاش میں کرسٹوفر کولمبس براعظم امریکہ کے مشرقی ساحل پر جا پہنچا۔
- پرتگالی جہاز راں واسکوڈی گاما افریقہ کے جنوبی سرے کا چکر لگا کر بھارت کے مغربی ساحل پر کالی کٹ کی بندرگاہ پر ۱۴۹۸ء میں پہنچا۔

عمل کیجیے۔

- دنیا کے نقشے کے خاکے میں جہاز رانوں کے دریافت کردہ نئے بحری راستے اور علاقے دکھائیے۔

یورپ میں فکری انقلاب : نشاۃ الثانیہ کے دور میں ہونے والی تبدیلیوں کی وجہ سے یورپ کی عہدِ وسطیٰ سے عہدِ جدید کی طرف پیش رفت شروع ہوئی۔ اسی زمانے میں یورپ میں فکری انقلاب آیا۔ سماج قدیم جہالت اور توہم پرستی کے دائرے سے باہر نکلنے لگا۔ مروّجہ رسم و رواج، روایات اور وقوع پذیر واقعات کو تنقیدی نقطۂ نظر سے دیکھنے لگے۔ ان ساری تبدیلیوں کو 'فکری انقلاب' کہا جاتا ہے۔ اس فکری انقلاب سے یورپ میں سائنس کے شعبے میں تحقیقی عمل کو فروغ ہوا۔

سیاسی شعبے میں انقلاب : جدید دور کے ابتدائی مرحلے میں یورپ میں کئی سیاسی تبدیلیاں ہوئیں۔ اٹھارھویں اور اُنیسویں صدی میں رونما ہونے والے کئی انقلابی واقعات کی وجہ سے اس دور کو 'عہدِ انقلاب' یعنی 'انقلاب کا دور' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس دور میں انگلینڈ میں پارلیمانی جمہوریت کی نشوونما ہوئی۔ کابینی طریقے کی نوعیت میں تبدیلی ہوئی۔ ۱۶۸۹ء کے بل آف رائٹس کے ذریعے بادشاہ کے اختیارات کو محدود کردیا گیا اور پارلیمنٹ کا اقتدار قائم ہوگیا۔

امریکہ کی جنگِ آزادی : یورپ میں ہونے والی انقلابی تبدیلیوں کے پس منظر میں امریکہ کی جنگِ آزادی پر بھی غور کرنا اہم ہے۔ براعظم امریکہ کی دریافت کے بعد یورپی ممالک اس کی جانب متوجہ ہوئے۔ سامراجی یورپی ممالک نے براعظم امریکہ کے مختلف علاقوں پر قبضہ کرکے اپنی نوآبادیات قائم کیں۔ انگلستان نے شمالی امریکہ کے مشرقی ساحلی علاقے میں تیرہ نوآبادیات قائم کیں۔ ابتدا میں انگلستان کو نوآبادیات پر برائے نام بالادستی حاصل تھی لیکن آگے چل کر انگلستان کی پارلیمنٹ نے امریکی نوآبادیات پر کڑی بندشیں اور ٹیکس عائد کرنا شروع کردیا۔ امریکی نوآبادیات کے آزادی پسند عوام نے اس کی مخالفت کی۔ انگلستان نے نوآبادیات کو دبانے کے لیے ان کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا۔ امریکی نوآبادیات نے جارج واشنگٹن کی قیادت میں فوج کو منظّم کرکے مزاحمت کی۔ آخرکار اس جنگ میں نوآبادیات کی فوج کو فتح حاصل ہوئی۔ اس واقعے کو 'امریکہ کی جنگِ آزادی' کہا جاتا ہے۔ نوآبادیات نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی بنیاد ڈالی جس نے وفاقی طرزِ حکومت اختیار کیا۔ تحریری دستور اور جمہوری نظام والا یہ پہلا ملک وجود میں آیا۔

انقلابِ فرانس : ۱۷۸۹ء میں فرانس کے باشندوں نے وہاں کی مطلق العنان بادشاہت اور جاگیردارانہ نظام کے خلاف بغاوت کردی اور عوامی جمہوریہ کی بنیاد ڈالی۔ اس واقعے کو 'انقلابِ فرانس' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ انقلابِ فرانس نے دنیا کو آزادی، مساوات اور اخوت جیسے اقدار کا تحفہ دیا۔

دنیا کی تاریخ کے سیاسی انقلاب میں امریکہ کی جنگِ آزادی اور فرانس کے سیاسی انقلاب کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔

صنعتی انقلاب : یورپ میں اٹھارھویں صدی کے

نصف آخر میں صنعتی شعبوں میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہونے لگیں۔ بھاپ کی قوت سے چلنے والی مشینوں کی مدد سے پیداوار ہونے لگی۔ چھوٹی گھریلو صنعتوں کی جگہ بڑے کارخانوں نے لے لی۔ دستی کرگھوں کی بجائے مشینی کرگھوں کا استعمال شروع ہوا۔ بھاپ سے چلنے والی ریل گاڑیوں اور دخانی کشتیوں جیسے نقل وحمل کے نئے ذرائع کا استعمال ہونے لگا۔ اس طرح مشینی دور کا آغاز ہوگیا۔ اسی کو 'صنعتی انقلاب' کہتے ہیں۔

صنعتی انقلاب انگلستان میں شروع ہوا اور بتدریج مغربی دنیا میں پھیل گیا۔ اس زمانے میں انگلستان میں یہ صنعتی عروج اتنا زبردست ہوا کہ اسے 'دنیا کا کارخانہ' کہا جانے لگا۔

سرمایہ داری کا آغاز : نئے بحری راستوں کی دریافت کے بعد یورپ اور ایشیا کے ملکوں کے درمیان تجارت کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ بحری راستے سے مشرقی ممالک سے تجارت کرنے کے لیے کئی تاجر آگے آئے لیکن ایک تاجر کے لیے جہاز سے مال دوسرے ملک میں بھیجنا ممکن نہیں تھا۔ اس وجہ سے کئی تاجروں نے مل کر تجارت شروع کی۔ اس سے بڑے سرمایے والی تجارتی کمپنیاں وجود میں آئیں۔ مشرقی ملکوں سے کی جانے والی تجارت نفع بخش تھی۔ اس تجارت سے ملک کی معاشی خوشحالی میں اضافہ ہونے لگا۔ اس بنا پر یورپ کے حکمراں تجارتی کمپنیوں کو فوجی تحفظ اور تجارتی سہولتیں دینے لگے۔ تجارت کی وجہ سے یورپی ملکوں میں دولت میں اضافہ ہونے لگا۔ اس دولت کا استعمال سرمایے کی شکل میں تجارت اور صنعتی کاروبار میں کیا جانے لگا۔ اس وجہ سے یورپی ملکوں میں سرمایہ دارانہ معیشت وجود میں آئی۔

نوآبادیات : کسی ایک ملک کے کچھ لوگوں کا دوسرے زمینی علاقے کے کسی مخصوص حصے پر بستی بسانا 'نوآبادیات قائم کرنا' کہلاتا ہے۔ معاشی اور فوجی نقطۂ نظر سے طاقتور ملک کا اپنی طاقت کے بل پر کسی زمینی علاقے پر قبضہ کرنا اور اُس جگہ اپنا سیاسی تسلط قائم کرنا 'نوآبادیات' ہے۔ یورپی ملکوں کے اسی نوآبادیاتی رجحان سے سامراجیت وجود میں آئی۔

سامراجیت : ترقی یافتہ ملک کے غیر ترقی یافتہ ملک پر اپنا تسلط قائم کرنے اور کئی نوآبادیاں قائم کرنے کو 'سامراجیت' کہتے ہیں۔ براعظم ایشیا اور افریقہ کے کئی ممالک یورپی ملکوں کی اسی سامراجی خواہشات کی بھینٹ چڑھ گئے۔

برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کی بھارت میں سامراجیت :

بھارت میں تجارتی اجارہ داری حاصل کرنے کے لیے یورپی حکومتوں میں سخت مقابلہ آرائی ہوئی۔ ۱۶۰۰ء میں انگریزوں نے بھارت سے تجارت کرنے کے لیے برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی تھی۔ اس کمپنی نے شہنشاہ جہانگیر سے اجازت نامہ حاصل کر کے سورت میں اپنی تجارتی کوٹھی قائم کی۔ اس کمپنی کے توسط سے بھارت سے انگلستان کی تجارت ہوتی تھی۔

انگریزوں اور فرانسیسیوں میں تصادم : بھارت میں تجارتی مقابلہ آرائی میں انگریز اور فرانسیسی ایک دوسرے کے حریف تھے۔ اس مقابلہ آرائی کی وجہ سے انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان تین جنگیں ہوئیں۔ ان جنگوں کو 'کرناٹک کی جنگیں' کہتے ہیں۔ کرناٹک کی تیسری جنگ میں انگریزوں نے فرانسیسیوں کو فیصلہ کن شکست دی۔ اس طرح بھارت میں برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کے مدمقابل کوئی طاقتور یورپی حریف باقی نہ رہا۔

بنگال میں برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کے اقتدار کی بنیاد :

بنگال بھارت کا انتہائی خوشحال صوبہ تھا۔ ۱۸۵۶ء میں سراج الدولہ بنگال کے نواب بن گئے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسران مغل بادشاہ کی جانب سے صوبۂ بنگال میں حاصل تجارتی مراعات کا ناجائز فائدہ اُٹھانے لگے۔ انگریزوں نے نواب کی اجازت کے بغیر کولکاتا میں اپنی تجارتی کوٹھیوں کے گرد فصیلیں بنا ڈالیں۔ اس وجہ سے سراج الدولہ نے انگریزوں پر حملہ کر کے

کولکاتا کی کوٹھی پر قبضہ کرلیا۔ اس واقعے کے سبب انگریزوں میں بے چینی پیدا ہوگئی۔ رابرٹ کلائیو نے نواب کے سپہ سالار میر جعفر کو نواب کی گدی کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ ۱۷۵۷ء میں پلاسی کے مقام پر نواب سراج الدولہ اور انگریز فوج میں جنگ ہوئی لیکن نواب کی فوج کا جو حصہ میر جعفر کی قیادت میں تھا، اس نے جنگ میں شرکت ہی نہیں کی جس کی وجہ سے سراج الدولہ کو شکست ہوئی۔

انگریزوں کی پشت پناہی کے سبب میر جعفر بنگال کا نواب بنا۔ بعد میں انگریزوں کی مخالفت کرنے پر اس کے داماد میر قاسم کو نواب بنا دیا گیا۔ میر قاسم نے انگریزوں کی غیر قانونی تجارت پر روک لگانے کی کوشش کی تو انگریزوں نے اسے ہٹا کر میر جعفر کو دوبارہ نواب بنا دیا۔

بنگال میں انگریزوں کی سرگرمیوں پر لگام کسنے کے لیے میر قاسم، اودھ کے نواب شجاع الدولہ اور مغل بادشاہ شاہ عالم متحد ہوکر انگریزوں کے مدمقابل ہوئے۔ ۱۷۶۴ء میں بہار میں بکسر کے مقام پر جنگ ہوئی جس میں انگریزوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس جنگ کے بعد الٰہ آباد معاہدے کے تحت صوبۂ بنگال میں دیوانی یعنی محصول (لگان) وصول کرنے کا حق برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کو مل گیا۔ اس طرح بھارت میں انگریز حکومت کی بنیاد بنگال میں رکھی گئی۔

انگریزوں اور میسور میں جنگ : میسور ریاست کے حیدر علی نے حملہ کرکے ریاست کا کاروبار اپنے قبضے میں کرلیا۔ حیدر علی کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے ٹیپو سلطان میسور کے تخت پر بیٹھے۔ انھوں نے انگریزوں کے خلاف جنگ جاری

شہید ٹیپو سلطان

رکھی۔ آخر کار ۱۷۹۹ء میں سرنگا پٹنم کی لڑائی میں ٹیپو سلطان شہید ہوگئے اور ریاست میسور پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا۔

سندھ پر انگریزوں کا قبضہ : بھارت میں اپنی حکومت کو محفوظ کرنے کے لیے انگریز شمال مغربی سرحد کی جانب متوجہ ہوئے۔ انھیں خطرہ تھا کہ روس کہیں افغانستان کے راستے سے بھارت پر حملہ نہ کردے اس لیے انگریزوں نے افغانستان پر اپنا تسلط قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ افغانستان جانے والا راستہ سندھ سے ہوکر گزرتا تھا۔ سندھ کی اس اہمیت کے پیش نظر انگریز سندھ کی جانب متوجہ ہوئے اور ۱۸۴۳ء میں سندھ پر قبضہ کرلیا۔

سکھ حکومت کا خاتمہ : اُنیسویں صدی کے آغاز میں صوبۂ پنجاب میں رنجیت سنگھ کی حکومت تھی۔ رنجیت سنگھ کے انتقال کے بعد ان کا نابالغ بیٹا دلیپ سنگھ تخت نشین ہوا۔ اس کی جانب سے اس کی ماں رانی جندن حکومت کا کاروبار سنبھالنے لگیں لیکن سرداروں پر اپنی گرفت قائم نہ رکھ سکیں۔ اس موقع کا فائدہ اُٹھا کر

رنجیت سنگھ

انگریزوں نے چند سکھ سرداروں کو ورغلایا۔ سکھوں میں یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی کہ انگریز پنجاب پر حملہ کرنے والے ہیں، اس لیے سکھوں نے خود ہی انگریزوں پر حملہ کردیا۔ سکھوں اور انگریزوں کی اس پہلی جنگ میں سکھوں کو شکست ہوئی۔ انگریزوں نے دلیپ سنگھ کو گدی پر برقرار رکھا۔ آزادی کے متوالے بعض سکھوں کو پنجاب پر انگریزوں کا بڑھتا ہوا اثر ورسوخ منظور نہ تھا۔ ملتان کے افسر مُول راج نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کردی۔ ہزاروں سکھ فوجی انگریزوں کے خلاف جنگ میں شامل ہوگئے۔ اس دوسری جنگ میں بھی سکھوں کو شکست ہوئی۔ ۱۸۴۹ء میں انگریزوں نے صوبۂ پنجاب کو اپنی حکومت میں شامل کرلیا۔

مراٹھوں کی حکومت بھارت کی ایک اہم اور طاقتور حکومت

تھی۔ مراٹھوں کو شکست دے کر انگریزوں نے بھارت میں کس طرح اپنی حکومت کی بنیاد کو مضبوط کیا اس کے بارے میں ہم اگلے سبق میں پڑھیں گے۔

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کر کے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

۱۔ ۱۴۵۳ء میں عثمانی ترکوں نے ....شہر کو فتح کر لیا۔

(الف) وینس (ب) قسطنطنیہ

(ج) روم (د) پیرس

۲۔ صنعتی انقلاب کا آغاز .... میں ہوا۔

(الف) انگلستان (ب) فرانس

(ج) اِٹلی (د) پرتگال

۳۔ انگریزوں کی غیر قانونی تجارت پر .... نے روک لگانے کی کوشش کی۔

(الف) سراج الدولہ (ب) میر قاسم

(ج) میر جعفر (د) شاہ عالم

(۲) درج ذیل تصوّرات کو واضح کیجیے۔

۱۔ نو آبادیات ۲۔ سامراجیت

۳۔ دورِ نشاۃ الثانیہ ۴۔ سرمایہ داری

(۳) درج ذیل بیانات وجوہات کے ساتھ واضح کیجیے۔

۱۔ پلاسی کی جنگ میں سراج الدولہ کو شکست ہوئی۔

۲۔ یورپی ممالک کو ایشیا کی طرف جانے والے نئے راستے دریافت کرنا ضروری محسوس ہونے لگا۔

۳۔ یورپ کے حکمراں تجارتی کمپنیوں کو فوجی تحفظ اور تجارتی سہولتیں دینے لگے۔

(۴) سبق کی مدد سے درج ذیل جدول مکمل کیجیے۔

جہازراں	کام
....	افریقہ کے جنوبی سرے تک پہنچا۔
کرسٹوفر کولمبس	....
....	بھارت کے مغربی ساحل پر کالی کٹ بندرگاہ پر پہنچا۔

سرگرمی

حوالہ جاتی کتابوں اور انٹرنیٹ کی مدد سے نشاۃ الثانیہ کے دور کے مشہور مصوّروں، ادیبوں، سائنس دانوں کے کارناموں کے بارے میں معلومات اور تصاویر حاصل کر کے جماعت میں پیش کیجیے۔

A29366

۳۔ برطانوی حکومت کے اثرات

اس سبق میں ہم برطانوی حکومت کے بھارت پر ہونے والے اثرات کا مطالعہ کریں گے۔

برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام : ہم نے دیکھا ہے کہ جغرافیائی دریافتوں کی وجہ سے یورپی حکومت بھارت کے ساحل تک کس طرح آ پہنچی۔ پرتگالی، ڈچ، فرانسیسی اور انگریز بھارت کے بازار پر قبضہ کرنے کے لیے مقابلہ آرا ہوگئے۔ انگریز جب بھارت میں تجارت کی غرض سے آئے تو ان سے پہلے آنے والے پرتگالیوں نے ان کی سخت مخالفت کی۔ بعد میں ان کے تعلقات دوستانہ ہوگئے اور مخالفت میں کمی آ گئی لیکن بھارت پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لیے انگریزوں کو فرانسیسیوں، ڈچ اور مقامی حکمرانوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔

انگریز اور مراٹھے : مغربی بھارت میں ممبئی انگریزوں کا اہم مرکز تھا۔ انھوں نے آس پاس کے علاقوں کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن ان علاقوں پر مراٹھوں کی گرفت مضبوط تھی۔ مادھوراؤ پیشوا کی موت کے بعد ان کے چچا رگھوناتھ راؤ نے پیشوا کے عہدے کی لالچ میں انگریزوں سے مدد مانگی۔ اس طرح انگریزوں کو مراٹھوں کی سیاست میں مداخلت کا موقع ہاتھ آیا۔

۱۷۷۴ء سے ۱۸۱۸ء تک مراٹھوں اور انگریزوں کے درمیان تین جنگیں ہوئیں۔ پہلی جنگ میں مراٹھا سرداروں نے متحد ہوکر انگریزوں کا مقابلہ کیا اس لیے انھیں برتری حاصل ہوئی۔ ۱۷۸۲ء میں 'سالبائی کا معاہدہ' ہونے پر انگریز - مراٹھا پہلی جنگ ختم ہوگئی۔

متعینہ فوج : لارڈ ویلزلی ۱۷۹۸ء میں گورنر جنرل بن کر بھارت آیا۔ اس کا مقصد پورے بھارت پر انگریزوں کا تسلط قائم کرنا تھا۔ اس لیے اس نے کئی دیسی ریاستوں کے حاکموں سے متعینہ فوج کا معاہدہ کیا جسے عہدِ معاونت کہتے ہیں۔ اس معاہدے کے مطابق انگریزوں نے حکمرانوں کو فوجی مدد دینے کا یقین دلایا لیکن اس کے لیے چند شرائط عائد کیں مثلاً دیسی حکمرانوں کو اپنی ریاست میں انگریز فوج تعینات کرنا ہوگا، متعینہ فوج کے اخراجات کے لیے کمپنی کو نقد رقم یا اس کے برابر آمدنی والا علاقہ دینا ہوگا، دیسی حکمراں اپنے آپس کے معاملات انگریزوں کی ثالثی سے طے کریں گے، اپنے دربار میں انگریز ریزیڈنٹ (نمائندہ) رکھنا ہوگا۔ بھارت کے بعض حکمرانوں نے اس طریقے کو قبول کرلیا اور اپنی آزادی گنوا بیٹھے۔

۱۸۰۲ء میں پیشوا باجی راؤ دوم نے انگریزوں سے متعینہ فوج کا معاہدہ کرلیا۔ یہ 'وسئی معاہدہ' کے نام سے مشہور ہے لیکن بعض مراٹھا سرداروں کو یہ معاہدہ منظور نہ تھا اس لیے دوسری مراٹھا-انگریز جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں فتح پانے کے بعد مراٹھا حکومت میں انگریزوں کی دخل اندازی بڑھنے لگی۔ آخر تنگ آکر باجی راؤ دوم نے انگریزوں کے خلاف اعلانِ جنگ کردیا۔ اس جنگ میں انھیں شکست ہوئی۔ ۱۸۱۸ء میں انھوں نے اطاعت قبول کرلی۔ اس دوران مغلیہ سلطنت کی راجدھانی دلّی عملاً دولت راؤ شندے کی زیرنگرانی تھی۔ شندے کی فوج کو شکست دے کر جنرل لیک نے مغل بادشاہ کو قبضے میں لے کر ہندوستان کو فتح کرلیا۔

چھترپتی پرتاپ سنگھ : جب پیشوائی کا خاتمہ ہوا اس وقت ستارا کے چھترپتی پرتاپ سنگھ گدی پر تھے۔ انگریزوں نے ان سے معاہدہ کرکے حکومت کے انتظامات میں مدد کرنے کے لیے گرینڈ ڈف نامی افسر کو نامزد کیا۔ بعد میں انھیں گدی سے اُتار کر کاشی بھیج دیا گیا جہاں ۱۸۴۷ء میں ان کی موت ہوگئی۔

چھترپتی پرتاپ سنگھ

چھترپتی پرتاپ سنگھ کے وزیر رنگو باپو جی گپتے نے انگلستان تک جا کر اس ناانصافی کے خلاف فریاد کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ آگے چل کر لارڈ ڈلہوزی نے گود لینے کی رسم کو نامنظور کرکے ۱۸۴۸ء میں ستارا کی حکومت کو ضم کرلیا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

چھترپتی پرتاپ سنگھ نے ستارا شہر میں ایوتیشور مندر کی پچھلی جانب اور مہادرا کے مقام پر تالاب تعمیر کرکے اس کا پانی شہر میں پہنچایا۔ شہر میں سڑکیں بنوائیں۔ سڑک کے دونوں جانب درخت لگوائے۔ لڑکے لڑکیوں کو سنسکرت، مراٹھی اور انگریزی سکھانے کے لیے اسکول قائم کیے۔ وہیں ایک چھاپہ خانہ بنایا اور کئی مفید کتابیں چھپوائیں۔ ۱۸۲۷ء میں سیاست کے موضوع پر 'سبھانیتی' نامی کتاب لکھ کر چھپوائی۔ انھوں نے ستارا سے مہابلیشور ہوتے ہوئے پرتاپ گڑھ تک سڑک بنوائی۔ اسی سڑک کو آگے مہاڈ تک لے جایا گیا۔ چھترپتی پرتاپ سنگھ روزانہ خود روزنامچہ لکھا کرتے تھے۔

بھارت پر برطانوی حکومت کے اثرات

دوعملی نظامِ حکومت : رابرٹ کلائیو نے ۱۷۶۵ء میں بنگال میں دوعملی نظامِ حکومت قائم کیا۔ لگان وصول کرنے کا کام کمپنی نے اپنے ذمے رکھا لیکن امن و امان اور انتظامی اُمور کی ذمے داری بنگال کے نواب کے سپرد کردی۔ اسی کو 'دوعملی نظامِ حکومت' کہتے ہیں۔

کچھ عرصے بعد ہی دوعملی نظامِ حکومت کے برے نتائج ظاہر ہونے لگے۔ عوام سے بطورِ محصول وصول کیے ہوئے روپوں سے کمپنی کے افسران اپنی جیبیں بھرنے لگے۔ بھارت سے تجارت کرنے کا پروانہ صرف ایسٹ انڈیا کمپنی کو حاصل تھا اس لیے انگلستان کی دوسری تجارتی کمپنیاں اس سے حسد کرتی تھیں۔ کمپنی کے بھارت میں کیے جانے والے کاروبار پر انگلستان میں تنقیدیں ہونے لگیں۔ اس لیے انگلستان کی پارلیمنٹ نے کمپنی کے کاروبار پر قابو رکھنے کے لیے چند اہم قوانین بنائے۔

پارلیمنٹ میں منظور کردہ قوانین : ۱۷۷۳ء کے 'ریگولیٹنگ ایکٹ' کی رو سے بنگال کے گورنر کو 'گورنر جنرل' کا اعلیٰ عہدہ دیا گیا۔ اس قانون کی رو سے لارڈ وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل بن گیا۔ اسے ممبئی اور مدراس کے علاقوں کی پالیسیوں پر کنٹرول رکھنے کا اختیار دیا گیا۔ اس کی مدد کے لیے چار اراکین پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی۔

۱۷۸۴ء میں بھارت سے متعلق پِٹ کا قانون منظور کرلیا گیا۔ بھارت میں کمپنی کے کاروبار پر پارلیمنٹ کی بالادستی قائم رکھنے کے لیے ایک مستقل نگراں بورڈ بنایا گیا۔ بھارت کے سیاسی معاملات میں کمپنی کو احکامات نافذ کرنے کا اختیار اس بورڈ کو دیا گیا۔ بعد ازاں ۱۸۱۳ء، ۱۸۳۳ء اور ۱۸۵۳ء میں بھارت میں کمپنی کے کاروبار میں رد و بدل کرنے کے لیے پارلیمنٹ نے قوانین بنائے۔ اس طرح بھارت میں کمپنی کی انتظامیہ پر انگلستان کی حکومت کا بالواسطہ قبضہ ہوگیا۔

برطانوی حکومت کی آمد کے ساتھ ہی بھارت میں نیا انتظامِ حکومت رائج ہوا۔ ملکی نوکرشاہی، فوج، محکمۂ پولس اور عدلیہ بھارت میں انگریزوں کی حکومت کے اہم ستون تھے۔

ملکی نوکرشاہی : بھارت میں انگریزوں کی حکومت کو مستحکم بنانے کے لیے انھیں نوکرشاہی کی ضرورت تھی۔ لارڈ کارنوالس نے اس نوکرشاہی کی تشکیل کی۔ یہ ملکی نوکرشاہی انگریزوں کی انتظامیہ کا ایک اہم جز بن گئی۔ لارڈ کارنوالس نے کمپنی کے افسران پر پابندی عائد کردی کہ وہ اپنی ذاتی تجارت نہ کریں۔ اس کے لیے اس نے افسران کی تنخواہوں میں اضافہ کردیا۔

اس نے انگریزوں کے زیرِ اقتدار علاقوں کو انتظامی سہولت کی غرض سے ضلعوں میں تقسیم کردیا۔ کلکٹر ضلع کا حاکمِ اعلیٰ ہوتا تھا۔ محصول جمع کرنا، انصاف کرنا، امن و امان اور نظم و نسق قائم رکھنا اس کی ذمے داری تھی۔ افسران کا تقرر مقابلہ جاتی امتحان انڈین سول سروس (آئی سی ایس) کے ذریعے کیا جانے لگا۔

فوج اور پولس دستہ : بھارت میں انگریزوں کے زیرِ اقتدار

علاقوں کی حفاظت کرنا، نئے علاقوں پر قبضہ کرنا اور بھارت میں انگریزوں کے خلاف بغاوت کو فرو کرنا فوج کی ذمہ داری تھی۔ ملک میں قانون اور نظم و نسق قائم رکھنا محکمۂ پولس کے ذمے تھا۔

عدالتی نظام : انگریزوں نے انگلستان کے عدالتی نظام کی طرز پر بھارت میں نیا عدالتی نظام قائم کیا۔ ہر ضلع میں دیوانی معاملات سے متعلق مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے دیوانی عدالتیں اور جرائم سے متعلق مقدمات کے لیے فوجداری عدالتیں قائم کیں۔ ان کے فیصلوں پر نظرِ ثانی کرنے کے لیے عدالتِ عالیہ (ہائی کورٹ) قائم کی۔

قانونی مساوات : بھارت میں پہلے مختلف مقامات پر مختلف قوانین رائج تھے۔ انصاف کے معاملے میں ذات پات کی تفریق کی جاتی تھی۔ لارڈ میکالے کی سربراہی میں قائم کردہ قانونی کمیٹی نے قانونی ضوابط طے کیے اور پورے بھارت میں یکساں قانون نافذ کیا۔ انگریزوں نے یہ اُصول رائج کیا کہ قانون کی نظر میں تمام افراد مساوی ہیں۔

اس نظام میں بھی بعض خرابیاں تھیں۔ یورپ کے لوگوں پر مقدمات دائر کرنے کے لیے علیحدہ عدالتیں اور الگ قوانین تھے۔ نئے قوانین عام لوگوں کی فہم سے بالاتر تھے۔ عام لوگوں کے لیے انصاف حاصل کرنا بہت مہنگا ثابت ہوتا تھا اور برسہا برس مقدمات جاری رہتے تھے۔

انگریزوں کی معاشی پالیسی : قدیم زمانے سے بھارت پر حملے ہوتے رہے ہیں۔ بہت سے حملہ آوروں نے اسی ملک میں بود و باش اختیار کرلی۔ وہ بھارتی تہذیب میں گھل مل گئے۔ انھوں نے اگرچہ یہاں حکومت بھی کی لیکن بھارت کے معاشی نظام میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں کی مگر انگریزوں کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔

انگلستان جدید (ترقی یافتہ) ملک تھا۔ صنعتی انقلاب کی وجہ سے وہاں سرمایہ دارانہ نظام رائج ہوگیا تھا۔ انگریزوں نے بھارت میں ایسا معاشی نظام قائم کیا جس سے ان کا معاشی نظام پھل پھول سکے۔ اس وجہ سے انگلستان کو مالی منفعت حاصل ہوئی لیکن ہندوستانیوں کا معاشی استحصال ہونے لگا۔

لگان وصول کرنے کی پالیسی : انگریزوں کی عملداری سے پہلے معاشی نظام کے لحاظ سے دیہات خود کفیل تھے۔ کاشتکاری اور دیگر پیشوں کے ذریعے دیہاتوں کی ضرورتیں دیہاتوں میں ہی پوری ہوجاتی تھیں۔ زمین کا لگان حکومت کی آمدنی کا خاص ذریعہ تھا۔ انگریزوں سے پہلے کے زمانے میں زمین کا لگان فصل کی نوعیت کے لحاظ سے مقرر کیا جاتا تھا۔ فصل اچھی نہ ہونے پر لگان میں رعایت دی جاتی تھی۔ لگان زیادہ تر اناج کی شکل میں وصول کیا جاتا تھا۔ لگان کی ادائیگی میں تاخیر ہونے پر کسانوں کی زمینیں ضبط نہیں کی جاتی تھیں۔

آمدنی میں اضافے کے لیے انگریزوں نے محصول کے طریقۂ کار میں اہم تبدیلیاں کیں۔ انگریزوں نے زمین کی پیمائش کرکے زمین کے رقبے کے لحاظ سے لگان کی رقم مقرر کی۔ لگان نقدی کی صورت میں نیز مقررہ میعاد کے اندر ادا کرنا لازمی قرار دیا۔ یہ قانون بنایا گیا کہ مقررہ میعاد کے اندر لگان ادا نہ کرنے کی صورت میں کسانوں کی زمینیں ضبط کر لی جائیں گی۔ لگان وصول کرنے کا انگریزوں کا طریقۂ کار بھارت کے مختلف مقامات پر مختلف تھا۔ ہر جگہ کسانوں کا استحصال ہوتا تھا۔

لگان وصولی کے نئے طریقے کے اثرات : دیہی زندگی پر لگان وصولی کے نئے طریقۂ کار کے برے اثرات پڑے۔ لگان کی رقم بھرنے کے لیے جو قیمت آتی اس پر کسان اپنی فصل بیچنے لگے۔ تاجر اور دلال نامناسب اور کم داموں میں کسانوں کا مال خریدنے لگے۔ بعض مرتبہ کسانوں کو لگان کی ادائیگی کے لیے ساہوکاروں کے پاس اپنی زمین رہن رکھ کر قرض لینا پڑتا تھا۔ اس لیے کسان مقروض ہوگئے۔ قرض نہ ادا کرنے کی صورت میں انھیں اپنی زمینیں فروخت کرنا پڑتی تھیں۔ اس طرح حکومت، زمیندار، ساہوکار اور تاجر سب مل کر کسانوں کا استحصال کرتے تھے۔

کاشتکاری کوتجارت بنانا : کسان پہلے خصوصی طور پر اناج ہی اُگاتے تھے۔ یہ اناج ان کے گھر میں استعمال کے لیے اور گاؤں کی ضرورت پوری کرنے کے کام آتا تھا۔ انگریز حکومت کپاس، نیل، تمباکو، چائے وغیرہ نقدی فصلوں کی حوصلہ افزائی کرنے لگی۔ اناج کی فصلیں اُگانے کی بجائے نفع بخش تجارتی فصلیں اُگانے پر زور دیا جانے لگا۔ اس عمل کو 'کاشتکاری کو تجارت بنانا' کہتے ہیں۔

قحط سالی : ۱۸۶۰ء سے ۱۹۰۰ء تک کے دور میں بھارت میں زبردست قحط پڑا لیکن انگریز حاکموں نے پوری مستعدی سے قحط سے نپٹنے کی کوشش نہیں کی نیز آب رسانی کے منصوبے پر بھی زیادہ رقم خرچ نہیں کی گئی۔

نقل و حمل اور مواصلاتی نظام میں اصلاح : انگریزوں نے تجارتی ترقی اور انتظامی سہولت کے پیشِ نظر بھارت میں نقل و حمل اور مواصلات کی جدید سہولتیں فراہم کیں۔ کولکاتا اور دہلی کو جوڑنے والی قومی شاہراہ تعمیر کی۔ ۱۸۵۳ء میں ممبئی - تھانہ کے راستے پر ریل گاڑی دوڑنے لگی۔ اسی سال انگریزوں نے بھارت میں لاسلکی کے ذریعے پیغام رسانی کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کے ذریعے بھارت کے بڑے شہروں اور فوجی چھاؤنیوں کو جوڑ دیا گیا۔ علاوہ ازیں انگریزوں نے ڈاک خانے کا نظام بھی شروع کیا۔

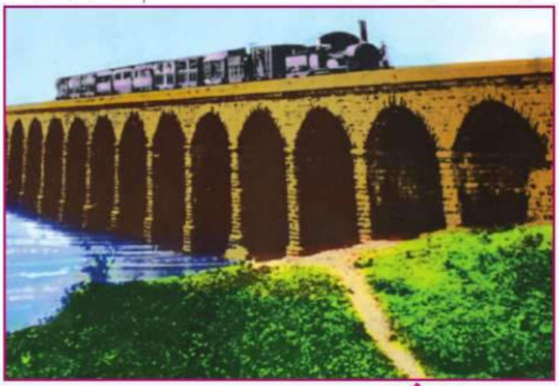

ممبئی - تھانہ ریل گاڑی (۱۸۵۳ء)

ان اصلاحات کی وجہ سے بھارت کی سماجی زندگی پر دوررس اثرات مرتب ہوئے۔ ملک کے مختلف حصوں میں لوگوں کے باہمی تعلقات میں اضافہ ہوا۔ اس وجہ سے ان کے درمیان اتحاد کا جذبہ بیدار ہوا۔

بھارت کی قدیم صنعت وحرفت کا زوال : بھارت سے انگلستان جانے والے مال پر انگریز حکومت نے زبردست ٹیکس لگایا۔ اس کے برعکس انگلستان سے بھارت میں درآمد کیے جانے والے مال پر ٹیکس کم کردیا۔ انگلستان سے درآمد شدہ مال مشینوں پر تیار کیا جاتا تھا۔ اس وجہ سے یہ مال بڑے پیمانے پر اور کم لاگت میں تیار ہوتا تھا۔ ایسے سستے مال کا مقابلہ کرنا بھارتی کاریگروں کے بس کی بات نہ تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھارت کی روایتی صنعتیں ختم ہوگئیں اور بے شمار کاریگر بے کار ہوگئے۔

بھارت میں نئی صنعت وحرفت کی ترقی : انگریز حکومت کا تعاون، انتظامی امور کا تجربہ اور سرمایہ جیسے بنیادی عوامل کے فقدان کی وجہ سے بھارتی صنعت کار بڑی تعداد میں ترقی نہ کرسکے مگر بعض ہندوستانیوں نے ان دشواریوں پر قابو پاکر صنعتیں قائم کیں۔

۱۸۵۳ء میں کاوس جی نانا بھائی داور نے ممبئی میں سوتی کپڑے کی پہلی مِل شروع کی۔ ۱۸۵۵ء میں بنگال میں رِشرا کے مقام پر پٹ سن کا پہلا کارخانہ قائم ہوا۔ ۱۹۰۷ء میں جمشید جی ٹاٹا نے جمشید پور میں 'ٹاٹا آئرن اینڈ اسٹیل کمپنی' نامی فولاد بنانے کا کارخانہ قائم کیا۔

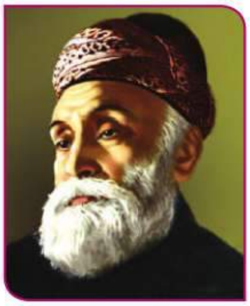

جمشید جی ٹاٹا

بھارت میں کوئلہ، دھات، شکر، سیمنٹ اور کیمیائی اشیا کی صنعتیں بھی شروع ہوئیں۔

سماجی اور تہذیبی اثرات : اُنیسویں صدی میں یورپ میں انسان دوستی، عقلیت پسندی، جمہوریت، حب الوطنی، وسیع الخیالی کے اقدار پر مبنی ایک نیا عہد وجود میں آچکا تھا۔ مغربی دنیا میں ہونے والی ان تبدیلیوں سے بھارت کا متاثر ہونا فطری عمل تھا۔ بہتر انتظامِ حکومت کی خاطر انگریزوں کے لیے ضروری تھا کہ وہ بھارت کے سماج سے متعارف ہوں۔ اس مقصد کی حصولیابی کے

لیے انھوں نے یہاں کے رسم و رواج، تاریخ، ادب، فنون نیز یہاں کی موسیقی اور چرند پرند کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ ۱۷۸۴ء میں انگریز افسر ولیم جونس نے کولکاتا میں 'ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال' نامی ادارہ قائم کیا۔ جرمن مفکر میکس میولر نے بھارت کے مذہب، زبانوں اور تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ ان مثالی واقعات کی وجہ سے بھارت کے نئے تعلیم یافتہ افراد میں اس حقیقت کا شدید احساس ہوا کہ انھیں بھی اپنے مذہب، تاریخ اور رسم و رواج کا گہرا مطالعہ کرنا چاہیے۔

انگریزوں نے بھارت میں کئی قوانین وضع کیے۔ ۱۸۲۹ء میں لارڈ بینٹنک نے ستی کی رسم پر پابندی کا قانون بنایا۔ ۱۸۵۶ء میں لارڈ ڈلہوزی نے بیواؤں کی دوسری شادی کی اجازت کے قانون کو منظوری دی۔ یہ قوانین سماجی اصلاح میں مدد و معاون ثابت ہوئے۔

انگریزوں کو انتظامِ حکومت کے لیے انگریزی تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کی ضرورت تھی۔ لارڈ میکالے کی تجویز پر ۱۸۳۵ء میں بھارت میں انگریزی تعلیم دینے کا آغاز ہوا۔ نئی تعلیم کے ذریعے ہندوستانیوں کو نئے مغربی افکار، جدید اصلاحات، سائنس اور تکنیکی علوم سے روشناس کرایا گیا۔ ۱۸۵۷ء میں ممبئی، کولکاتا اور مدراس میں یونیورسٹیاں قائم کی گئیں۔ مغربی تعلیم یافتہ متوسط طبقے نے بھارت میں سماجی بیداری کی قیادت کی۔

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کرکے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

۱۔ پرتگالی، ....، فرانسیسی اور انگریز بھارت کے بازار پر قبضہ کرنے کے لیے مقابلہ آرا ہوگئے۔

(الف) آسٹریائی (ب) ڈچ

(ج) جرمن (د) سویڈش

۲۔ ۱۸۰۲ء میں ....پیشوا نے انگریزوں سے متعینہ فوج کا معاہدہ کیا۔

(الف) بڑے باجی راؤ (ب) سوائی مادھوراؤ

(ج) پیشوا نانا صاحب (د) باجی راؤ دوم

۳۔ جمشید جی ٹاٹا نے .... میں 'ٹاٹا آئرن اینڈ اسٹیل کمپنی' نامی فولاد بنانے کا کارخانہ قائم کیا۔

(الف) ممبئی (ب) کولکاتا

(ج) جمشید پور (د) دلّی

(۲) درج ذیل تصورات واضح کیجیے۔

۱۔ ملکی نوکر شاہی

۲۔ کاشتکاری کو تجارت بنانا

۳۔ انگریزوں کی معاشی پالیساں

(۳) درج ذیل بیانات وجوہات کے ساتھ واضح کیجیے۔

۱۔ بھارت کے کسان مقروض ہوگئے۔

۲۔ بھارت کی پرانی صنعت وحرفت ختم ہوگئی۔

(۴) سبق کی مدد سے درج ذیل جدول مکمل کیجیے۔

شخص	کام
لارڈ کارنوالس	....
....	ستی کی رسم پر پابندی کا قانون بنایا
لارڈ ڈلہوزی	....
....	'ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال' کا قیام

سرگرمی

انگریزوں کی انتظامیہ، تعلیم، نقل وحمل اور مواصلات میں کی گئی اصلاحات کی معلومات مع تصاویر جمع کیجیے۔

A2HY7T

۴۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی

۱۸۵۷ء میں بھارت میں انگریز حکومت کی بنیادیں ہلا دینے والی جنگِ آزادی برپا ہوئی۔ یہ جنگ اچانک ہی برپا نہیں ہوئی۔ اس سے قبل بھی بھارت میں انگریزوں کے خلاف کئی جنگیں ہوچکی تھیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ کی وسعت اور اس کے پسِ پشت کردار کو مدنظر رکھتے ہوئے سواتنتر ویر ساورکر نے جس کتاب میں اسے جنگِ آزادی کا نام دیا ہے اس کا نام '۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی' ہے۔ اس کتاب نے آگے چل کر کئی انقلابیوں کو انگریزوں کے خلاف جنگ کے لیے تحریک دی۔

۱۸۵۷ء سے قبل کی جنگیں : بھارت کے جن جن علاقوں میں انگریزوں کا اقتدار قائم ہوا، وہاں کے باشندوں کو انگریز حکومت کے برے نتائج بھگتنے پڑے۔ بھارتیوں کے سامنے یہ حقیقت آشکار ہوگئی کہ کمپنی کی حکومت کی وجہ سے ہر سطح پر ہمارا استحصال ہورہا ہے اور اس حکومت کے خلاف بے اطمینانی بڑھتی گئی۔

کمپنی کی حکومت کے زمانے میں کسان اور عام لوگ کنگال ہوگئے۔ ایسے میں ۱۷۷۰ء میں صوبۂ بنگال میں زبردست قحط پڑا۔ انگریز عہدیداروں کی عوام سے بے توجہی اور بے مروّتی کا رویہ برقرار رہا۔ ۱۷۶۳ء سے ۱۸۵۷ء کے درمیان بنگال میں پہلے سنیاسیوں اور بعد میں فقیروں کی قیادت میں کسانوں نے جنگ کی۔ اس قسم کی جنگیں گجرات، راجستھان، مہاراشٹر اور جنوبی بھارت میں بھی ہوئیں۔

اُماجی نائک کی جنگ بھی اسی طرز کی تھی۔ اُماجی نے اپنے راموشی بھائیوں اور مقامی جوانوں کو متحد کرکے انگریزوں کے خلاف صف آرا کردیا۔ انھوں نے ایک اعلان نامہ جاری کیا جس میں عوام کو انگریزوں کے خلاف لڑنے اور انگریز حکومت کا تختہ پلٹنے کے لیے للکارا۔ پونہ، ستارا، احمدنگر، سولاپور، ناشک، بھور وغیرہ علاقوں میں انھوں نے اپنی دھاک جمادی۔ ۱۸۳۲ء میں کمپنی کی حکومت نے اُماجی نائک کو گرفتار کرلیا اور انھیں پونہ میں پھانسی دے دی گئی۔

اُماجی نائک

بھارت کے ادی واسیوں اور جنگلی قبائل نے بھی انگریز حکومت کو للکارا۔ ان قبائل کی گزر بسر جنگلاتی دولت پر ہوتی تھی۔ انگریزوں نے ان کے حق پر قانون کا شکنجہ کس دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چھوٹا ناگپور کے کولام، اوڈیشا کے گونڈ، بہار میں سنتھالیوں نے انگریزوں کے خلاف جنگیں کیں۔ مہاراشٹر کے بھیل، کولی اور راموشیوں نے انگریزوں کے خلاف جنگیں کیں۔ کولھاپور کے

کیا آپ جانتے ہیں؟

پائکوں کی بغاوت : اوڈیشا میں عہدِ وسطیٰ سے پائک طریقہ موجود ہے۔ وہاں کے مختلف آزاد راجاؤں کے جو (پیادہ) فوجی تھے انھیں 'پائک' کہا جاتا تھا۔ راجا نے ان پائکوں کو کاشت کرنے کے لیے مفت زمینیں دے رکھی تھیں۔ وہ اپنی زمین پر کاشتکاری کرکے گزر بسر کرتے تھے۔ اس کے بدلے میں جب جنگ کا موقع آتا تو یہ لوگ اپنے راجا کی طرف سے لڑائی میں حصہ لینے کے پابند تھے۔

انگریزوں نے ۱۸۰۳ء میں اوڈیشا فتح کرلیا۔ انگریزوں نے پائکوں سے وراثت میں چلی آرہی زمینیں واپس لے لیں۔ اس وجہ سے پائک سخت ناراض ہوگئے۔ انگریزوں کے لگائے ہوئے ٹیکس کی وجہ سے نمک کی قیمت بڑھ گئی جس سے عام لوگوں کے لیے زندگی گزارنا مشکل ہوگیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ۱۸۱۷ء میں پائکوں نے انگریزوں کے خلاف مسلح بغاوت کردی۔ اس کی قیادت بخشی جگن بندھو وِدّیادھرنے کی۔

اطراف میں گڈکریوں نے اور کوکن کے پھونڈ- ساونتوں نے انگریز حکومت کو للکارا۔ ۱۸۵۷ء سے قبل ملک کے مختلف حصوں میں بعض زمینداروں اور راجے مہاراجوں نے بھی جنگیں برپا کیں۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج میں کئی بھارتی سپاہی بھی تھے۔ کمپنی ان سے امتیازی سلوک کرتی تھی۔ ان کی تنخواہ اور بھتے انگریز سپاہیوں کے مقابلے میں بہت کم تھے۔ ۱۸۰۶ء میں ویلور اور ۱۸۲۴ء میں براک پور کی جنگ بڑی زبردست تھی۔

مذکورہ تمام جنگیں مقامی اور انفرادی نوعیت کی تھیں۔ انگریزوں نے طاقت کے بل پر انھیں کچل دیا۔ عوام کی بے اطمینانی کو دبا دیا گیا لیکن اسے ختم نہیں کیا جاسکا۔ بے اطمینانی کی یہ آگ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے روپ میں بھڑک اُٹھی۔ برطانوی کمپنی کی حکومت کے خلاف جگہ جگہ جنگیں برپا کی گئیں۔ ایسی حالت ہوگئی جیسے بارود کے ڈھیر پر چنگاری گر پڑے اور زبردست دھماکا ہوجائے۔ بھارت کے مختلف طبقات میں بڑھتی ہوئی بے اطمینانی نے بے مثال مسلح جنگ کی صورت اختیار کرلی۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے اسباب : انگریزوں کی آمد سے قبل بھارت میں کئی حکومتیں تھیں۔ ان کے بدل جانے کے باوجود گاؤں کا نظام حسبِ سابق جاری رہتا تھا۔ انگریزوں نے اس روایتی نظام کو تبدیل کرکے نیا نظام رائج کرنے کی کوشش کی۔ گاؤں کی بدلتی ہوئی نوعیت کو دیکھ کر عوام کے دلوں میں عدم تحفظ اور خانہ بربادی کا خوف پیدا ہوگیا تھا۔

معاشی اسباب : انگریزوں نے آمدنی میں اضافہ کرنے کے لیے محصول کا نیا طریقہ نافذ کیا۔ کسانوں سے زور زبردستی کرکے لگان وصول کیا جاتا تھا۔ اس کے نتیجے میں کاشتکاری کا نظام ابتر ہوگیا۔ انگلستان کے بازار کا مال بھارت میں بیچ کر معاشی فائدہ حاصل کرنا انگریزوں کی پالیسی تھی۔ انھوں نے یہاں کی صنعت وحرفت پر زبردست ٹیکس عائد کردیا۔ بھارت کی ترقی یافتہ دستکاری اور کپڑے کی صنعت کا دیوالیہ نکل گیا۔ بے شمار کاریگر بے روزگار ہوگئے۔ ان سب کے دلوں میں انگریزوں کی مخالفت کا جذبہ شدید ہوگیا۔

سماجی اسباب : بھارتیوں کو ایسا محسوس ہونے لگا کہ انگریز ہمارے رسم و رواج، روایات اور عقائد میں مداخلت کررہے ہیں۔ اگرچہ رسم ستی پر پابندی اور بیواؤں کے لیے دوسری شادی کے حق کا قانون سماجی نقطۂ نظر سے مناسب تھا لیکن لوگوں کے دلوں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ وہ ہماری طرزِ زندگی میں دخل اندازی کررہے ہیں۔ اس وجہ سے ان میں بے اطمینانی پیدا ہوگئی۔

سیاسی اسباب : ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں نے کئی دیسی ریاستوں پر قبضہ کرلیا تھا۔ بعد میں ڈلہوزی نے مختلف عذر پیش کرکے کئی ریاستوں کو انگریز حکومت میں ضم کرلیا تھا۔ بدانتظامی کا الزام لگا کر اودھ کے نواب کو ان کے عہدے سے برطرف کردیا جبکہ ستارا، جھانسی اور ناگپور کی ریاستوں میں حکمرانوں کے لیے اولاد گود لینے کا جو حق تھا اسے نامنظور کرکے ان ریاستوں کا الحاق کرلیا۔ ڈلہوزی کی اس پالیسی کی وجہ سے ہندوستانیوں میں بے اطمینانی بڑھتی گئی۔

بھارتی فوجیوں میں بے اطمینانی : انگریز افسران بھارتی سپاہیوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان سپاہیوں کو صوبیدار سے بڑا عہدہ نہیں دیا جاتا تھا۔ سفید فام سپاہیوں کی بہ نسبت انھیں کم تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ انھیں ابتدا میں جو بھتا ملتا تھا اسے انگریزوں نے آہستہ آہستہ کم کردیا۔ ان تمام وجوہات کی بدولت بھارتی سپاہیوں میں بے اطمینانی بڑھتی گئی۔

فوری اسباب : ۱۸۵۶ء میں انگریزوں نے بھارتی سپاہیوں کو دور تک مار کرنے والی اینفیلڈ بندوقیں دیں۔ ان میں استعمال کیے جانے والے کارتوسوں کے اوپری خول کو دانتوں سے توڑنا پڑتا تھا۔ فوجیوں میں یہ بات پھیل گئی کہ خول پر گائے اور خنزیر کی چربی لگی ہوتی ہے۔ اس بات سے ہندو اور مسلمان فوجیوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچی اور ان میں بے اطمینانی پیدا ہوگئی۔

شعلہ بھڑک اُٹھا : جن سپاہیوں نے چربی لگے ہوئے

کارتوس استعمال کرنے سے انکار کیا ان پر ڈسپلن (قانون) شکنی کی کارروائی کی گئی اور انھیں سخت سزائیں دی گئیں۔ براک پور کی چھاؤنی میں منگل پانڈے نے انگریز افسروں کے نامنصفانہ رویے کی مخالفت کے جذبے سے انگریز افسر پر گولی چلا دی۔ منگل پانڈے کو گرفتار کرکے پھانسی دے دی گئی۔ یہ خبر چاروں طرف جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ میرٹھ فوجی چھاؤنی کے بھارتی سپاہیوں کی پوری پلٹن نے بغاوت کردی۔ سپاہیوں نے دلّی کی طرف کوچ کیا۔ راستے میں ہزاروں عام شہری جوش و خروش کے ساتھ ان میں شامل ہوگئے۔ ۱۲رمئی ۱۸۵۷ء کو سپاہیوں نے دلّی پر قبضہ کرلیا۔ انھوں نے مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو جنگ کی قیادت سونپ دی۔ بھارت کے بادشاہ کی حیثیت سے ان کے نام کا اعلان کردیا۔

منگل پانڈے

جنگ کا پھیلنا : دلّی پر قابض ہوتے ہی سپاہیوں کی خوداعتمادی بڑھ گئی۔ بھارت کے دیگر مقامات کے سپاہیوں کو اس سے تحریک ملی۔ دیکھتے ہی دیکھتے جنگ کی یہ لہر پورے شمالی بھارت میں پھیل گئی۔ بہار سے لے کر راجپوتانہ تک انگریز چھاؤنیوں میں بھارتی سپاہیوں نے احتجاج کا پرچم بلند کردیا۔ لکھنؤ، الہ آباد، کانپور، بنارس، بریلی، جھانسی میں بھی احتجاج شروع ہوگیا۔ آگے چل کر یہ لہر جنوبی بھارت میں بھی پھیل گئی۔ ناگپور، ستارا، کولھاپور، نرگند کے مقامات پر بھی بغاوت ہوئی۔ ستارا کے چھترپتی کے وارث شاہ جی پرتاپ سنگھ اور وزیر رنگو باپو جی، کولھاپور کے چما صاحب، نرگند کے بابا صاحب بھاوے، ضلع احمد نگر کے سنگم نیر سے قریب کے بھاگوجی نائک وغیرہ اس جنگ میں پیش پیش تھے۔ ضلع ناشک کے پیٹھ، سرگانا کی رانی جیسی خواتین بھی شامل ہوگئیں۔ ۱۸۵۷ء میں خاندیش میں کجار سنگھ کی قیادت میں بھیلوں نے بغاوت کی اور ست پڑا کے اطراف میں شنکر شاہ نے جنگ کی قیادت کی۔

خاندیش کی جنگ میں تقریباً ۴۰۰ر بھیل عورتیں شریک ہوئی تھیں۔

جنگ کی قیادت : اٹھارھویں صدی میں مغلیہ سلطنت کے کمزور ہوتے ہی نادر شاہ، ابدالی جیسے غیر ملکیوں نے بھارت پر حملے شروع کردیے۔ مغلیہ سلطنت ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی، اس خیال کے تحت مراٹھوں نے غیر ملکی حملہ آوروں سے بھارت کی حفاظت کی ذمے داری اپنے سر لی۔ اسی جذبے کے ساتھ مراٹھا ابدالی کے خلاف پانی پت کے مقام پر لڑے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں کمزور مغلیہ سلطنت کے فرمانروا بہادر شاہ انگریزوں کے خلاف لڑنے میں ناکام ہیں، اس خیال کے پیشِ نظر بہادر شاہ کی قیادت کو قبول کرتے ہوئے نانا صاحب پیشوا، جھانسی کی رانی لکشمی بائی، تاتیا ٹوپے نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی باگ ڈور سنبھالی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اس جنگِ آزادی میں ہندو مسلم سبھی متحد دِکھائی دیتے ہیں۔ مولوی احمد اللہ، کنور سنگھ، مغل سپہ سالار بخت خان، بیگم حضرت محل نے مختلف مقامات پر جنگوں کی قیادت کی۔ دلّی، کانپور، لکھنؤ، جھانسی اور مغربی بہار کی جنگوں میں خاص طور پر شدت تھی۔

نانا صاحب پیشوا

تاتیا صاحب ٹوپے

رانی لکشمی بائی

بیگم حضرت محل

کنور سنگھ

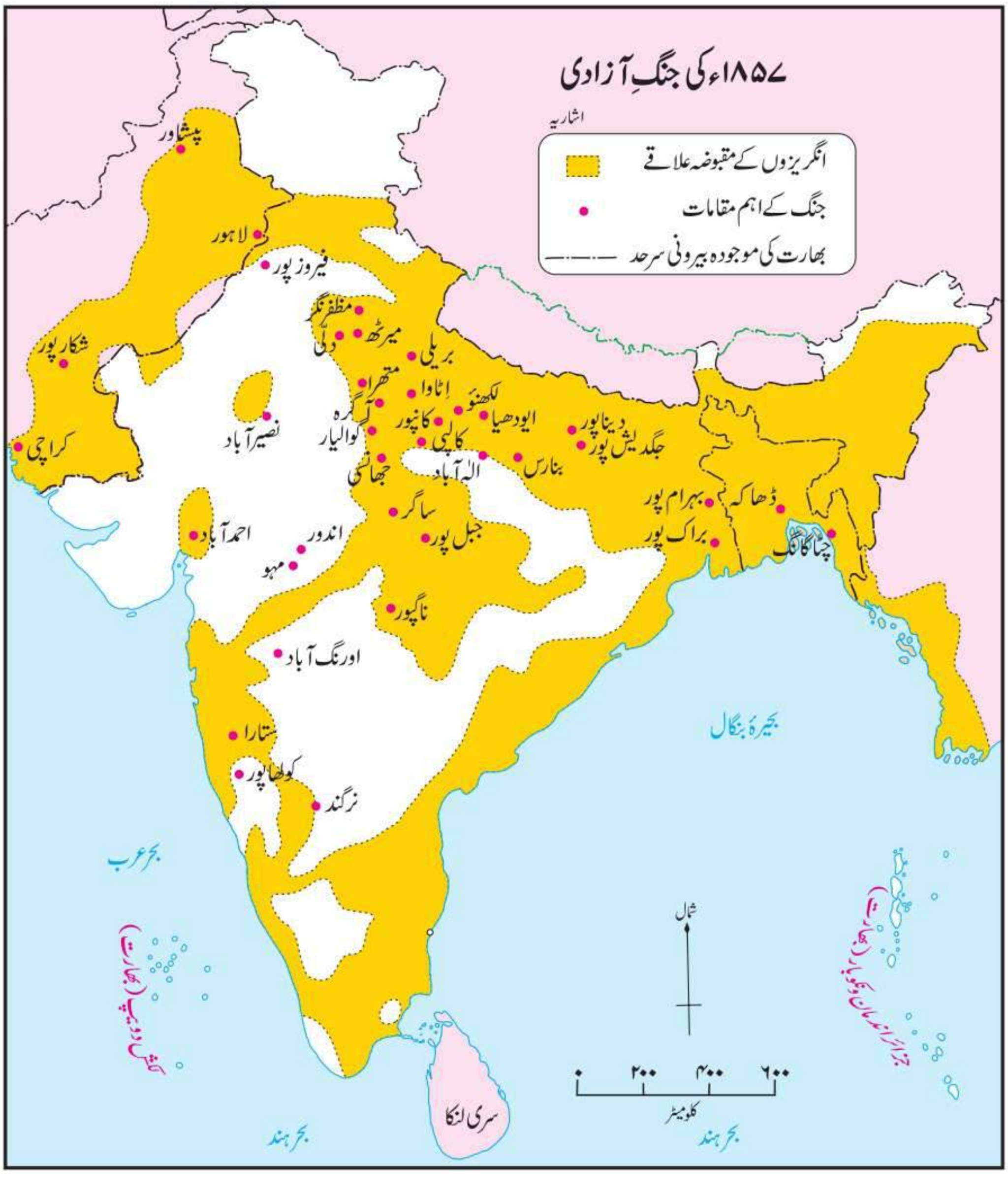

جنگ کا خاتمہ : بھارتیوں نے انگریزوں سے جان کی پروا کیے بغیر جنگ کی۔ اس میں فوجی، زمیندار، راجے مہاراجے، سپہ سالار اور عوام سبھی شامل تھے۔ بھارتی سپاہیوں کے طے شدہ وقت سے پہلے ہی جنگ شروع ہوگئی تھی۔ شروع میں بھارتی فوجیوں کو کامیابی ملی لیکن انگریز حکومت کے فوجیوں کی تعداد اور انتظامی صلاحیت بھرپور تھی۔ انگریزوں نے دامے درمے قدمے سخنے کی حکمت عملی کے ذریعے جنگ کا خاتمہ کیا۔ اس حملے سے انگریز حکومت جلد ہی سنبھل گئی اور اگلے چھ مہینے میں ان سارے مقامات کو دوبارہ حاصل کرلیا جن کا قبضہ گنوا دیا تھا۔ رانی لکشمی بائی، کنور سنگھ اور مولوی احمد اللہ مارے گئے۔ بہادر شاہ کو رنگون کی جیل میں قید کر دیا گیا۔ نانا صاحب اور بیگم حضرت محل

مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر

نے نیپال میں پناہ لی۔ تاتیا ٹوپے تقریباً دس مہینے انگریزوں سے لڑتے رہے لیکن غداروں کی وجہ سے وہ گرفتار ہوگئے۔ انگریزوں نے انھیں پھانسی پر چڑھا دیا۔ اس طرح ۱۸۵۸ء کے اختتام تک انگریزوں نے اس جنگ کو بڑی سختی کے ساتھ کچل دیا۔

اگرچہ جنگِ آزادی کی ابتدا بھارتی فوجیوں کی بے اطمینانی سے ہوئی تھی لیکن بعد میں کسان، کاریگر، عوام، ادی واسی انگریزوں کے خلاف متحد ہوگئے۔ انگریزوں کے مظالم سے آزاد ہونے کے لیے ہندوستانی عوام کی یہ مسلح جنگ تھی۔ اس جنگ میں ہندو، مسلمان، مختلف ذاتوں اور قبائل کے افراد اپنی پوری طاقت سے شامل ہوئے۔ سب کا مشترکہ مقصد انگریزوں کا بھارت سے صفایا کرنا تھا۔ اس جنگ کا اہم سبب آزادی کی تحریک تھی اس لیے اسے قومی واقعہ تسلیم کیا جاتا ہے۔

جنگ کی ناکامی کے اسباب : ۱۸۵۷ء کی جنگ درج ذیل اسباب کی بنا پر ناکام ہوئی۔

- **جنگ پورے بھارت میں نہیں ہوئی :** یہ جنگ پورے بھارت میں بیک وقت نہیں ہوئی۔ شمالی بھارت میں جنگ کی شدت زیادہ تھی۔ شمال میں بھی راجپوتانا، پنجاب، بنگال کا کچھ حصہ، شمال مشرقی بھارت کے علاقے اس جنگ سے دور رہے۔
- **متفقہ قیادت کا فقدان :** جنگ میں انگریزوں کے خلاف ملکی سطح پر متفقہ قیادت کا فقدان تھا یعنی کوئی مرکزی قائد نہیں تھا۔ اس وجہ سے انگریزوں کے خلاف مکمل طور پر متحد نہیں ہو سکے۔
- **راجوں مہاراجوں کی پشت پناہی کا فقدان :** انگریز حکومت سے جس طرح عوام پریشان تھے اسی طرح دیسی حکمراں بھی پریشان تھے۔ ان میں سے کچھ کو چھوڑ کر باقی سب انگریزوں کے وفادار رہے۔
- **فوجی صلاحیت کا فقدان :** ہندوستانی فوجی بہادر تھے لیکن بروقت مناسب حکمت عملی اختیار کرنے میں ناکام رہے۔ دلّی کو فتح کرنے کے بعد اس پر قبضہ برقرار نہ رکھ پائے۔ اس کے علاوہ سپاہیوں کے پاس ہتھیار بھی کافی نہیں تھے۔ انگریزوں کے پاس دولت کی فراوانی، تجربہ کار فوجی، جدید اسلحہ اور منظّم فوج تھی۔ مواصلاتی نظام ان کے قبضے میں تھا اس لیے ان کی نقل و حرکت تیزی سے ہوتی تھی۔ ان وجوہات کی بنا پر ہندوستانی سپاہی ان کے سامنے ٹک نہ سکے۔ جنگیں صرف طاقت سے نہیں بلکہ فوجی حکمت عملی سے جیتی جاتی ہیں۔
- **بین الاقوامی حالات انگریزوں کے موافق :** انگریزوں کی روس سے جاری کریمین جنگ اسی وقت ختم ہوئی تھی۔ اس میں انگریزوں کو فتح حاصل ہوئی تھی۔ دنیا کے کئی ملکوں سے ان کے تجارتی تعلقات تھے۔ انگریزوں کا بحری بیڑہ طاقتور تھا۔ بھارتی سپاہیوں کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی۔

جنگِ آزادی کے اثرات

ایسٹ انڈیا کمپنی کے اقتدار کا خاتمہ : کمپنی کے اقتدار کی وجہ سے بھارتیوں میں بے اطمینانی بڑھتی گئی اور اسی وجہ سے انگریز حکومت کو ۱۸۵۷ء کی جنگ کا سامنا کرنا پڑا۔ انگلستان کی ملکہ کو اس بات کا احساس ہوا۔ انھیں یقین ہوگیا کہ بھارت کا اقتدار اب کمپنی کے ہاتھ میں محفوظ نہیں ہے، اس لیے برطانوی پارلیمنٹ نے ۱۸۵۸ء میں ایک قانون بنا کر ایسٹ انڈیا کمپنی کے اقتدار کو ختم کردیا۔ گورنر جنرل کا عہدہ ختم کرکے وائسرائے کا عہدہ وجود میں آیا۔ لارڈ کیننگ آخری گورنر جنرل اور پہلا وائسرائے قرار دیا گیا۔ بھارت سے متعلق امور کی انجام دہی کے لیے انگلستان کی حکومت میں وزیرِ بھارت کا عہدہ تشکیل دیا گیا۔

ملکہ کا اعلان نامہ : انگلستان کی ملکہ وکٹوریہ نے بھارتیوں کو مخاطب کرکے ایک اعلان نامہ جاری کیا۔ اس اعلان نامے میں یقین دلایا گیا کہ تمام بھارتی ہماری رعایا ہیں۔ ذات، برادری، رنگ و نسل، مذہب یا جائے پیدائش کی بنیاد پر رعایا میں امتیاز نہیں کیا جائے گا۔ سرکاری ملازمتیں قابلیت کی بنیاد پر دی جائیں گی۔ مذہبی معاملات میں کسی بھی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ دیسی ریاستوں کے ساتھ کیے ہوئے معاہدوں پر عمل کیا جائے گا۔ کسی بھی بھارتی ریاست کا کسی بھی سبب سے الحاق

نہیں کیا جائے گا۔

بھارتی فوج کی تنظیمِ نو : فوج میں انگریز سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔ اہم مقامات پر انگریز افسران کی تقرری کی گئی۔ توپ خانہ مکمل طور پر انگریز افسران کے قبضے میں دے دیا گیا۔ سپاہیوں کی پلٹن ذات پات کی بنیاد پر تیار کی گئی۔ اس بات کا خیال رکھا گیا کہ آئندہ بھارتی سپاہی متحد ہوکر انگریز حکومت کے خلاف جنگ نہ کرسکیں۔

پالیسی میں تبدیلی : انگریزوں نے بھارتیوں کے سماجی اور مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرنے کی پالیسی اختیار کی۔ اسی کے ساتھ اس بات کی کوشش کی گئی کہ بھارتیوں میں سماجی اتحاد قائم نہ ہونے پائے۔ ان میں ذات، مذہب، رنگ ونسل اور علاقے کی بنیاد پر ہمیشہ تصادم جاری رہے اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے رنجش ہو۔ انگریز حکومت کی پالیسی تھی 'پھوٹ ڈالو، حکومت کرو'۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی وجہ سے بھارتیوں کو محسوس ہوا کہ انگریز حکومت کی مخالفت منظّم طریقے سے کرنا چاہیے۔ اس جنگ نے بھارت کی تحریکِ آزادی میں نئی روح پھونک دی۔

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کرکے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

(اُماجی نائک، جنگِ آزادی، لارڈ ڈلہوزی، وزیرِ بھارت، تاتیاٹوپے)

۱۔ سواتنتر ویر ساورکر نے ۱۸۵۷ء کی جنگ کو................. نام دیا تھا۔

۲۔ راموشی برادری کو منظّم کرکے .... نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کردی۔

۳۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد بھارت سے متعلق امور کی انجام دہی کے لیے انگلستان کی حکومت میں .... کا عہدہ تشکیل دیا گیا۔

۴۔ بھارت کی دیسی ریاستوں کا الحاق گورنر جنرل........... نے کیا۔

(۲) درج ذیل بیانات وجوہات کے ساتھ واضح کیجیے۔

۱۔ پائکوں نے انگریزوں کے خلاف مسلح جنگ کی۔

۲۔ ہندو اور مسلمان سپاہیوں میں بے اطمینانی پیدا ہوگئی۔

۳۔ بھارتی سپاہی انگریز فوج کے سامنے ٹک نہ سکے۔

۴۔ جنگِ آزادی کے بعد بھارتی فوج میں سپاہیوں کی پلٹن ذات پات کی بنیاد پر تیار کی گئی۔

۵۔ انگریزوں نے بھارتی صنعت وحرفت پر زبردست ٹیکس عائد کیا۔

(۳) درج ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے پسِ پشت کون سے سماجی اسباب تھے؟

۲۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں بھارتی کیوں ناکام ہوگئے؟

۳۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے اثرات لکھیے۔

۴۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد انگریزوں نے اپنی پالیسی میں کون سی تبدیلیاں کیں؟

سرگرمی

۱۔ سواتنتر ویر ساورکر کی کتاب '۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی' حاصل کیجیے اور پڑھیے۔

۲۔ بھارت کے نقشے کے خاکے میں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے مقامات دِکھائیے۔

A2RU9G

۵۔ سماجی اور مذہبی بیداری

انگریزی تعلیم کی توسیع کے ساتھ نئے نظریات، نئے خیالات اور نئے فلسفوں کی توسیع ہوئی۔ بھارتیوں کو مغربی خیالات اور تہذیب کا علم ہوا جس کی وجہ سے بھارتی سماج میں سماجی، مذہبی، معاشی اور تہذیبی جیسے تمام شعبوں میں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

تعلیم یافتہ افراد کو اس بات کا احساس ہونے لگا کہ بھارتی سماج کا پچھڑا پن، توہم پرستی، غلط رسم و رواج سے لگاؤ، ذات پات، اونچ نیچ کے گمراہ کن خیالات، بیداری اور تجزیاتی میلان کے فقدان کی وجہ سے ہے۔ ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے سماج میں موجود غلط رسومات کا سد باب کر کے انسانیت، مساوات اور بھائی چارہ جیسے اقدار پر مشتمل نئے سماج کی تشکیل کی ضرورت تھی۔ بھارتی سماج کے مختلف مسائل دور کرنے کے لیے تعلیم یافتہ فلسفیوں نے اپنے قلم سے بیداری لانے کا کام شروع کیا۔ اس دور میں بھارت میں شروع ہونے والے اس نظریاتی انقلاب کو 'قومی بیداری' کہا جاتا ہے۔

مذہبی اور سماجی اصلاحات کا دور

برہمو سماج : راجا رام موہن رائے نے ۱۸۲۸ء میں بنگال میں برہموسماج کی بنیاد ڈالی۔ انھوں نے کئی زبانوں اور مذاہب کا مطالعہ کیا تھا جس کی وجہ سے وہ وحدت الوجود کے قائل ہو گئے۔ وحدانیت، اونچ نیچ کا بھید بھاؤ نہ کرنا، رسومِ عبادات کی مخالفت، عبادت کا طریقہ وغیرہ برہمو سماج کی قدریں تھیں۔ راجا رام موہن رائے نے رسمِ ستی اور بچپن کی شادی کے طریقوں کی مخالفت کی۔ بیواؤں کی شادی اور عورتوں کی تعلیم (تعلیمِ نسواں) کی حمایت کی۔ انھوں نے کولکاتا میں ہندو کالج کی بنیاد رکھی۔ 'سنواد کومؤدی' نامی

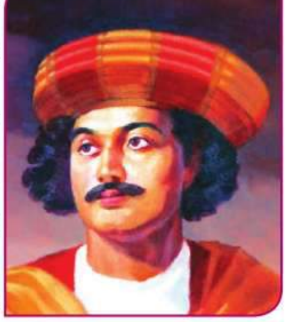
راجا رام موہن رائے

اخبار کے ذریعے عوامی بیداری کا کام کیا۔

پرارتھنا سماج : دادوبا پانڈورنگ ترکھڑکر نے ۱۸۴۸ء میں ممبئی میں 'پرم ہنس سبھا' کی بنیاد رکھی۔ آگے چل کر پرم ہنس سبھا تحلیل ہوگئی اور اسی کے چند اراکین نے پرارتھنا سماج کی بنیاد رکھی۔ دادوبا کے بھائی ڈاکٹر آتما رام پانڈورنگ 'پرارتھنا سماج' کے اوّلین صدر تھے۔ ممبئی یونیورسٹی کے نوجوان گریجویٹس کی شمولیت کی وجہ سے اس تنظیم کی اہمیت بڑھ گئی۔

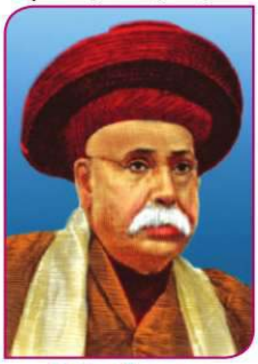
دادوبا پانڈورنگ ترکھڑکر

نیائے مورتی مہادیو گووند راناڈے، ڈاکٹر آر. جی بھنڈارکر نے پرارتھنا سماج کا کام آگے بڑھایا۔ مورتی پوجا کی مخالفت، وحدانیت اور رسوم پرستی کی مخالفت پرارتھنا سماج کے اُصول تھے اور ذکر وعبادت پر اس کا زور تھا۔ پرارتھنا سماج نے سماجی فلاح کے لیے یتیم خانے، تعلیمی ادارے برائے نسواں، مزدوروں کے لیے شبینہ مدارس اور دلتوں کے لیے تنظیمیں شروع کیں۔ پرارتھنا سماج کے رکن مہرشی وِٹھل رام جی شندے نے 'ڈِپریسڈ کلاسیس مشن' قائم کر کے اس کے ذریعے سماجی مسائل حل کرنے کی کوشش کی۔

ستیہ شودھک سماج : مہاتما جوتی راؤ پھلے نے ۱۸۷۳ء میں ستیہ شودھک سماج کی بنیاد رکھی۔ مساوات کی قدروں پر مشتمل سماج کی تعمیر کے لیے ستیہ شودھک سماج نے کام کیے۔ انھوں نے چھوت چھات کی مخالفت کی۔ بہوجن سماج کی تعلیم اور عورتوں کی تعلیم کو بڑھاوا دیا۔ جوتی راؤ پھلے نے 'غلام گیری'، 'برہمنا چے کسب'، 'شیتکریا چے آسوڈ'، 'سارو جنک ستیہ دھرم' جیسی کتابوں کے ذریعے سماجی بیداری لائی۔ مرد و زن اور انسانوں میں تفریق

مہاتما جوتی راؤ پھلے

پیدا کرنے والے رسم ورواج پر انھوں نے سخت تنقید کی۔

آریہ سماج : سوامی دیانند سرسوتی نے ۱۸۷۵ء میں آریہ سماج کی بنیاد رکھی۔ انھوں نے 'ستیارتھ پرکاش' نامی کتاب لکھی جو ویدوں کی نصیحتوں پر مشتمل ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ قدیم ویدک مذہب ہی سچا مذہب ہے جس میں ذات پات کو جگہ نہ تھی اور مرد وزن مساوی تھے۔ 'ویدوں کی طرف پلٹو' آریہ سماج کا نعرہ تھا۔ آریہ سماج نے ملک بھر میں اپنی شاخیں قائم کیں اور اسی کے توسط سے جگہ جگہ تعلیمی ادارے قائم کیے۔

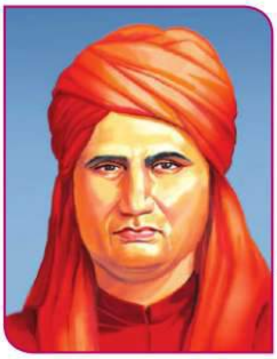

سوامی دیانند سرسوتی

رام کرشن مشن : رام کرشن پرم ہنس کے شاگرد سوامی وویکانند نے ۱۸۹۷ء میں رام کرشن مشن کی بنیاد رکھی۔ رام کرشن مشن نے عوامی خدمات انجام دیں۔ قحط زدہ لوگوں کی مدد، مریضوں اور مفلوک الحال لوگوں کی طبّی امداد، تعلیمِ نسواں اور روحانی ارتقا جیسے شعبوں میں اس مشن نے کام کیے اور آج بھی کررہا ہے۔ سوامی وویکانند ایک بہترین مقرّر تھے۔ ۱۸۹۳ء میں امریکہ کے شکاگو میں تمام مذاہب کے اجلاس میں انھوں نے ہندو مذہب کی نمائندگی کی۔ بھارت کی نوجوان نسل کے لیے انھوں نے 'اُٹھو، بیدار ہوجاؤ اور اپنے مقصد کے حصول تک رُکو نہیں' جیسا پیغام دیا۔

سوامی وویکانند

سکھ سماج میں اصلاحات : سکھوں میں اصلاحات کے لیے امرتسر میں 'سنگھ سبھا' قائم کی گئی۔ اس تنظیم نے سکھ سماج میں تعلیمی توسیع اور جدیدیت پیدا کی۔ 'اکالی تحریک' نے سکھ سماج میں اصلاحات کی روایت برقرار رکھی۔

خواتین سے متعلق اصلاحات : جب بھارت میں انگریز حکومت کی توسیع ہوئی اس وقت بھارت میں عورتوں کے حالات ابتر تھے۔ انھیں تعلیم حاصل کرنے کا حق نہیں تھا۔ ان کے ساتھ مساویانہ سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔ سماج میں بچپن کی شادی، جہیز، ستی کی رسمیں، چندیا کا منڈا دینا (منڈن)، بیواؤں کی شادی کی مخالفت جیسی رسومات عام تھیں۔ اس وقت کے گورنر لارڈ بینٹیک کو ستی کی رسم کو بند کرنے کا قانون بنانے میں راجا رام موہن رائے جیسے سماجی مصلح نے مدد کی۔ گوپال ہری دیشمکھ عرف لوک ہت وادی نے اخبارات کے ذریعے مساواتِ مرد وزن کو بڑھاوا دیا۔

گوپال ہری دیشمکھ

۱۸۴۸ء میں مہاتما پھلے نے پونہ کے بھڑے واڑا میں لڑکیوں کا پہلا اسکول شروع کیا جس میں ان کی بیوی ساوتری بائی نے ساتھ دیا۔ سماج کے تنگ نظر افراد کے ذریعے کی گئی تنقید کے باوجود ساوتری بائی نے تعلیمی کام جاری رکھا۔ مہاتما پھلے نے لڑکیوں کے قتل کی روک تھام کا مرکز خود اپنے گھر میں قائم کیا۔ منڈن کا طریقہ بند کرانے کے لیے حجاموں کی ہڑتال کروائی۔

ساوتری بائی پھلے

بیواؤں کی دوبارہ شادی کی رضامندی کے لیے پنڈت

ایشور چند وِدّیا ساگر، وِشنو شاستری پنڈت اور ویریش لنگم پنتلو نے خصوصی طور پر کوششیں کیں۔ گوپال گنیش آگرکر نے اپنے 'سدھارک' نامی اخبار میں بچپن کی شادی، رضامندی کی عمر کا قانون وغیرہ پر اپنے خیالات کا واضح اظہار کیا۔ مہرشی وِٹھل رام جی شندے نے ممبئی میں دیوداسی کی رسم کے خلاف اجلاس کیا۔ تارابائی

ویریش لنگم پنتلو

شندے نے 'استری پرش تلنا' کتاب کے ذریعے انتہائی سخت زبان میں عورتوں کے حقوق کی تائید کی۔ مہرشی دھونڈو کیشو کروے نے پونہ میں 'اناتھ بالیکا شرم' کی ابتدا کی۔ بیواؤں، مطلقہ کے ساتھ ساتھ تمام عورتوں کا تعلیم کے ذریعے خود کفیل ہونا ان کا مقصد تھا۔ انھی کی کوششوں سے بیسویں صدی میں بھارت کی پہلی یونیورسٹی برائے خواتین کا قیام ممکن ہوا۔ پنڈتا رما بائی نے 'شارداشرم' نامی ادارے کی بنیاد ڈال کر معذور لڑکے لڑکیوں اور عورتوں کی پرورش

مہرشی دھونڈو کیشو کروے

کی ذمہ داری سنبھالی۔ رما بائی راناڈے نے 'سیوا سدن' نامی ادارے کے توسط سے عورتوں کے لیے نرسنگ کا نصاب شروع کیا۔ انھوں نے عورتوں کے حق رائے دہی کے لیے حکومت سے درخواست کی۔ ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر نے اپنی تحریروں کے ذریعے عورتوں پر ہونے والے مظالم کی مخالفت کی۔ مہاتما گاندھی نے عورتوں کی تعلیم کو بڑھاوا دیا۔ جنگِ آزادی کی جدوجہد میں عورتوں کا اہم حصہ رہا ہے۔

عورتوں میں اصلاحی تحریکوں کی وجہ سے سماج کی غیر منصفانہ روایات کو ختم کرنے میں تعاون حاصل ہوا۔ عورتوں کو اپنے مسائل بیان کرنے کے لیے زبان ملی۔ خواتین اپنے خیالات تحریروں کے ذریعے پیش کرنے لگیں۔ تعلیم کی وجہ سے زندگی کے تمام شعبوں میں قابلیتوں اور صلاحیتوں میں اضافہ ہونے لگا۔

غور کیجیے -

* سماجی مصلح اگر عورتوں کی تعلیم کا آغاز نہ کرتے تو؟
* دورِ حاضر میں تعلیم کی وجہ سے عورتوں کی زندگیوں میں کون سی تبدیلیاں رونما ہوئیں؟
* کیا آپ کو لگتا ہے کہ آج بھی تعلیم نسواں کی کوششیں ہونی چاہئیں؟ اگر ہاں تو کس قسم کی کوششیں کی جائیں؟

مسلم معاشرے میں اصلاحی تحریک : عبداللطیف نے مسلم معاشرے میں تعلیمی بیداری کا آغاز کیا۔ انھوں نے بنگال میں 'دی محمڈن لٹریری سوسائٹی' نامی ادارے کی بنیاد رکھی۔

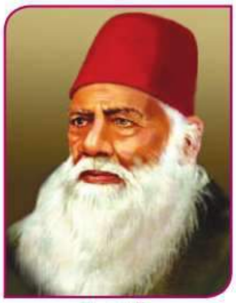

سرسیّد احمد خاں

سرسیّد احمد خاں نے 'محمڈن اینگلو اورینٹل کالج' قائم کیا۔ آگے چل کر یہی کالج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تبدیل ہوا۔ انھوں نے یورپی علوم اور ٹکنالوجی کو بڑھاوا دیا۔ ان کا خیال تھا کہ جب تک مسلمان مغربی علوم اور سائنس کو نہیں اپنائیں گے ان کی ترقی نہیں ہوسکتی۔

ہندو سماج میں تحریکیں : ہندو سماج کو احترام کا مقام دلانے کے لیے ۱۹۱۵ء میں 'ہندو مہا سبھا' نامی تنظیم قائم کی گئی۔ پنڈت مدن موہن مالویا نے 'بنارس ہندو یونیورسٹی' کی داغ بیل ڈالی۔ ڈاکٹر کیشو بلی رام ہیڈگیوار نے ۱۹۲۵ء میں 'راشٹریہ سویم سیوک سنگھ' نامی تنظیم ناگپور میں قائم کی۔ ہندو دھرم کو ماننے والے منظّم اور بااخلاق نوجوانوں کی تنظیم بنانا ان کا مقصد تھا۔ سواتنتر ویر ساورکر نے رتناگری میں ہندو مذہب کی تمام ذاتوں کو آزادانہ داخلہ دینے

ڈاکٹر کیشو بلی رام ہیڈگیوار

کیا آپ جانتے ہیں؟

دیگر شعبوں میں بیداری کا ارتقا : اصلاحی تحریکوں کی طرح بیداری کے عہد میں ادب، فن اور سائنس جیسے شعبوں میں ہونے والی ترقی اہم تھی۔ ادب کے شعبے میں گرودیو رابندر ناتھ ٹیگور اور سائنس کے شعبے میں سی وی رمن کو نوبیل انعام حاصل ہوا۔ اس سے ہم بھارت کی ترقی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس قسم کی ترقی کی وجہ سے جدید بھارت کی تشکیل ہوئی۔ قصے کہانیوں سے آزادی کی تحریک ملنے لگی۔ سماجی اصلاح کے خیالات منظرِ عام پر آنے لگے۔

اس دور میں خواتین نے بھی لکھنا شروع کیا۔ نئے نئے اخبارات اور رسائل سماجی اصلاح اور سیاسی بیداری کا ذریعہ بنے۔

شعبۂ فن میں بھی اسی دور میں ترقی ہوئی۔ موسیقی عوام میں بے حد مقبول ہونے لگی۔ بھارتی طرز اور مغربی آلات کے میل سے فنِ موسیقی کی نئی اقسام وجود میں آئیں۔

سائنس سے متعلق کئی کتابیں لکھی جانے لگیں۔ بھارت کی ترقی کے لیے تجربے پر مبنی اور سائنسی نظریے کی اہمیت لوگوں کو سمجھ میں آنے لگی۔

والے پتیت پاوَن مندر کی تعمیر کی اور سب کے ساتھ مل کر کھانا کھانے کا پروگرام منعقد کیا۔

جدید بھارت کی تاریخ میں بیداری کا کام اہم کارنامہ ہے۔ آزادی، مساوات اور حب الوطنی کے تصورات سے سرشار سماجی مصلحین نے سیاسی میدان میں قومی تحریکیں شروع کیں۔ اس کا مطالعہ ہم اگلے سبق میں کریں گے۔

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کرکے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

(سرسیّد احمد خاں، سوامی وویکانند، مہرشی وِٹھل رام جی شندے)

۱۔ رام کرشن مشن کی بنیاد.................. نے رکھی۔

۲۔ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کی بنیاد.................. نے رکھی۔

۳۔ ڈپریسڈ کلاسیس مشن کی بنیاد.................. نے رکھی۔

(۲) درج ذیل جدول مکمل کیجیے۔

سماجی مصلحین کے نام	تنظیم	اخبار/کتاب	تنظیم کے کام
راجا رام موہن رائے	....	سنواد کومؤدی	....
....	آریہ سماج	....	....
مہاتما پھلے	....	غلام گیری	....

(۳) درج ذیل بیانات وجوہات کے ساتھ واضح کیجیے۔

۱۔ بھارت میں سماجی و مذہبی بیداری کی تحریکیں شروع ہوئیں۔

۲۔ مہاتما پھلے نے حجاموں کی ہڑتال کروائی۔

(۴) نوٹ لکھیے۔

۱۔ رام کرشن مشن

۲۔ ساوتری بائی پھلے کی عورتوں سے متعلق اصلاحات

سرگرمی

۱۔ تعلیمِ نسواں کے عنوان پر اپنے اسکول میں مضمون نویسی کا مقابلہ منعقد کیجیے۔

۲۔ سماجی مصلحین کی تصاویر کا ذخیرہ کیجیے۔

A31QB4

بھارتیوں کی سماجی زندگی پر انگریزی تعلیم کے ملے جلے اثرات ہوئے۔ نئے تعلیم یافتہ سماج کے ذریعے لائی گئی بیداری کی وجہ سے حب الوطنی کے بیج بوئے گئے۔ بھارت کے مختلف علاقوں کی تحریکوں کی وجہ سے مختلف علاقوں کی سیاسی تنظیموں کو یکجا کرنا ممکن ہوا۔ سیاسی طور پر بیدار مختلف گروہوں اور افراد کو ایک جگہ لاکر ملکی مفاد کی طرف توجہ مرکوز کی گئی اور ملکی عزائم کا اظہار کرنے کے لیے ملکی سطح پر ایک سیاسی تنظیم بنانے کے لیے مناسب ماحول تیار ہوگیا۔

انگریز حکومت میں انتظامی مرکوزیت : انگریز حکومت کی وجہ سے بھارت میں حقیقی معنوں میں مرکوزیت کا آغاز ہوا۔ ملک میں یکساں پالیسی اور قانون کی نظر میں مساوی درجے کی وجہ سے لوگوں میں یکجہتی کا جذبہ پروان چڑھا۔ انگریزوں نے اپنی انتظامی سہولتوں اور فوج کی تیز رفتار نقل و حرکت کے لیے ریل کے راستوں اور سڑکوں کا جال بچھایا لیکن ان بنیادی سہولیات کا فائدہ بھارتیوں کو بھی ہوا۔ مختلف ریاستوں کے باشندوں میں باہمی روابط میں اضافہ ہوا اور قومی اتحاد کے جذبے کو فروغ حاصل ہوا۔

معاشی استحصال : بھارتی دولت کئی ذرائع سے برطانیہ منتقل ہونے لگی۔ برطانیہ کی سامراجیت کی پالیسی کی وجہ سے بھارت کا معاشی استحصال ہونے لگا۔ کسانوں کو زبردستی نقدی فصلیں اُگانے پر مجبور کرنے، لگان کے بوجھ اور مسلسل قحط سالی کی وجہ سے بھارتی زراعت کی کمر ٹوٹ گئی۔ روایتی صنعت و حرفت کے خاتمے سے بے کاری میں اضافہ ہوا۔ سرمایہ داروں کی جانب سے مزدور طبقے کا استحصال ہونے لگا۔ متوسط طبقے پر نئے نئے ٹیکس کا بوجھ لادا گیا جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں بے اطمینانی کا لاوا اُبلنے لگا۔

مغربی تعلیم : مغربی تعلیم کی توسیع کی وجہ سے بھارتیوں کو انصاف، آزادی، مساوات اور جمہوریت جیسے نئے خیالات و نظریات سے آشنائی ہوئی۔ بھارتیوں نے عقلیت پسندی، سائنسی رجحانات، انسانیت اور قومیت جیسی قدروں کو اپنایا جس کی وجہ سے ان میں یہ احساس پیدا ہوا کہ ہم ملک کا کام کاج چلانے کے اہل ہیں اور ان قدروں کی بنیاد پر ملک کو ترقی کی طرف لے جاسکتے ہیں۔ لسانی اعتبار سے متنوع بھارت کو انگریزی زبان کی وجہ سے رابطے کا ایک نیا ذریعہ حاصل ہوا۔

بھارت کی قدیم تاریخ کا مطالعہ : انگریزوں نے کولکاتا میں 'ایشیاٹک سوسائٹی' قائم کی۔ کئی بھارتی اور مغربی دانشوروں نے بھارتی تہذیب کے مطالعے کی ابتدا کی۔ سنسکرت، فارسی اور بھارت کی دیگر زبانوں کے قلمی نسخوں کی تحقیق کرکے انھیں شائع کیا۔ ڈاکٹر بھاؤ داجی لاڈ، ڈاکٹر آر.جی بھنڈارکر جیسے بھارتی دانشوروں نے قدیم بھارت کی تہذیب کا گہرا مطالعہ کیا۔ اپنے قدیم تہذیبی ورثے کے بارے میں جان کر بھارتیوں میں فخر کا احساس پیدا ہوا۔ گزشتہ ایک صدی سے 'بھنڈارکر پراچیہ وِدّیا سنشودھن مندر' نامی ادارہ پونہ میں سرگرمِ عمل ہے۔

ڈاکٹر بھاؤ داجی لاڈ

ڈاکٹر آر.جی بھنڈارکر

اخبارات کا کردار : اسی زمانے میں انگریزی اور علاقائی زبانوں میں اخبارات و رسائل شائع ہونے لگے۔ ان اخبارات سے سیاسی و سماجی بیداری پیدا ہونے لگی۔ درپن، پربھاکر، ہندو، امرت بازار پتریکا، کیسری اور مراٹھا جیسے اخبارات کے ذریعے

سرکاری پالیسیوں پر تنقید ہونے لگی۔

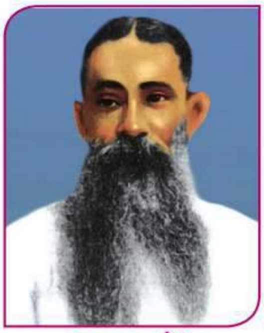

ویومیش چندر بینرجی

قومی جماعت کا قیام :

۲۸؍ دسمبر ۱۸۸۵ء کو ممبئی کے گوکل داس تیج پال سنسکرت اسکول میں قومی جماعت کا پہلا اجلاس منعقد کیا گیا۔ ملک کی مختلف ریاستوں سے ۷۲؍ نمائندے اس اجلاس میں شریک ہوئے۔ کولکاتا کے مشہور وکیل ویومیش چندر بینرجی اس اجلاس کے صدر تھے۔ ان سب نے مل کر اس اجلاس میں بھارتی قومی جماعت (انڈین نیشنل کانگریس) کی بنیاد ڈالی۔ برطانوی افسر ایلن آکٹووین ہیوم نے اس تنظیم کے قیام میں پیش قدمی کی۔ اس اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ انتظامِ حکومت میں بھارتیوں کو زیادہ نمائندگی دی جائے اور انگریز حکومت فوج کے اخراجات میں کمی کرے۔ ان مطالبات کو میمورنڈم کی شکل میں برطانوی حکومت کو پیش کیا گیا۔

قومی جماعت (انڈین نیشنل کانگریس) کے مقاصد :

بھارت کے مختلف علاقوں کے لوگوں کو مذہب، نسل، زبان اور علاقائی تفریق بھلا کر یکجا کرنا، ایک دوسرے کے مسائل جان کر اس پر غور وفکر کرنا، لوگوں میں اتحاد کا جذبہ پیدا کرنا اور قومی ترقی کے لیے کوششیں کرنا قومی جماعت کے مقاصد تھے۔

اعتدال پسندوں کا دور (۱۸۸۵ء تا ۱۹۰۵ء) : اپنے قیام کے بعد قومی جماعت کا کام سست روی سے مگر مسلسل جاری تھا۔ قومی جماعت کے رہنما حقیقت پسند اور اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ انھیں اس بات کا علم تھا کہ منظّم کارروائیوں سے ہی بنیاد مضبوط ہوگی۔ ان پر مغربی دانشوروں کی روشن خیالی، آزادی، مساوات اور اخوت جیسی قدروں کا اثر تھا۔ انھیں آئینی طریقوں پر اعتبار تھا۔ انھیں اُمید تھی کہ اگر وہ آئینی طریقوں پر چل کر اپنے مطالبات انگریزوں کے سامنے رکھیں گے تو وہ ان مطالبات کو منظور کریں گے۔ گوپال کرشن گوکھلے، فیروز شاہ مہتا، سریندر ناتھ بینرجی وغیرہ اعتدال پسند رہنما تھے۔

قومی جماعت کے اجلاس میں مختلف قراردادیں پیش کی گئیں مثلاً صوبائی قانون ساز اداروں میں عوامی نمائندگی ہو، تعلیم یافتہ بھارتیوں کو نوکریاں دی جائیں، فوج کے بڑھتے ہوئے اخراجات میں کمی کی جائے، عوام کے قانونی حقوق کا تحفظ ہو اس لیے مجلسِ عاملہ اور عدلیہ کو الگ کیا جائے۔

قومی تحریک میں پھوٹ ڈالنے کے لیے بعد کے دور میں انگریزوں نے 'پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو' کی پالیسی اختیار کی۔

انتہا پسندوں کا دور (۱۹۰۵ء تا ۱۹۲۰ء) : سیاسی نقطۂ نظر سے بیدار بھارت کے تمام رہنما ذات، مذہب، زبان وعلاقے کا فرق بھلا کر قومی جماعت کے پرچم تلے یکجا ہو رہے تھے۔ قومی جماعت کے مقاصد اور آئینی طریقوں سے تحریک کو استحکام عطا کرنے پر ہم خیال ہونے کے باوجود ان کے طریقۂ کار میں اختلاف تھا۔ یہ نظریاتی اختلاف تھا۔ سیاسی تحریک میں اس اختلاف کی وجہ سے دو اہم گروہ بن گئے۔ آزادی کے لیے امن (آئین) کا معتبر راستہ اختیار کرنے والوں کو اعتدال پسند (نرم دَل) اور جدوجہد کے طریقے میں شدت اختیار کرنے والوں کو انتہا پسند (گرم دَل) کہا جاتا ہے۔ لالا لجپت رائے، بال گنگادھر تلک اور بپن چندر پال (لال، بال، پال) انتہا پسندوں کے رہنما تھے۔

لوک مانیہ تلک

ابتدائی دور میں انتہا پسند رہنماؤں نے بھارتی عوام میں سیاسی بیداری لانے کے لیے اخبارات، قومی تہوار اور قومی تعلیم جیسے ذرائع کا استعمال کیا۔ 'کیسری' اور 'مراٹھا' اخبارات کے ذریعے لوک مانیہ تلک نے حکومت کے مظالم پر کڑی تنقید کی۔ بنگال کے علاقے میں 'امرت بازار پتریکا' انتہا پسندوں کے

نظریات کی ترجمانی کرنے والا اخبار تھا۔ آپسی بھید بھاؤ کو بھول کر عوام متحد ہوں، قومی اشخاص کے کارناموں سے عوام میں تحریک پیدا ہو، اس مقصد کے تحت تلک نے شیوجینتی اور گنیش اُتسو کا انعقاد کیا۔ ان کا خیال تھا کہ سیاسی وجوہات کی بنا پر عوام یکجا ہوں گے تو حکومت ان پر پابندی عائد کرے گی مگر مذہبی وجوہات کی بنا پر لوگوں کے ایک جگہ آنے پر حکومت پابندی نہیں لگا سکتی۔ تلک نے منڈالے جیل میں 'گیتا رہسیہ' نامی کتاب لکھی جس کا مرکزی خیال اعمال پر مبنی عبادت اور عوام کے سرگرمِ عمل رہنے پر زور تھا۔

اپنی زبان اور تہذیب کے تئیں اُلفت اور عقیدت رکھنے والی نسل کی تیاری کے لیے انتہا پسندوں نے تعلیمی ادارے قائم کیے۔ انتہا پسند رہنماؤں کا خیال تھا کہ لاکھوں لوگ آزادی کی تحریک میں حصہ لے کر حکومت کو چیلنج کر کے جدوجہد کریں تبھی کامیابی حاصل ہوگی۔ ان کا خیال تھا کہ اس تحریک کو مزید تیز کیا جائے لیکن مسلح بغاوت کی بجائے وسیع عوامی تحریک کے قیام پر زور دیا۔ اعتدال پسندوں نے تحریکِ آزادی کی بنیاد رکھی اور انتہا پسندوں نے اس تحریک کو آگے بڑھایا۔

۱۸۹۷ء میں پونہ میں ہیضے کی وبا نے قہر برپا کر دیا تھا۔ سیکڑوں افراد موت کا شکار ہو گئے۔ اس وبا پر قابو پانے کے لیے رینڈ نامی افسر کو تعینات کیا گیا۔ ہیضے کے مریضوں کی تلاش میں گھروں کی تلاشی لی جانے لگی، عوام پر مظالم ڈھائے جانے لگے۔ اس بات کا بدلہ لینے کے لیے چاپھیکر برادران نے اس کا قتل کر دیا۔ حکومت نے اس قتل کا تعلق تلک سے جوڑنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے۔ پھر بھی انتقامی جذبے کے تحت حکومت نے انھیں جیل میں ڈال دیا۔

تقسیمِ بنگال : انگریزوں نے ہندو مسلم کے درمیان نفرت کا بیج بو کر 'پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو' کی پالیسی پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔ وائسرائے لارڈ کرزن نے اسے بڑھاوا دیا۔ بنگال ایک وسیع صوبہ تھا۔ انتظامی سہولت کے اعتبار سے اس صوبے کے انتظام میں دشواری کا بہانہ بنا کر لارڈ کرزن نے ۱۹۰۵ء میں بنگال کی تقسیم کا اعلان کیا۔ اس تقسیم کی وجہ سے مسلمانوں کی کثیر آبادی والا علاقہ مشرقی بنگال اور ہندوؤں کی کثیر آبادی والا علاقہ مغربی بنگال ایسے دو حصوں میں بٹ گیا۔ تقسیم کے ذریعے ہندو مسلم سماج میں پھوٹ ڈال کر قومی تحریک کو کمزور کرنا اس کا پوشیدہ مقصد تھا۔

ونگ بھنگ تحریک : نہ صرف بنگال بلکہ پورے بھارت میں اس تقسیم کی مخالفت میں رائے عامہ بیدار ہوئی۔ ۱۶/اکتوبر یعنی تقسیمِ بنگال کے دن کو 'قومی یومِ ماتم' کے طور پر منایا گیا۔ پورے ملک میں مذمتی جلسوں کے ذریعے حکومت کی مذمت کی گئی۔ ہر طرف 'وندے ماترم' کا گیت گایا جانے لگا۔ اتحاد کی علامت کے طور پر راکھی بندھن کی تقریب منعقد کی گئی۔ سرکاری اسکولوں اور کالجوں کا بائیکاٹ کر کے طلبہ کثیر تعداد میں اس تحریک میں شریک ہوئے۔ سریندر ناتھ بینر جی، آنند موہن بوس، رابندر ناتھ ٹیگور نے ونگ بھنگ تحریک کی قیادت کی۔ اس تحریک کی وجہ سے قومی جماعت کا دائرہ وسیع ہو گیا اور یہ قومی تحریک بن گئی۔ بے اطمینانی کی لہر دیکھ کر ۱۹۱۱ء میں انگریزوں نے بنگال کی تقسیم رد کر دی۔

قومی جماعت کا چار نکاتی پروگرام : ۱۹۰۵ء میں ہونے والے قومی جماعت کے اجلاس کے صدر رکن کونسل گوکھلے تھے۔ انھوں نے ونگ بھنگ تحریک کی حمایت کی۔ ۱۹۰۶ء کے اجلاس کے صدر دادا بھائی نوروجی تھے۔ دادا بھائی نوروجی نے پہلی مرتبہ اسٹیج سے 'سوراج' لفظ کا استعمال کیا۔ اپنے صدارتی خطبے میں انھوں نے پیغام دیا کہ ''متحد کرو، خوب کوشش کرو اور سوراج حاصل کرو تاکہ آج جو لاکھوں برادرانِ وطن مفلوک الحال، بھوک اور بیماریوں کا شکار ہو رہے ہیں، انھیں بچایا جا سکے اور ترقی یافتہ ممالک میں

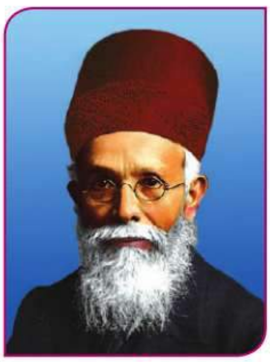

دادا بھائی نوروجی

بھارت کو اس کا مقام واپس دلایا جاسکے۔'' اس اجلاس میں قومی جماعت (انڈین نیشنل کانگریس) نے سوراج، سودیشی، قومی تعلیم اور بائیکاٹ کے چار نکاتی پروگرام کو متفقہ طور پر منظوری دی۔ سودیشی تحریک کی وجہ سے ہم خود مختار اور خود کفیل بن سکتے ہیں۔ سودیشی طریقہ اختیار کرنے کے لیے ہمیں ملک کا سرمایہ، وسائل و ذرائع، نفری قوت اور دیگر تمام قوتیں یکجا کرنا ہوں گی جس سے ملک کی ترقی ممکن ہوگی۔ ولایتی اشیا اور مال کا بائیکاٹ (مقاطعہ) پہلا مرحلہ ہے جبکہ ولایتی حکومت کا بائیکاٹ اگلا مرحلہ قرار پایا۔ ان رہنماؤں کا خیال تھا کہ بائیکاٹ کے ذریعے انگریز حکومت کی جڑوں پر وار کیا جاسکتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

رکن کونسل گوپال کرشن گوکھلے نے ۱۹۰۵ء میں 'بھارت سیوک سماج' کی بنیاد رکھی۔ عوام میں حب الوطنی پیدا کرکے اپنے مفاد کی قربانی کی تعلیم دینا، مذہب اور ذات کا فرق مٹا کر سماجی مساوات پیدا کرنا اور تعلیم کو فروغ دینا بھارت سیوک سماج کے اہم مقاصد تھے۔

گوپال کرشن گوکھلے

انتہا پسندوں اور اعتدال پسندوں میں اختلاف رائے :
قومی جماعت (انڈین نیشنل کانگریس) میں نظریاتی اختلاف ۱۹۰۷ء کے سورت اجلاس میں انتہا کو پہنچ گیا۔ اعتدال پسندوں کی کوشش تھی کہ سودیشی اور بائیکاٹ کی تجاویز ترک کی جائیں جبکہ انتہا پسندوں کی کوشش تھی کہ اعتدال پسند اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوں۔ گوکھلے، سریندر ناتھ بینرجی، فیروز شاہ مہتا جیسے اعتدال پسند رہنماؤں نے الزام عائد کیا کہ انتہا پسند قومی جماعت پر قابض ہونے کی کوشش کررہے ہیں۔ لالا لجپت رائے نے مفاہمت کی کوشش کی۔ تلک کا خیال تھا کہ قومی جماعت ملکی پلیٹ فارم ہے، اس میں پھوٹ ڈالنا مناسب نہیں۔ اجلاس کے وقت کشیدگی بڑھ گئی اور باہمی مفاہمت ناکام رہی۔ آخر کار قومی جماعت (انڈین نیشنل کانگریس) تقسیم ہوگئی۔

انگریز حکومت کا جبر و استبداد : ونگ بھنگ تحریک کے بعد شروع ہونے والے زبردست عوامی احتجاج سے انگریز حکومت بے چین ہوگئی۔ اس احتجاج پر قابو پانے کے لیے حکومت نے جبر و استبداد کی پالیسی اختیار کی۔ عوامی جلسوں پر قانونی پابندی عائد کی گئی۔ اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت سزائیں دی گئیں۔ اسکول کے طلبہ کو بھی مارا پیٹا گیا۔ اخبارات پر مختلف پابندیاں لگائی گئیں۔ حکومت پر تنقید کرنے کے الزام میں کئی چھاپہ خانے (پریس) ضبط کیے گئے۔ مضمون نگاروں اور مدیروں کو جیل میں ڈالا گیا۔ حکومت نے انتہا پسندوں کے خلاف سخت کارروائی کی۔ بنگال میں اس کا شدید ردِّعمل ہوا۔ انقلابیوں نے گولیاں چلانا، بم سے حملے کرنا جیسے طریقے اپنائے۔ ان بم حملوں کی حمایت کیسری اخبار میں کرنے والے لوک مانیہ تلک کو حکومت سے غداری کے الزام میں گرفتار کرکے چھے سال کے لیے میانمار کی منڈالے جیل میں بھیج دیا گیا۔ بپن چندر پال کو سخت قید کی سزا دی گئی اور لالا لجپت رائے کو پنجاب سے شہر بدر کر دیا گیا۔

پال-بال-لال

مسلم لیگ کا قیام : ونگ بھنگ تحریک میں قومی جماعت کو عوام سے ملنے والی زبردست حمایت دیکھ کر انگریز حکومت بے چین ہوگئی۔ انگریزوں نے 'پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو' کی

پالیسی پر دوبارہ عمل کیا۔ انگریزوں نے اس خیال کی تشہیر شروع کی کہ مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے مسلمانوں کی علیحدہ سیاسی تنظیم ہونی چاہیے۔ برطانوی حکومت کی اس حوصلہ افزائی کی وجہ سے مسلم سماج کے اعلیٰ طبقے کے ایک وفد نے آغا خان کی قیادت میں گورنر جنرل لارڈ منٹو سے ملاقات کی۔ لارڈ منٹو اور دیگر برطانوی افسران کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے ۱۹۰۶ء میں 'مسلم لیگ' کا قیام عمل میں آیا۔

مورلے-منٹو قانون : انگریز حکومت کے کاموں کے خلاف بھارتی عوام میں بے اطمینانی تھی۔ عوام کا خیال تھا کہ بھارتی عوام کی بدحالی کی اہم وجہ انگریزوں کی معاشی پالیسی ہے۔ کرزن کے جبر و استبداد، تعلیم یافتہ بھارتیوں کو ملازمتیں نہ دینا اور افریقہ میں بھارتیوں کے ساتھ ناروا سلوک، ان وجوہات کی بنا پر عوام کی بے چینی میں اضافہ ہوا۔ بھارتیوں کی اس بے اطمینانی کے زخم کی عارضی مرہم پٹی کے لیے ۱۹۰۹ء میں 'مورلے-منٹو اصلاحات قانون' نافذ کیا گیا۔ اس قانون کے تحت مجلسِ مقنّنہ میں بھارتی نمائندوں کی تعداد میں اضافہ کیا گیا اور چند نامزد بھارتی نمائندوں کو مجلسِ مقنّنہ میں شامل کرنے کی گنجائش نکالی گئی۔ اسی قانون کے تحت مسلمانوں کے لیے علیحدہ حلقۂ انتخاب کی منصوبہ بندی کی گئی۔ برطانیہ کی اس امتیازی پالیسی نے بھارت میں نفاق کا بیج بو دیا۔

لکھنؤ معاہدہ : ۱۹۱۶ء میں قومی جماعت کے لکھنؤ اجلاس میں لوک مانیہ تلک کی قیادت میں قومی جماعت کے اختلافات مٹانے کی کوشش کی گئی۔ اسی سال قومی جماعت اور مسلم لیگ کے درمیان مصالحت ہوئی۔ اسے 'لکھنؤ معاہدہ' کہا جاتا ہے۔ اس معاہدے کی رو سے بھارتی قومی جماعت نے مسلمانوں کے علیحدہ حلقۂ انتخاب کو منظور کرلیا۔ اسی طرح مسلم لیگ نے بھی بھارت کے سیاسی حقوق کے حصول میں کانگریس کا ساتھ دینا قبول کیا۔

ہوم رول تحریک : ۱۹۱۴ء میں جب تلک منڈالے جیل سے رہا ہوئے اس وقت یورپ میں پہلی عالمی جنگ کا آغاز ہوچکا تھا۔ اس جنگ کے اثرات براہِ راست بھارت پر بھی ہوئے۔ روزمرہ ضروریات کی اشیا کے دام بڑھنے لگے، انگریز حکومت نے بھارتیوں پر مختلف پابندیاں عائد کیں جس سے بھارتیوں میں بے اطمینانی بڑھنے لگی۔ ان حالات میں ڈاکٹر اینی بیسنٹ اور لوک مانیہ تلک نے ہوم رول تحریک شروع کی۔ اپنا انتظامِ حکومت اپنے طور پر خود انجام دینے کو 'ہوم رول' کہتے ہیں۔ اسے 'خودمختار حکومت' بھی کہا جاتا ہے۔

ڈاکٹر اینی بیسنٹ

آئرلینڈ میں بھی نوآبادیاتی نظام کے خلاف اس قسم کی تحریک شروع ہوگئی تھی۔ اسی بنیاد پر بھارتی ہوم رول تحریک نے برطانیہ سے خودمختار حکومت کا مطالبہ کیا۔ ڈاکٹر اینی بیسنٹ اور لوک مانیہ تلک نے پورے ملک کا طوفانی دورہ کرکے خودمختاری کا مطالبہ عوام تک پہنچایا۔ انھوں نے بڑے شد و مد کے ساتھ کہا 'سوراج میرا پیدائشی حق ہے اور میں اسے حاصل کرکے رہوں گا۔'

پہلی عالمی جنگ اور بھارت : یورپ کے جنگی حالات، بھارت کے عوام میں پھیلتی ہوئی بے اطمینانی اور ہوم رول تحریک کی بڑھتی ہوئی مقبولیت، ان حالات میں انگریزوں کو بھارتی عوام کا تعاون حاصل کرنا ضروری تھا اس لیے برطانوی حکومت نے اصلاحات میں پیش قدمی کے طور پر بھارتیوں کو کچھ سیاسی اختیارات دینا طے کیا۔ ۱۹۱۷ء میں وزیرِ بھارت لارڈ مانٹیگو نے اعلان کیا کہ برطانوی حکومت بھارت کو بتدریج خودمختاری کا حق اور حکومت کی ذمے داری سونپ دے گی۔ لوک مانیہ تلک نے اعلان کیا کہ اگر حکومت بھارتیوں کے مطالبات کے سلسلے میں ہمدردی اور مفاہمت کا طریقہ اپنائے گی تو بھارت کے عوام بھی حکومت کی مدد کریں گے۔ لوک مانیہ تلک کے اس اعلان کو 'جوابی تعاون' کہتے ہیں۔

مانٹیگو-چیمسفرڈ قانون : ۱۹۱۹ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے بھارت میں دستوری اصلاحات کے لیے ایک قانون بنایا جسے 'مانٹیگو-چیمسفرڈ قانون' کہتے ہیں۔ اس قانون کی رو سے غیر اہم محکمے بھارتی وزرا کے سپرد کیے گئے لیکن مالیات، محصول اور داخلہ جیسے اہم محکمے گورنر کے قبضے میں ہی تھے۔ ۱۹۱۹ء کے قانون کی رو سے بھارتیوں کے ذمہ دار حکومت کے مطالبے کو اہمیت نہیں دی گئی۔ اس قانون نے سب کی اُمیدوں پر پانی پھیر دیا۔ لوک مانیہ تلک نے اس قانون پر سخت الفاظ میں تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ''یہ سوراج ہے نہ ہی اس کی بنیاد۔'' تمام بھارتیوں میں احساس پیدا ہوا کہ حکومت کو جھکانے کے لیے تحریکوں کو مزید تیز کرنا ہوگا۔ بھارت ایک نئے احتجاج کے لیے تیار ہوگیا۔

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کرکے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

۱۔ بھارت سیوک سماج کی بنیاد.................. نے رکھی۔

(الف) گنیش واسودیو جوشی (ب) بھاؤ داجی لاڈ

(ج) ایم جی راناڈے (د) گوپال کرشن گوکھلے

۲۔ قومی جماعت کا پہلا اجلاس................ میں منعقد کیا گیا۔

(الف) پونہ (ب) ممبئی

(ج) کولکاتا (د) لکھنؤ

۳۔ 'گیتا رہسیہ' نامی کتاب.................. نے لکھی۔

(الف) لوک مانیہ تلک (ب) دادا بھائی نوروجی

(ج) لالا لجپت رائے (د) بپن چندر پال

(۲) نام لکھیے۔

۱۔ اعتدال پسند رہنما

۲۔ انتہا پسند رہنما

(۳) درج ذیل بیانات وجوہات کے ساتھ واضح کیجیے۔

۱۔ جنگِ آزادی میں بھارتیوں میں فخر کا احساس بیدار ہوا۔

۲۔ قومی جماعت میں دو گروہ بن گئے۔

۳۔ لارڈ کرزن نے بنگال کی تقسیم کرنا طے کیا۔

(۴) نوٹ لکھیے۔

۱۔ قومی جماعت کے مقاصد

۲۔ ونگ بھنگ (تقسیم بنگال) تحریک

۳۔ قومی جماعت کا چار نکاتی پروگرام

(۵) درج ذیل نکات کی مدد سے قومی جماعت کے قیام کا پس منظر بیان کیجیے۔

- انتظامی مرکوزیت
- معاشی استحصال
- مغربی تعلیم
- بھارت کی قدیم تاریخ کا مطالعہ
- اخبارات کا کردار

سرگرمی

انٹرنیٹ کی مدد سے قومی جماعت کے ابتدائی دور کے رہنماؤں سے متعلق معلومات حاصل کیجیے۔

A3ALCR

۷۔ تحریک عدم تعاون

۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۷ء تک کا آزادی کی تحریک کا دور 'عہدِ گاندھی' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ۱۹۲۰ء میں لوک مانیہ تلک کی موت کے بعد قومی تحریک کی باگ ڈور مہاتما گاندھی کے ہاتھ میں آ گئی۔ گاندھی جی نے ستیہ، اہنسا اور ستیہ گرہ جیسی قدروں کی بنیاد پر تحریکِ آزادی کو نئی سمت عطا کی۔ گاندھی جی کی با اثر قیادت میں اس تحریک کو وسعت ملی اور بھارت کی جنگِ آزادی کے ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔

جنوبی افریقہ میں گاندھی جی کی کارکردگی : ۱۸۹۳ء میں وکالت کے کام سے مہاتما گاندھی جنوبی افریقہ گئے تھے۔ جنوبی افریقہ برطانیہ کی نوآبادی تھی۔ صنعت وحرفت، کاروبار اور تجارت نیز دیگر نوکریوں کے سلسلے میں وہاں کئی بھارتی بس گئے تھے۔ وہاں کے بھارتی عوام کے ساتھ مجرموں جیسا سلوک کیا جاتا۔ جگہ جگہ ان کی بے عزتی کی جاتی۔ ۱۹۰۶ء میں حکومت نے ایک فرمان جاری کیا جس کی رو سے سیاہ فاموں کو شناختی کارڈ رکھنا ضروری تھا اور ان کی آزادی پر پابندی لگائی گئی تھی۔ اس ناانصافی کے خلاف گاندھی جی نے ستیہ گرہ کا راستہ اپنا کر وہاں کے لوگوں کو انصاف دِلایا۔

مہاتما گاندھی

گاندھی جی کی بھارت میں آمد : ۹/جنوری ۱۹۱۵ء کو گاندھی جی جنوبی افریقہ سے بھارت لوٹے۔ رکن کونسل گوپال کرشن گوکھلے کے مشورے سے انھوں نے پورے ملک کا دورہ کیا۔ عام لوگوں کا دکھ اور بدحالی دیکھ کر وہ غمگین ہو گئے اور ملک کی خدمت کا عہد کیا۔ وہ احمد آباد میں سابرمتی دریا کے کنارے ایک آشرم میں رہنے لگے۔ عام لوگوں کو انصاف دلانے کے لیے انھوں نے ستیہ گرہ کا راستہ اپنایا۔

ستیہ گرہ کا فلسفہ : گاندھی جی نے ستیہ گرہ کے نئے طریقۂ کار سے عوام کو متعارف کرایا۔ ستیہ گرہ کا مطلب ہے سچائی اور انصاف کے لیے احتجاج کرنا۔ ناانصافی کرنے والے شخص کو صبر اور عدم تشدد کے راستے سے سچائی اور انصاف کا احساس دلانا اور اس کے خیالات میں تبدیلی لانا ستیہ گرہ کا اصل مقصد تھا۔ گاندھی جی کی تعلیم تھی کہ ستیہ گرہ کرنے والوں کو تشدد اور جھوٹ سے پرہیز کرنا چاہیے۔

آگے چل کر نہ صرف بھارت بلکہ دنیا کے کئی ممالک کی عوام نے ناانصافی کی مخالفت کرنے کے لیے ستیہ گرہ کا راستہ اپنایا۔ امریکہ کے سیاہ فاموں کے حقوق کی خاطر جدوجہد کرنے والے مارٹن لوتھر کنگ اور جنوبی افریقہ کے نیلسن منڈیلا پر بھی گاندھی جی کے ستیہ گرہ کے طریقے کا اثر پڑا۔

چمپارن ستیہ گرہ : بہار کے علاقے چمپارن میں باغات کے انگریز مالکان کی جانب سے بھارتی کسانوں پر نیل کی کاشت کرنے کی سختی کی جاتی تھی۔ طے شدہ داموں میں نیل باغات کے مالکان کو فروخت کرنے کی سختی کی وجہ سے کسانوں کا معاشی نقصان ہو رہا تھا۔ ۱۹۱۷ء میں گاندھی جی چمپارن گئے اور چمپارن کے کسانوں کو متحد کر کے ستیہ گرہ کے طریقے سے احتجاج کیا۔ بھارت میں گاندھی جی کی پہلی لڑائی کامیاب ہوئی اور کسانوں کو انصاف ملا۔

کھیڑا ستیہ گرہ : گجرات کے ضلع کھیڑا میں متعدد بار قحط پڑنے کی وجہ سے فصلوں کی حالت انتہائی خراب تھی۔ اس کے باوجود سرکار کی جانب سے جبراً لگان وصول کیا جاتا تھا۔ گاندھی جی نے کسانوں کو مشورہ دیا کہ وہ لگان ادا نہ کریں۔ تب مقامی کسانوں نے ۱۹۱۸ء میں کھیڑا ضلع میں لگان ادا نہ کرنے کی تحریک چلائی۔ گاندھی جی نے اس تحریک کی قیادت قبول کی اور بہت جلد سرکار کو لگان معاف کرنا پڑا۔

احمد آباد میں مزدوروں کی جدوجہد : پہلی عالمی جنگ کے دوران مہنگائی میں بے تحاشہ اضافہ ہوا تھا۔ مِل مزدوروں نے تنخواہوں میں اضافے کا مطالبہ کیا لیکن مِل مالکان نے ان کے مطالبات ٹھکرا دیے۔ گاندھی جی کے مشورے سے مزدوروں نے بھوک ہڑتال اور بند کیا۔ بھوک ہڑتال میں گاندھی جی نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ آخر کار مِل مالکان کو پسپا ہونا پڑا اور انھوں نے مزدوروں کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیا۔

رولٹ ایکٹ کے خلاف ستیہ گرہ : پہلی عالمی جنگ میں بھارتیوں نے برطانیہ کا ساتھ دیا۔ بھارتیوں کو لگتا تھا کہ جنگ کے خاتمے کے بعد بھارتیوں کے مفاد میں فیصلے کیے جائیں گے اور ذمہ دار نظامِ حکومت قائم کیا جائے گا۔ بھارتی عوام میں بڑھتی ہوئی قیمتوں، بڑھتے ہوئے ٹیکس وغیرہ معاشی وسیاسی وجوہات کی بنا پر انگریز حکومت کے خلاف بے اطمینانی بڑھتی جا رہی تھی۔

اس بے اطمینانی پر قابو پانے اور اس کے تدارک کے لیے انگریز حکومت نے سڈنی رولٹ نامی افسر کی صدارت میں ایک کمیٹی بنائی۔ اس کمیٹی کی سفارش سے ۱۷/ مارچ ۱۹۱۹ء کو حکومت نے مرکزی مقنّنہ میں بھارتی اراکین کی مخالفت کے باوجود نیا قانون بنایا جسے 'رولٹ ایکٹ' کہتے ہیں۔ اس قانون کی رو سے حکومت کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ کسی بھی بھارتی کو بلا تحقیق گرفتار کر کے عدالتی کارروائی کے بغیر جیل میں بند کر سکتی ہے۔ اس قانون کے مطابق دی ہوئی سزا کے خلاف اپیل کرنے پر بھی پابندی لگا دی گئی۔ اس قانون کو بھارتیوں نے 'کالا قانون' کا نام دیا۔ اس کالے قانون کے خلاف ملک بھر میں غم و غصّے کی لہر دوڑ گئی۔ اس قانون کی مذمت میں گاندھی جی نے ستیہ گرہ کا فیصلہ لیا اور ۶/ اپریل ۱۹۱۹ء کو 'رولٹ ایکٹ' کے خلاف ملک بھر میں ہڑتال کرنے کی اپیل کی۔ اس اپیل پر بھارتی عوام نے بڑے پیمانے پر ساتھ دیا۔

جلیاں والا باغ قتلِ عام : رولٹ ایکٹ کے خلاف احتجاج نے پنجاب کے علاقے میں شدت اختیار کر لی اور امرتسر اس تحریک کا مرکز بن گیا۔ حکومت نے ظالمانہ کارروائیاں جاری رکھیں۔ گاندھی جی کے پنجاب میں داخلے پر پابندی لگا دی گئی۔ جنرل ڈائر نے امرتسر میں جلسوں پر پابندی عائد کر دی۔ امرتسر کی ہڑتال کی وجہ سے ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال جیسے اہم رہنماؤں کو گرفتار کیا گیا۔

اس واقعے کی مذمت میں ۱۳/ اپریل ۱۹۱۹ء کو امرتسر کے جلیاں والا باغ میں بیساکھی کے تہوار کے موقع پر ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ اسی وقت جنرل ڈائر فوج کی گاڑیاں لے کر وہاں آیا۔ جلیاں والا باغ کے میدان سے نکاسی کا ایک راستہ تھا جو بہت تنگ تھا۔ انگریزوں نے اسے گھیر لیا اور بغیر کسی پیشگی اطلاع کے اس جلسے میں شریک نہتے لوگوں پر وحشیانہ انداز میں گولیاں چلائیں۔ تقریباً ۱۶۰۰/ گولیاں چلانے کے بعد اسلحہ ختم ہونے پر یہ فائرنگ بند کی گئی۔ اس قتلِ عام میں تقریباً چار سو مرد اور عورتیں ہلاک اور بے شمار افراد زخمی ہوئے۔ فائرنگ کے فوراً بعد کرفیو نافذ کرنے کی وجہ سے زخمیوں کا فوری علاج بھی نہ ہو سکا۔ پنجاب میں فوجی قانون نافذ کر کے حکومت نے کئی لوگوں کو جیل میں ڈال دیا۔

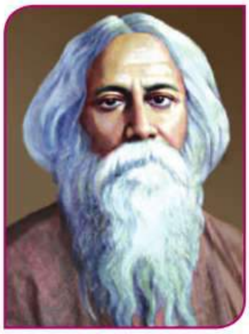

رابندر ناتھ ٹیگور

اس قتلِ عام کا ذمے دار پنجاب کا حاکم مائیکل او ڈوائر تھا۔ ملک بھر میں اس واقعے کی مذمت کی گئی۔ قتلِ عام کی مذمت کے طور پر رابندر ناتھ ٹیگور نے انگریزی حکومت کا عطا کردہ 'سر' کا خطاب واپس کر دیا۔ بعد میں بھارتیوں نے اس قتلِ عام کی تحقیقات کا شدید مطالبہ کیا جس کی وجہ سے حکومت نے ہنٹر کمیشن مقرر کیا۔

خلافت تحریک : دنیا کے تمام مسلمان ترکی کے سلطان کو اپنا خلیفہ یعنی مذہبی رہنما تسلیم کرتے تھے۔ پہلی عالمی جنگ میں

ترکی انگریزوں کے مخالف گروہ میں تھا۔ جنگ میں بھارتی مسلمانوں کا تعاون حاصل کرنے کے لیے برطانیہ کے وزیرِاعظم نے یقین دلایا کہ جنگ کے خاتمے کے بعد خلیفہ کی حکومت کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن برطانیہ جنگ کے اختتام پر اپنے وعدے سے مکر گیا۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں میں غم و غصّے کی لہر دوڑ گئی۔ خلیفہ کی حمایت میں بھارت کے مسلمانوں نے جو تحریک شروع کی اسے 'خلافت تحریک' کہتے ہیں۔ گاندھی جی نے محسوس کیا کہ اگر اس مسئلے پر ہندو مسلمانوں کے اتحاد سے ملک گیر تحریک شروع کی جائے تو حکومت راہِ راست پر آ جائے گی۔ اس لیے گاندھی جی نے خلافت تحریک کا ساتھ دیا۔ حکومت سے عدم تعاون کی تجویز خلافت کمیٹی نے قبول کرلی۔ اس زمانے میں ہندو۔مسلم اتحاد خاص طور سے دِکھائی دیتا ہے۔

عدم تعاون تحریک : عدم تعاون تحریک کے پسِ پردہ گاندھی جی کا یہ خیال تھا کہ برطانوی حکومت کا دار و مدار بھارتیوں کے تعاون پر ہی ہے۔ اگر بھارت کے لوگ مکمل طور پر انگریز حکومت سے عدم تعاون کا راستہ اختیار کرلیں تو انگریز حکومت ڈگمگا جائے گی۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ اس تحریک میں حصہ لیں۔

۱۹۲۰ء میں ناگپور میں قومی جماعت (نیشنل کانگریس) کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں چترنجن داس کے پیش کردہ عدم تعاون کی تجویز کو منظوری دی گئی۔ اس تحریک کی باگ ڈور گاندھی جی کے سپرد کی گئی۔ اس تجویز کی رو سے یہ طے پایا کہ سرکاری دفاتر، عدالتوں، بدیسی اشیا، سرکاری اسکولوں اور کالجوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔

عدم تعاون تحریک کی پیش رفت : عدم تعاون کے پروگرام کے مطابق پنڈت موتی لال نہرو اور چترنجن داس جیسے مشہور وکیلوں نے عدالتوں کا بائیکاٹ کیا۔ اسی دور میں سرکاری اسکولوں، کالجوں کے بائیکاٹ سے قومی تعلیم کے خیال کو تقویت حاصل ہوئی۔ ملک میں قومی تعلیم دینے والے کئی اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں قائم کی گئیں۔ اگلے انتخابات کا بھی بائیکاٹ کیا گیا۔ بدیسی کپڑوں کا بائیکاٹ کرکے انھیں نذرِ آتش کیا جانے لگا اور بدیسی کپڑوں کی دکانوں کے سامنے احتجاج کیا جانے لگا جس کی وجہ سے بدیسی کپڑوں کی درآمد کم ہوگئی۔

۱۹۲۱ء میں ممبئی آنے والے 'پرنس آف ویلز' کا استقبال ہڑتال کرکے کیا گیا۔ سنسان راستے اور بند دکانوں نے شہزادے کا استقبال کیا۔ آسام کے چائے کے باغات والوں سے لے کر بنگال کے ریلوے مزدوروں تک یہ تحریک پھیل گئی۔ اس تحریک پر قابو پانے کے لیے انگریزوں نے ظلم و استبداد کا طریقہ اپنایا۔

فروری ۱۹۲۲ء میں اُتر پردیش کے ضلع گورکھپور میں چوری چورا کے مقام پر ایک پرامن جلسے پر پولس نے گولیاں برسائیں۔ مشتعل ہجوم نے پولس چوکی کو آگ لگا دی جس میں ایک پولس افسر سمیت ۲۲/ سپاہی جل مرے۔ اس واقعے سے گاندھی جی کو انتہائی دُکھ پہنچا اور ۱۲/ فروری ۱۹۲۲ء کو گاندھی جی نے عدم تعاون تحریک کو ملتوی کردیا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

ملشی ستیہ گرہ : عدم تعاون تحریک کے زمانے میں ضلع پونہ کے ملشی تعلقے میں کسانوں نے حکومت کے خلاف ستیہ گرہ کیا۔ اس ستیہ گرہ کی قیادت سیناپتی پانڈورنگ مہادیو باپٹ نے کی جس کے لیے انھیں سات سال قید کی سزا دی گئی۔

مارچ ۱۹۲۲ء میں گاندھی جی کو گرفتار کیا گیا۔ ان پر 'ینگ انڈیا' میں حکومت کے خلاف تین مضامین لکھنے کا الزام لگا کر بغاوت کا مقدمہ چلایا گیا۔ احمد آباد میں مخصوص عدالت قائم کرکے انھیں چھے سال کی قید سنائی گئی۔

بعد میں خرابیِ صحت کی بنا پر گاندھی جی کو رہا کردیا گیا۔

انھوں نے عدم تعاون تحریک کے ساتھ ساتھ تعمیری کام کا آغاز کیا جس میں خاص طور پر سودیشی مال کا استعمال، ہندو مسلم اتحاد، شراب بندی، چھوت چھات کا خاتمہ، کھادی کا استعمال اور قومی تعلیم جیسے اُمور شامل تھے۔ ان تعمیری سرگرمیوں کی وجہ سے دیہی علاقوں میں قومی تحریک کافی مضبوط ہوگئی۔

سوراج پارٹی : چترنجن داس اور موتی لال نہرو نے بھارتی قومی جماعت میں یہ خیال پیش کیا کہ حکومت کی راہ میں رکاوٹ ڈالنا ہے تو قانون ساز مجلس میں پہنچنا ہوگا۔ ۱۹۲۲ء میں بھارتی قومی جماعت کے تحت سوراج پارٹی قائم کی۔

۱۹۲۳ء کے انتخابات میں مرکزی اور صوبائی قانون ساز مجلس کے لیے سوراج پارٹی کے کئی اُمیدوار منتخب ہوئے جن میں موتی لال نہرو، مدن موہن مالویا، لالہ لجپت رائے، این سی کیلکر وغیرہ شامل تھے۔ جس وقت ملک میں سیاسی تحریکیں سست ہوگئیں اس وقت قانون ساز مجلس میں سوراج پارٹی نے لڑائی لڑی۔ قانون ساز مجلس میں سرکار کی ناانصافیوں کی ڈٹ کر مخالفت کی۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ مستقبل میں بھارت میں ایک ذمے دار حکومت قائم کی جائے۔ بھارتیوں کے مسائل حل کرانے کے لیے گول میز کانفرنس بلانے اور سیاسی قیدیوں کو رہائی دلانے کی قرارداد منظور کروائی لیکن حکومت نے ان کی کئی تجاویز کو ٹھکرا دیا۔

سائمن کمیشن : ۱۹۱۹ء میں مانٹیگو چیمسفرڈ قانون کے ذریعے دی گئی اصلاحات اطمینان بخش نہیں تھیں جس کی وجہ سے بھارت کے عوام میں بے اطمینانی تھی۔ اس بنا پر انگریز حکومت نے ۱۹۲۷ء میں سر جان سائمن کی صدارت میں ایک کمیشن قائم کیا لیکن اس سات رکنی کمیشن میں ایک بھی بھارتی نمائندہ شامل نہیں تھا اس لیے بھارت کی سیاسی پارٹیوں نے سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔

۱۹۲۸ء میں سائمن کمیشن بھارت آیا تو وہ جہاں جہاں گیا وہاں اس کے خلاف مظاہرہ کیا گیا۔ 'سائمن گو بیک، سائمن

'سائمن واپس جاؤ'

واپس جاؤ' کے نعرے لگا کر شدید مخالفت کی گئی۔ مظاہرین پر لاٹھیاں برسائی گئیں۔ لاہور میں ہونے والے سائمن کمیشن کے خلاف مظاہرے کی قیادت لالا لجپت رائے نے کی۔ پولس نے لاٹھی چارج کیا۔ سینڈرس نامی ظالم پولس افسر نے لالاجی کے سینے پر لاٹھیاں برسائیں۔ اس حملے کے بعد مذمتی اجلاس میں لالاجی نے کہا ''لاٹھی کا ہر ایک وار انگریز حکومت کے تابوت میں ایک کیل ٹھونک رہا ہے۔'' اگلے کچھ دنوں میں لالاجی کی موت ہوگئی۔

لالا لجپت رائے

نہرو رپورٹ : وزیر بھارت برکن ہیڈ نے بھارتی رہنماؤں پر تنقید کی کہ وہ اتفاقِ رائے سے سیاسی دستور تیار کرنے کے اہل نہیں ہیں۔ اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے تمام پارٹیوں پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی گئی جس کے صدر پنڈت موتی لال نہرو تھے۔ اس رپورٹ میں بھارت کو نوآبادیاتی سوراج (خودمختاری) دینا، بالغوں کے لیے حقِ رائے دہی کو روبہ عمل لانا، بھارتیوں کو بنیادی شہری حقوق دینا اور لسانی اعتبار سے علاقوں کی تقسیم کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ اس رپورٹ کو 'نہرو رپورٹ' کہتے ہیں۔

حکومت کو متنبہ کیا گیا کہ ۱۹۲۹ء کے اخیر تک ان مطالبات

کومنظور نہ کیا گیا تو سول نافرمانی کی تحریک شروع کی جائے گی۔ اس پس منظر میں دسمبر ۱۹۲۹ء میں پنڈت جواہر لال نہرو کی صدارت میں منعقدہ لاہور اجلاس تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔

مکمل آزادی کا مطالبہ : بیشتر نوجوان رضا کاروں کو نیشنل کانگریس کا مقصد نوآبادیاتی سوراج منظور نہیں تھا۔ پنڈت جواہر لال نہرو اور سبھاش چندر بوس ایسے نوجوانوں کے رہنما تھے جن کا مطالبہ مکمل سوراج کا تھا۔ نوجوانوں کے اس گروہ کے دباؤ سے لاہور اجلاس میں مکمل آزادی کی قرارداد منظور کی گئی۔ اس قرارداد کے ذریعے بھارتی قومی جماعت نے نوآبادیاتی خودمختاری کے مطالبے کو ترک کر دیا اور بھارت کی مکمل آزادی ہی قومی تحریک کا مقصد بن گئی۔

۳۱ر دسمبر ۱۹۲۹ء کو پنڈت جواہر لال نہرو نے راوی دریا کے کنارے ترنگا لہرایا اور طے کیا گیا کہ ۲۶ر جنوری کو یومِ آزادی کے طور پر منایا جائے۔ برطانوی حکومت کے پنجے سے بھارت کو رہائی دلانے اور آزادی کی لڑائی پرامن طریقے سے لڑنے کے لیے ۲۶ر جنوری ۱۹۳۰ء کو پورے ملک میں حلف لیا گیا جس سے ملک میں ہر طرف بیداری اور جوش کا ماحول پیدا ہو گیا۔ لاہور اجلاس میں مکمل آزادی کی قرارداد منظور ہونے کے بعد

پنڈت جواہر لال نہرو

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کر کے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

۱۔ گاندھی جی نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز .... سے کیا۔
(الف) بھارت (ب) برطانیہ
(ج) جنوبی افریقہ (د) میانمار

۲۔ کسانوں نے ضلع .... میں لگان ادا نہ کرنے کی تحریک شروع کی۔
(الف) گورکھپور (ب) کھیڑا
(ج) سولاپور (د) امراوتی

۳۔ جلیاں والا باغ کے قتلِ عام کی مذمت میں رابندر ناتھ ٹیگور نے حکومت کا عطا کردہ .... خطاب واپس کر دیا۔
(الف) لارڈ (ب) سر
(ج) رائے بہادر (د) راؤ صاحب

(۲) درج ذیل سوالوں کے ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ ۱۹۰۶ء کے فرمان کی رو سے جنوبی افریقہ میں سیاہ فاموں پر کون سی پابندیاں لگائی گئیں؟
۲۔ گاندھی جی نے بھارت میں پہلا ستیہ گرہ کہاں کیا؟
۳۔ جلیاں والا باغ میں گولیاں برسانے کا حکم کس افسر نے دیا؟

(۳) درج ذیل سوالوں کے ۲۵ تا ۳۰ الفاظ میں جواب لکھیے۔

۱۔ ستیہ گرہ کے فلسفے کی وضاحت کیجیے۔
۲۔ سوراج پارٹی کا قیام کیوں عمل میں آیا؟

(۴) درج ذیل بیانات وجوہات کے ساتھ واضح کیجیے۔

۱۔ بھارت کے لوگوں نے رولٹ ایکٹ کی مخالفت کی۔
۲۔ گاندھی جی نے عدم تعاون تحریک کو واپس لے لیا۔
۳۔ بھارتیوں نے سائمن کمیشن کا بائیکاٹ کیا۔
۴۔ بھارت میں خلافت تحریک شروع کی گئی۔

سرگرمی

۲۶ر جنوری ۱۹۳۰ء کو لیا گیا آزادی کا حلف نامہ حاصل کر کے اسے اپنی جماعت میں اجتماعی طور پر پڑھیے۔

A3JHEE

۸۔ سِوِل نافرمانی کی تحریک

مہاتما گاندھی نے سول نافرمانی کی تحریک چلانے کا فیصلہ کیا۔ اس تحریک کے آغاز سے قبل گاندھی جی نے انگریز حکومت سے کئی مطالبات کیے تھے جس میں نمک پر لگائے گئے ٹیکس کو ختم کرکے نمک تیار کرنے کی سرکاری اجارہ داری ختم کرنے کا مطالبہ اہم تھا لیکن حکومت نے ان مطالبات کو ٹھکرا دیا جس کی وجہ سے گاندھی جی نے نمک کا قانون توڑ کر پورے ملک میں ستیہ گرہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

داانڈی یاترا

نمک عام انسان کی غذا کا ایک اہم جز ہے۔ اس لیے نمک جیسی ضروریاتِ زندگی پر ٹیکس لگانا سراسر ناانصافی تھی۔ اس لیے گاندھی جی نے نمک کا ستیہ گرہ کیا۔ نمک کا ستیہ گرہ ایک علامت تھی۔ حقیقتاً اس کا وسیع مقصد انگریز حکومت کے ظالمانہ اور غیر منصفانہ قوانین کو پرامن اور ستیہ گرہ کے ذریعے توڑنا تھا۔

نمک کا ستیہ گرہ کرنے کے لیے گاندھی جی نے گجرات کے ساحلِ سمندر پر دانڈی نامی مقام کا انتخاب کیا۔ ۱۲؍ مارچ ۱۹۳۰ء کو گاندھی جی ۷۸؍ ساتھیوں کے ساتھ سابرمتی آشرم سے دانڈی کے لیے روانہ ہوئے۔ تقریباً ۳۸۵ کلومیٹر کی پیدل مسافت کے دوران انھوں نے کئی گاؤوں میں تقریریں کیں۔ اپنی تقریروں کے ذریعے گاندھی جی نے عوام کو بے خوفی سے سول نافرمانی کی تحریک میں شامل ہونے کی اپیل کی۔ گاندھی جی کی تقاریر سے سول نافرمانی کا پیغام ہر سمت پھیل گیا اور تحریک کے لیے سازگار ماحول تیار ہوا۔ ۵؍ اپریل ۱۹۳۰ء کو گاندھی جی دانڈی کے مقام پر پہنچے۔ ۶؍ اپریل کو دانڈی کے ساحل پر نمک اُٹھا کر گاندھی جی نے نمک کا قانون توڑا اور اسی کے ساتھ ملک بھر میں سول نافرمانی کی تحریک شروع ہوگئی۔

پشاور کی ستیہ گرہ : شمال مغربی سرحدی صوبے میں خان عبد الغفار خان گاندھی جی کے عقیدت مند پیرو تھے۔ انھیں 'سرحدی گاندھی' کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ انھوں نے 'خدائی خدمتگار' نامی تنظیم قائم کی۔ ۲۳؍ اپریل ۱۹۳۰ء کو انھوں نے پشاور میں ستیہ گرہ شروع کیا۔ تقریباً ایک ہفتے تک پشاور ستیہ گرہ کرنے والوں کے قبضے میں رہا۔ حکومت نے گڑھوال فوجی دستے کو ستیہ گرہ کرنے والوں پر گولیاں چلانے کا حکم دیا لیکن گڑھوال دستے کے افسر چندر سنگھ ٹھاکر نے گولی چلانے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے فوجی عدالت نے انھیں سخت سزا سنائی۔

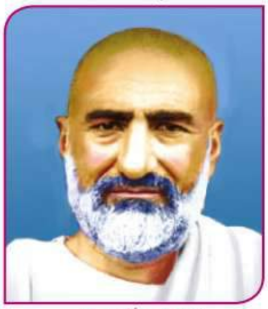

خان عبدالغفار خان

گاندھی جی کے ذریعے شروع کی گئی سول نافرمانی تحریک کی وجہ سے انگریز حکومت مشکل میں آگئی تھی۔ ۴؍ مئی ۱۹۳۰ء کو گاندھی جی کو گرفتار کرلیا گیا۔ حکومت نے جبر و استبداد کا راستہ اختیار کیا۔ پورے ملک میں گاندھی جی کی گرفتاری کی مذمت کی گئی۔

سولاپور کا ستیہ گرہ : سولاپور کے ستیہ گرہ میں مِل مزدور پیش پیش تھے۔ ۶؍ مئی ۱۹۳۰ء کو سولاپور میں ہڑتال کی گئی۔ اس سلسلے میں ایک بڑا جلوس نکالا گیا۔ اس وقت کلکٹر نے جلوس پر گولیاں برسانے کا حکم دیا جس میں شنکر شیودارے سمیت کئی رضاکار ہلاک ہوئے۔ نتیجتاً عوام نے پولس اسٹیشن، ریلوے اسٹیشن، عدالتوں، میونسپل عمارتوں وغیرہ پر حملے کیے۔ حکومت نے

مارشل لا یعنی فوجی قانون نافذ کر کے تحریک کو کچل دیا اور اس تحریک میں پیش پیش رہنے والے ملپّا دھن شیٹی، شری کرشن سارڈا، قربان حسین اور جگناتھ شندے کو پھانسی دی۔

ملپّا دھن شیٹی

شری کرشن سارڈا

قربان حسین

جگناتھ شندے

دھاراسنا ستیہ گرہ : گجرات کے دھاراسنا میں ہونے والے ستیہ گرہ کی قیادت سروجنی نائیڈو نے کی۔ نمک کا قانون توڑنے والے ستیہ گرہیوں پر پولس نے لاٹھیاں برسائیں مگر ستیہ گرہ کرنے والے خاموشی سے لاٹھیوں کی مار برداشت کرتے رہے۔ انھیں علاج معالجے کے لیے لے جایا جاتا تو اس کی جگہ دوسرا گروہ آگے آتا اور یہ عمل مسلسل جاری رہا۔

سروجنی نائیڈو

مہاراشٹر میں وڈالا، مالون اور شروڈا کے مقامات پر نمک کا ستیہ گرہ ہوا۔

جہاں نمک سار نہیں تھے اس جگہ لوگوں نے جنگل سے متعلق قانون توڑنے کی ابتدا کی۔ مہاراشٹر میں بلاشی، سنگم نیر، کلون، چرنیر، پوسد وغیرہ مقامات پر جنگل ستیہ گرہ کیا گیا جس میں ادی واسیوں نے بڑے پیمانے پر حصہ لیا۔

بابو گینو کی قربانی : ممبئی میں بدیسی مال کے بائیکاٹ کی تحریک جاری تھی۔ ستیہ گرہ کرنے والے بدیسی مال لے جانے والی سواریوں کو روک رہے تھے۔ ممبئی کے ایک مِل مزدور بابو گینو سید اس تحریک میں پیش پیش تھے۔ پولس کی حفاظت میں بدیسی مال سے بھرا ہوا ایک ٹرک بابو گینو کے سامنے آیا۔ ٹرک کو روکنے کے لیے بابو گینو راستے پر لیٹ گئے اور پولس کی دھمکی کے باوجود اپنی جگہ سے نہیں ہلے۔ آخر کار ٹرک ان کو کچلتا ہوا گزر گیا اور بابو گینو سید نے شہادت کا جام نوش کیا۔ ان کی اس قربانی نے قومی تحریک میں جوش پیدا کر دیا۔

بابو گینو سید

کیا آپ جانتے ہیں؟

سول نافرمانی تحریک کی خصوصیات :

- اب تک کی تحریکیں شہری حدود تک محدود تھیں لیکن یہ تحریک ملک گیر پیمانے پر چلی۔ دیہاتوں اور گاؤں کے عوام نے اس میں شرکت کی۔
- اس تحریک میں خواتین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کستوربا گاندھی، کملا دیوی چٹوپادھیائے، اونتیکا بائی گوکھلے، لیلاوتی منشی، ہنسابین مہتا نے ستیہ گرہیوں کی قیادت کی۔
- یہ تحریک پوری طرح عدم تشدد طریقے سے چلائی گئی۔ انگریز حکومت کے جبر و استبداد کے باوجود عوام نے نہتے ہو کر مقابلہ کیا۔ اس وجہ سے بھارتی عوام نڈر ہو گئے۔

گول میز کانفرنس : سول نافرمانی تحریک کے دوران برطانوی وزیرِاعظم ریمسے میکڈونالڈ کا خیال تھا کہ بھارت سے متعلق دستوری مسائل پر غور وخوض کیا جائے۔ اس کے لیے اس نے لندن میں ایک کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس کانفرنس کو گول میز کانفرنس کہا جاتا ہے۔ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۲ء کے درمیان تین گول میز کانفرنسوں کا انعقاد کیا گیا۔

پہلی گول میز کانفرنس : ریمسے میکڈونالڈ پہلی گول میز کانفرنس کے صدر تھے۔ اس کانفرنس میں بھارت اور برطانیہ کے مختلف نمائندے موجود تھے جن میں ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر، سر تیج بہادر سپرو، بیرسٹر محمد علی جناح وغیرہ شامل ہیں۔ مرکزی سطح پر ذمے دار طرزِ حکومت، بھارت میں متحدہ ریاستوں کا قیام جیسے مختلف موضوعات پر بحث ہوئی۔ اس کانفرنس میں مختلف سیاسی جماعتوں اور دیسی ریاستوں کے نمائندے موجود تھے مگر بھارتی قومی جماعت نے اس کانفرنس میں حصہ نہیں لیا۔ بھارتی قومی جماعت (انڈین نیشنل کانگریس) ملک کی نمائندہ قومی جماعت تھی اس لیے اس کی شرکت کے بغیر یہ گول میز کانفرنس بے نتیجہ ثابت ہوئی۔

گاندھی - اِروِن معاہدہ : برطانوی وزیرِاعظم کو اُمید تھی کہ بھارتی قومی جماعت دوسری گول میز کانفرنس کے مباحثے میں شریک ہوگی۔ وزیرِاعظم کی اپیل کے پیشِ نظر وائسرائے نے گاندھی جی اور دیگر رہنماؤں کو جیل سے آزاد کردیا اور انڈین نیشنل کانگریس کو آزادانہ طریقے سے اس مباحثے میں حصہ لینے کا ماحول تیار کیا۔ وائسرائے اِروِن اور گاندھی جی کے درمیان ایک سمجھوتا ہوا جسے 'گاندھی - اِروِن معاہدہ' کہا جاتا ہے۔ اس معاہدے کی رو سے بھارت کی طرف سے دستوری اعتبار سے ذمے دار حکومت کی جو تجویز پیش ہوئی تھی، اسے قبول کرنے کا وعدہ کیا۔ اس لیے کانگریس نے سول نافرمانی تحریک واپس لی اور دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے اور گفت وشنید پر رضامندی کا اظہار کیا۔

دوسری گول میز کانفرنس : دوسری گول میز کانفرنس ۱۹۳۱ء میں منعقد ہوئی۔ مہاتما گاندھی اِس کانفرنس میں اِنڈین نیشنل کانگریس کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ کانگریس کے علاوہ مختلف ذات وقبائل، سیاسی پارٹیوں اور دیسی ریاستوں کے نمائندوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس میں حکومت نے اقلیتوں کا مسئلہ اُٹھایا۔ اس مسئلے پر اور آئندہ کی وفاقی حکومت کے دستور کی نوعیت کے سلسلے میں ان میں اختلاف پیدا ہوا۔ گاندھی جی نے مصالحت کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ آخرکار گاندھی جی دل برداشتہ ہوکر بھارت لوٹ آئے۔

پونہ معاہدہ : ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر نے گول میز کانفرنس میں دلتوں کی نمائندگی کی تھی۔ وہاں انھوں نے دلتوں کے لیے جداگانہ حلقۂ انتخاب کا مطالبہ کیا۔ دوسری گول میز کانفرنس کے بعد برطانوی وزیرِاعظم ریمسے میکڈونالڈ نے فرقہ وارانہ نمائندگی کا اعلان کیا۔ اس کے مطابق دلتوں کے لیے جداگانہ حلقۂ انتخاب مخصوص کیے گئے۔ فرقہ وارانہ بنیاد پر ہندوسماج کی تقسیم گاندھی جی کو منظور نہ تھی۔ اس وجہ سے انھوں نے اس فرقہ وارانہ نمائندگی کے خلاف ایروڈا جیل میں 'مرن برت' شروع کیا۔ انڈین نیشنل کانگریس کے رہنماؤں نے ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر سے درخواست کی کہ وہ اپنے مطالبے پر دوبارہ غور کریں۔ قومی مفاد کے پیشِ نظر ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر نے ان کی درخواست قبول کرلی۔ ۱۹۳۲ء میں پونہ میں گاندھی جی اور ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جو 'پونہ معاہدہ' کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدے کی رو سے دلتوں کے لیے جداگانہ حلقۂ انتخاب کی بجائے نشستیں محفوظ رکھنا طے پایا۔

ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر

تیسری گول میز کانفرنس : نومبر ۱۹۳۲ء میں تیسری گول میز کانفرنس منعقد کی گئی لیکن کانگریس نے اس کانفرنس کا

بائیکاٹ کیا جس کی وجہ سے یہ کانفرنس بالکل بے معنی ہوکر رہ گئی۔

سول نافرمانی کا دوسرا دور : دوسری گول میز کانفرنس سے دل برداشتہ ہوکر گاندھی جی لوٹے اور دوبارہ سول نافرمانی تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ حکومت نے فوراً گاندھی جی کو گرفتار کرلیا جس کی وجہ سے عوام میں غم و غصّے کی لہر دوڑ گئی۔

حکومت نے اس تحریک کو کچلنے کے لیے غیر انسانی رویہ اختیار کیا۔ تمام شہری حقوق غصب (سلب) کر لیے گئے۔ انڈین نیشنل کانگریس اور اس کی حامی پارٹیوں کو غیر قانونی قرار دیا گیا۔ ان کے دفاتر اور پونجی ضبط کر لی گئی۔ قومی اخبارات اور ادب پر پابندی عائد کی گئی۔ آخرکار اپریل ۱۹۳۴ء میں گاندھی جی نے یہ تحریک واپس لے لی اور سول نافرمانی تحریک کا تاریخی دور ختم ہوگیا۔

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کر کے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

(مہاتما گاندھی، خدائی خدمتگار، ریمسے میکڈونالڈ، سروجنی نائیڈو)

۱۔ لندن میں .... نے گول میز کانفرنس کا انعقاد کیا۔

۲۔ خان عبدالغفار خان نے .... تنظیم کی بنیاد رکھی۔

۳۔ دھاراسنا ستیہ گرہ کی قیادت .... نے کی۔

۴۔ دوسری گول میز کانفرنس میں .... انڈین نیشنل کانگریس کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوئے۔

(۲) درج ذیل بیانات وجوہات کے ساتھ واضح کیجیے۔

۱۔ چندر سنگھ ٹھاکر کو فوجی عدالت نے سخت سزا سنائی۔

۲۔ حکومت نے سولاپور میں مارشل لا نافذ کیا۔

۳۔ پہلی گول میز کانفرنس ناکام رہی۔

۴۔ گاندھی جی نے ایروڈا جیل میں 'مرن برت' رکھا۔

(۳) درج ذیل سوالوں کے ۲۵ تا ۳۰/الفاظ میں جواب لکھیے۔

۱۔ گاندھی جی نے نمک کا قانون توڑ کر پورے ملک میں ستیہ گرہ کرنے کا فیصلہ کیوں کیا؟

۲۔ انڈین نیشنل کانگریس نے سول نافرمانی تحریک کیوں ملتوی کر دی؟

(۴) سول نافرمانی تحریک کا زمانی خط مکمل کیجیے۔

۱۲/مارچ ۱۹۳۰ء	۶/اپریل ۱۹۳۰ء	۲۳/اپریل ۱۹۳۰ء	۴/مئی ۱۹۳۰ء	۶/مئی ۱۹۳۰ء

سرگرمی

۱۔ سول نافرمانی تحریک میں حصہ لینے والے درج ذیل اشخاص کے کارناموں کی مزید معلومات مع تصاویر جمع کر کے جماعت میں نمائش کیجیے۔

(الف) سروجنی نائیڈو (ب) خان عبدالغفار خان

(ج) سیّد بابو گینو

۲۔ سبق میں مذکور سول نافرمانی تحریک کے مقامات کی بھارت کے نقشے کے خاکے میں نشاندہی کیجیے۔

A3TDG2

اس سبق میں ہم بھارت چھوڑو تحریک، خفیہ تحریک اور آزاد ہندفوج کی کارکردگی کا مطالعہ کریں گے۔

۱۹۳۵ء کا قانون : اس قانون کی رو سے بھارت میں انگلستان کے زیرِ اقتدار صوبے اور دیسی ریاستوں کو ملا کر ایک وفاقی حکومت قائم کرنا طے پایا۔ اس کے مطابق برطانوی اقتدار والے صوبوں کا نظم و نسق بھارتی نمائندوں کو دیا جانے والا تھا۔ وفاقی حکومت میں شامل ہونے کے بعد دیسی ریاستوں کی خود مختاری ختم ہوجاتی اس لیے دیسی حکمرانوں نے اس میں شامل ہونے سے انکار کردیا۔ اس وجہ سے وفاقی حکومت کے منصوبے پرعمل نہ ہوسکا۔

صوبائی وزارتی مجلس : ۱۹۳۵ء کے قانون سے اِنڈین نیشنل کانگریس مطمئن نہیں تھی۔ اس کے باوجود اس نے اس قانون کے تحت ہونے والے صوبائی قانون ساز مجلسوں کے انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ ۱۹۳۷ء میں ملک کے گیارہ صوبوں میں انتخابات ہوئے جن میں آٹھ صوبوں میں بھارتی قومی جماعت کو اکثریت حاصل ہوئی اور ان کی کابینہ (وزرا کونسل) برسرِ اقتدار آئی۔ بقیہ تین صوبوں میں کسی بھی پارٹی کو واضح اکثریت نہ ملنے کی وجہ سے ملی جلی کابینہ بنائی گئی۔

اِنڈین نیشنل کانگریس کی کابینہ نے سیاسی قیدیوں کی رہائی، بنیادی صنعتی تعلیم، دلتوں کی فلاح کے لیے تدابیر، شراب بندی اور کسانوں کے لیے قرض کے خاتمے کا قانون جیسے فلاحی کام کیے۔

کرپس منصوبہ : دوسری عالمی جنگ میں برطانیہ نے جاپان کے خلاف امریکہ کا ساتھ دیا۔ جاپانی فوجیں بھارت کی مشرقی سرحد تک آ پہنچیں۔ برطانیہ کو محسوس ہونے لگا کہ اگر جاپان نے بھارت پر حملہ کردیا تو جوابی کارروائی کے لیے بھارتیوں کا تعاون ضروری ہے۔ اس مقصد کے پیشِ نظر برطانیہ کے وزیرِاعظم وِنسٹن چرچل نے اسٹیفورڈ کرپس کو بھارت روانہ کیا۔ مارچ ۱۹۴۲ء میں انھوں نے بھارت کے متعلق ایک منصوبہ بھارتی عوام کے سامنے پیش کیا لیکن اس منصوبے سے کوئی بھی سیاسی پارٹی مطمئن نہیں تھی۔ اس منصوبے میں مکمل آزادی کے مطالبے کا واضح تذکرہ نہ ہونے کی وجہ سے اِنڈین نیشنل کانگریس نے بھی اسے رد کردیا۔ کرپس منصوبے میں قیامِ پاکستان کا بھی تذکرہ نہیں تھا اس لیے مسلم لیگ نے بھی اسے نامنظور کردیا۔

دوسری عالمی جنگ اور بھارتی قومی جماعت : ۱۹۳۹ء میں یورپ میں دوسری عالمی جنگ چھڑ گئی۔ اس وقت کے وائسرائے لارڈ لِن لتھگو نے اعلان کیا کہ انگلستان کے ساتھ بھارت بھی اس جنگ میں شریک ہے۔ انگلستان کا دعویٰ تھا کہ وہ یورپ میں جمہوریت کی بقا کے لیے لڑ رہا ہے۔ اِنڈین نیشنل کانگریس نے مطالبہ کیا کہ اگر اس کا دعویٰ سچا ہے تو وہ بھارت کو فوراً آزاد کردے۔ انگلستان نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کردیا اس لیے نومبر ۱۹۳۹ء میں اِنڈین نیشنل کانگریس کے صوبائی وزرا کونسل نے استعفیٰ دے دیا۔

بھارت چھوڑو تحریک : کرپس منصوبے کے بعد نیشنل کانگریس نے حصولِ آزادی کے لیے زبردست تحریک چلانے کا عہد کیا۔ وردھا کے مقام پر ۱۴/ جولائی ۱۹۴۲ء کو قومی جماعت کی مجلسِ عاملہ نے قرارداد منظور کی کہ انگریز حکومت ختم کرکے بھارت کو آزاد کیا جائے۔ اِنڈین نیشنل کانگریس نے یہ تنبیہ بھی دی کہ اگر یہ مطالبہ نامنظور ہوا تو وہ بھارت کی آزادی کے لیے پُرامن طریقے سے زبردست تحریک شروع کرے گی۔

بھارت چھوڑو قرارداد : ۷/ اگست ۱۹۴۲ء کو ممبئی کے گوالیا ٹینک میدان (موجودہ کرانتی میدان) میں اِنڈین نیشنل کانگریس کا اجلاس شروع ہوا۔ اس اجلاس کے صدر مولانا ابوالکلام آزاد تھے۔ وردھا میں قومی جماعت کی مجلسِ عاملہ نے قرارداد منظور کی تھی کہ انگریزوں کو بھارت چھوڑ کر چلے جانا چاہیے۔ اس قرارداد

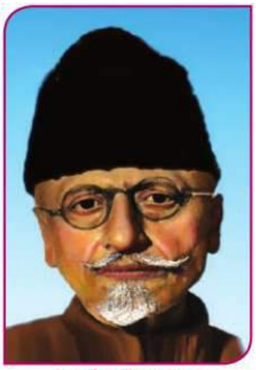

مولانا ابوالکلام آزاد

کو اس اجلاس میں منظوری دی جانے والی تھی۔ ۸؍ اگست کو پنڈت جواہر لال نہرو کی پیش کردہ قرارداد 'بھارت چھوڑو' اکثریت کے ساتھ منظور کی گئی۔ گاندھی جی کی قیادت میں عدم تشدد پر مبنی ملک گیر تحریک شروع کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا۔ گاندھی جی نے کہا کہ ''آپ میں سے ہر مرد اور عورت اسی وقت سے اپنے آپ کو آزاد سمجھے اور آزاد بھارت کے شہریوں کی حیثیت سے برتاؤ کرے۔...ہم یا تو بھارت کو آزاد کرائیں گے یا اس عظیم جدوجہد میں اپنی جان قربان کردیں گے۔'' گاندھی جی نے عوام کو 'کریں گے یا مریں گے' کے جذبے سے قربانی کے لیے ڈٹ جانے کا ولولہ انگیز پیغام دیا۔

عوامی تحریک کا آغاز : انڈین نیشنل کانگریس کے اہم رہنماؤں کی گرفتاری کی خبر ملک بھر میں پھیل گئی۔ مشتعل عوام نے جگہ جگہ جلوس نکالے، پولس نے عوام پر لاٹھیاں اور گولیاں برسائیں، پھر بھی لوگ خوف زدہ نہیں ہوئے۔ برطانوی حکومت کے جبر و استبداد کی علامت سمجھے جانے والے قید خانے، پولس اسٹیشن اور ریلوے اسٹیشن جیسے مقامات پر مظاہرین نے حملے کیے۔ سرکاری دفتروں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ مہاراشٹر کے چمور، آشٹی، پاولی، مہاڑ اور گارگوٹی وغیرہ گاوؤں کے بچوں اور بوڑھوں نے جس عزم و حوصلے اور طاقت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا وہ ناقابلِ فراموش ہے۔

آئیے، یہ جان لیں...

آچاریہ ونوبا بھاوے

انفرادی ستیہ گرہ : برطانوی حکومت کی جانب سے مطالبات کو مسلسل نظرانداز کیے جانے کی بنا پر نیشنل کانگریس نے جنگ مخالف تشہیر کرنے کا فیصلہ کیا۔ اجتماعی طور پر تحریک نہ چلاتے ہوئے انفرادی طور پر خلاف ورزی کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اسے 'انفرادی ستیہ گرہ' کہتے ہیں۔ آچاریہ ونوبا بھاوے 'انفرادی ستیہ گرہ' کے پہلے ستیہ گرہی تھے۔ ان کے بعد تقریباً پچیس ہزار ستیہ گرہیوں نے اس میں حصہ لے کر جیل جانا پسند کیا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

شریش کمار

بچوں کی بہادری...

جنگِ آزادی کی جدوجہد میں اسکول کے طلبہ نے بھی قربانیاں پیش کیں۔ نندوربار میں اسکولی طلبہ نے شریش کمار کی قیادت میں ترنگے پرچم کے ساتھ جلوس نکالا اور وندے ماترم کے نعرے لگائے۔ پولس والوں نے غصّے میں آکر چھوٹے بچوں پر بھی گولیاں برسائیں۔ اس فائرنگ میں شریش کمار، لال داس، دھن سکھ لال، ششی دھر اور گھنشیام نامی طلبہ شہید ہوئے۔

خفیہ تحریک : ۱۹۴۲ء کے آخر میں اس عوامی تحریک نے ایک نیا موڑ لیا۔ تحریک کی قیادت نوجوان سوشلسٹ رہنماؤں کے ہاتھ آگئی۔ جے پرکاش نارائن، ڈاکٹر رام منوہر لوہیا، چھوٹو بھائی پرانک، اچیوت راؤ پٹوردھن، ارونا آصف علی، یوسف مہرعلی، سچیتا کرپلانی، ایس ایم جوشی، شیرو بھاؤ لیمے، این جی گورے، یشونت راؤ چوہان، وسنت دادا پاٹل، مگن لال باگڑی، اوشا مہتا جیسے کئی رہنما پیش پیش تھے۔ ٹیلی فون کے تار کاٹنا، ریلوے کی پٹریاں اُکھاڑنا اور پل کو زمیں بوس کرنا جیسے اقدامات کے

جے پرکاش نارائن

ذریعے انقلابیوں نے آمد و رفت کے ذرائع اور سرکاری نظام کو تہس نہس کردیا۔ ملک بھر میں اس تحریک کے اثرات رونما ہوئے۔ سندھ صوبے میں ہیمو کلانی نے مسلح انگریز فوج کو لے جانے والی ٹرین کے آنے کی خبر ملتے ہی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ریلوے پٹریاں اُکھاڑنے کی کوشش کی۔ عدالت نے اسے پھانسی کی سزا سنائی۔

ارونا آصف علی

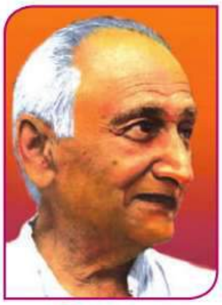

اچیوت راؤ پٹوردھن

موجودہ ضلع رائے گڑھ کے تعلقہ کرجت میں بھائی کوتوال کا 'آزاد دستہ' اور ناگپور کے جنرل آواری کی 'لال سینا' جیسی ٹولیوں نے حکومت کو کئی مہینوں تک بے انتہا پریشان کیا۔ ممبئی کے وِٹھل جویری، اوشا مہتا اور ان کے ساتھیوں نے ایک خفیہ ریڈیو اسٹیشن قائم کیا جسے 'آزاد ریڈیو' کہا جاتا تھا۔ اس ریڈیو پر حب الوطنی کے گیت گائے جاتے۔ ملک میں جاری تحریک کی خبریں نشر کی جاتیں۔ قومی جذبہ پروان چڑھانے والی تقاریر پیش کی جاتیں جس کی وجہ سے تحریک چلانے والے عوام کو حوصلہ ملتا۔ اس طرح کے نشریاتی اسٹیشن کچھ عرصے تک کولکاتا، دلّی اور پونہ میں بھی جاری رہے۔

متوازی حکومتوں کا قیام : ملک کے چند صوبوں میں انگریز افسروں کو نکال باہر کیا گیا اور وہاں عوامی حکومتیں قائم کی گئیں۔ اسے متوازی حکومت کہتے ہیں۔ بنگال کے مدنا پور، اُترپردیش کے بلیا اور اعظم گڑھ، بہار کے بھاگلپور اور پورنیا ضلعوں میں متوازی حکومتیں قائم کی گئیں۔

مہاراشٹر کے ضلع ستارا میں کرانتی سینہہ نانا پاٹل نے ۱۹۴۲ء میں برطانوی حکومت کا خاتمہ کرکے متوازی حکومت قائم کی۔

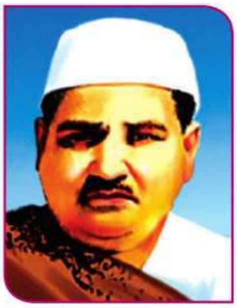

کرانتی سینہہ نانا پاٹل

کنڈل کے انقلاب میں پیش پیش جی ڈی عرف باپو لاڈ کی قیادت میں قائم کردہ طوفان سینا کے توسط سے محصول جمع کرنا، نظم ونسق برقرار رکھنا، مجرموں کو سزا دینا وغیرہ کام متوازی حکومت کے ذریعے کیے جاتے۔ اِس حکومت کے ذریعے نامزد عوامی عدالتوں کے فیصلوں کو لوگ قبول کرتے۔ ساہوکاری کی مخالفت، شراب بندی، تعلیم کا فروغ اور ذات پات کا فرق مٹانے جیسے کئی تعمیری کام اس حکومت نے انجام دیے۔ اس وجہ سے متوازی حکومت عوام کے لیے مثالی حکومت ثابت ہوئی۔

بھارت چھوڑو (چلے جاؤ) تحریک کی اہمیت : ۱۹۴۲ء کی تحریک نے ملک گیر تحریک کی شکل اختیار کرلی تھی۔ حصولِ آزادی کے مقصد کی خاطر لاکھوں بھارتیوں نے قربانیاں دیں۔ بے شمار لوگوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ احتجاجیوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ انھیں قید کرنے کے لیے ملک کی تمام جیلیں ناکافی ہونے لگیں۔ سانے گروجی، راشٹر سنت تکڑوجی مہاراج وغیرہ کے حب الوطنی کے گیتوں سے مظاہرین کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اس ملک گیر تحریک کو 'اگست کرانتی' بھی کہا جاتا ہے۔

قومی سنت تکڑوجی مہاراج

آزاد ہند فوج : بھارت کی آزادی کے لیے نیتاجی سبھاش چندر بوس نے بھی خوب کوششیں کیں۔ بھارت کی مشرقی سرحد پر ہزاروں بھارتی فوجی انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے تیار تھے۔ یہ تمام فوجی 'آزاد ہند فوج' کے سپاہی تھے اور ان کے

نیتاجی سبھاش چندر بوس

قائدنیتاجی سبھاش چندر بوس تھے۔

سبھاش چندر بوس نیشنل کانگریس کے اہم رہنما تھے۔ وہ دو مرتبہ کانگریس کے صدر رہ چکے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ انگلستان دوسری عالمی جنگ میں اُلجھا ہوا ہے۔ اس بات کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے بھارت میں تحریک کو تیز کردیا جائے اور اس کام میں انگلستان کے دشمنوں سے مدد بھی لی جائے۔ اس کے متعلق قومی جماعت کے سربرآوردہ رہنماؤں سے ان کا اختلاف ہوا۔ نتیجتاً انھوں نے کانگریس کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور عوام کو اپنے خیالات سے آگاہ کرنے کے لیے 'فارورڈ بلاک' نامی تنظیم قائم کی۔

سبھاش چندر بوس اپنی تقریروں کے ذریعے عوام کو انگریز حکومت کے خلاف بغاوت پر اُکسانے لگے۔ اس لیے حکومت نے انھیں گرفتار کرکے قید کردیا۔ جیل میں انھوں نے بھوک ہڑتال شروع کردی جس کی وجہ سے حکومت نے انھیں رہا کرکے ان کے گھر میں نظر بند کردیا۔ وہ وہاں سے بھیس بدل کر فرار ہوگئے۔ اپریل ۱۹۴۱ء میں وہ جرمنی پہنچے۔ وہاں انھوں نے 'فری انڈیا سینٹر' قائم کیا۔ جرمنی کے برلن ریڈیو اسٹیشن سے انھوں نے بھارت کی عوام کو آزادی کی خاطر مسلح لڑائی میں حصہ لینے کی ترغیب دی۔ اسی دوران راس بہاری بوس نے انھیں جاپان آنے کی دعوت دی۔

آزاد ہندفوج کا قیام : راس بہاری بوس ۱۹۱۵ء سے جاپان میں قیام پذیر تھے۔ جنوب مشرقی ایشیائی ممالک میں مقیم محبِّ وطن بھارتیوں کو متحد کرکے انھوں نے 'انڈین اِنڈیپنڈنس لیگ' نامی تنظیم کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۴۲ء کے نصف اوّل میں جاپان نے جنوب مشرقی ایشیا کے انگریز مقبوضات کو فتح کرلیا۔ اس

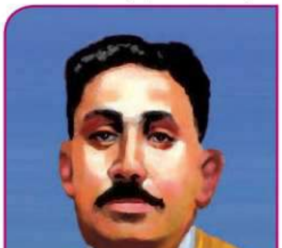

راس بہاری بوس

وقت انگریز فوج کے ہزاروں بھارتی سپاہی اور افسران جاپان کے ہتھے چڑھ گئے۔ جنگ کے خاتمے کے بعد راس بہاری بوس نے کیپٹن موہن سنگھ کی مدد سے ان بھارتی سپاہیوں کی ایک پلٹن تیار کی اور اسے 'آزاد ہندفوج' کا نام دیا۔ آگے چل کر سبھاش چندر بوس نے اس فوج کی قیادت کی۔

اکتوبر ۱۹۴۳ء میں سبھاش چندر بوس نے سنگاپور میں آزاد ہند حکومت قائم کی۔ شاہ نواز خان، جگناتھ بھوسلے، ڈاکٹر لکشمی سوامی ناتھن، گروبخش سنگھ ڈھلون، پریم کمار سہگل وغیرہ ان کے قریبی اور اہم ساتھی تھے۔ کیپٹن لکشمی سوامی ناتھن عورتوں کی رجمنٹ 'جھانسی کی رانی' کی سربراہ تھیں۔ سبھاش چندر بوس نے بھارت کے عوام سے 'تم مجھے خون دو، میں تمھیں آزادی دوں گا' کی اپیل کی۔

آزاد ہندفوج کی بہادری : ۱۹۴۳ء میں جاپان نے اندمان اور نکوبار جزائر فتح کرکے آزاد ہند حکومت کے حوالے کردیے۔ سبھاش چندر بوس نے ان کا نام بالترتیب 'شہید' اور 'سوراج' رکھا۔ ۱۹۴۴ء میں آزاد ہندفوج نے میانمار کے اراکان علاقے پر قبضہ کرلیا۔ آسام کی مشرقی چوکیوں پر فتح پائی۔ اس دوران آزاد ہندفوج کو جاپان سے ملنے والی مدد بند ہوگئی جس کی وجہ سے اِمپھال کی مہم ادھوری رہ گئی۔ ان ناسازگار حالات میں بھی آزاد ہندفوج ثابت قدمی سے لڑتی رہی مگر اسی دوران جاپان نے ہتھیار ڈال دیے۔ ۱۸؍اگست ۱۹۴۵ء کو ایک طیارہ حادثے میں سبھاش چندر بوس کی موت ہوگئی۔ اسی وجہ سے آزاد ہندفوج کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔

بعد میں آزاد ہندفوج کے افسران پر انگریز حکومت نے حکومت سے بغاوت کا الزام لگایا۔ جواہر لال نہرو، بھولا بھائی دیسائی، تیج بہادر سپرو جیسے مشہور ماہرینِ قانون نے ان افسران کا دفاع کیا لیکن فوجی عدالت نے ان افسروں کو مجرم قرار دے کر عمر قید کی سزا دی۔ اس وجہ سے بھارت کے عوام میں انگریز حکومت کے خلاف اشتعال اور بے اطمینانی پھیل گئی۔ مجبوراً فوجی

عدالت میں دی گئی سزائیں رد کرنا پڑیں۔

بھارتی بحریہ اور فضائیہ کی شورش : آزاد ہند فوج کی تحریک سے بحری اور فضائی بیڑے میں انگریز حکومت کے خلاف بے اطمینانی پیدا ہوگئی۔ اس کا اظہار ۱۸ر فروری ۱۹۴۶ء کو 'تلوار' نامی برطانوی جنگی جہاز پر ہوا۔ سپاہیوں نے بحری جنگی جہاز پر ترنگا لہرایا۔ برطانوی حکومت کے خلاف نعرے لگائے۔ انگریز حکومت نے فوج بھیج کر سپاہیوں پر گولیاں برسائیں۔ بھارتی سپاہیوں نے بھی جواباً گولیاں برسائیں۔ ممبئی کے عوام اور مزدوروں نے سپاہیوں کی حمایت کی۔ آخرکار سردار ولبھ بھائی پٹیل کی ثالثی سے سپاہیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

ممبئی کے بحری سپاہیوں کی حمایت میں دلّی، لاہور، کراچی، انبالا، میرٹھ وغیرہ علاقوں کی فضائیہ کے افسران نے ہڑتال کردی۔ یہ شورش حکمرانوں کے خلاف انتہائی شدید جذبات کی مظہر تھی۔ اس طرح ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۶ء کے درمیان بھارت میں انگریز حکومت کی بنیادیں ہل گئیں۔ 'بھارت چھوڑو' تحریک سے بھارت کے عوام کا برطانیہ کی مخالفت کا زبردست اظہار ہوا۔ بری، بحری اور فضائی افواج انگریز حکومت کے مضبوط ستون تھے۔ وہ بھی برطانیہ مخالف ہوگئے۔ ان تمام واقعات سے انگریز حکمرانوں کو اس بات کا اندازہ ہوگیا کہ اب بھارت پر زیادہ عرصے تک اپنا اقتدار قائم رکھنا ممکن نہیں ہے۔

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کرکے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

(اندمان اور نکوبار، اگست کرانتی، وِنوبا بھاوے)

۱۔ انفرادی ستیہ گرہ کے پہلے ستیہ گرہی .... تھے۔

۲۔ ۱۹۴۲ء کی ملک گیر تحریک کو .... کہا جاتا ہے۔

۳۔ نومبر ۱۹۴۳ء میں جاپان نے .... جزائر فتح کرکے آزاد ہند فوج کے سپرد کردیا۔

(۲) درج ذیل بیانات وجوہات کے ساتھ واضح کیجیے۔

۱۔ نومبر ۱۹۳۹ء میں قومی جماعت (انڈین نیشنل کانگریس) کی صوبائی وزارتی مجلسوں نے استعفیٰ دے دیا۔

۲۔ آزاد ہند فوج کو ہتھیار ڈالنا پڑا۔

۳۔ متوازی حکومت عوام کی نمائندہ بن گئی۔

(۳) دی گئی جدول مکمل کیجیے۔

تنظیم	بانی
فارورڈ بلاک	....
انڈین اِنڈیپینڈنس لیگ	....
طوفان سینا	....

(۴) مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ شریش کمار کی کارکردگی آپ کے لیے کس طرح محرک ہے؟

۲۔ برطانیہ کے وزیر اعظم وِنسٹن چرچل نے اسٹیفورڈ کرپس کو بھارت کیوں روانہ کیا؟

۳۔ قومی جماعت کے اہم رہنماؤں کی گرفتاری کی خبر ملک بھر میں پھیلنے کے کیا اثرات ہوئے؟

سرگرمی

۱۔ آزاد ہند فوج کی لڑائیوں کا زمانی خط بنائیے۔

۲۔ انٹرنیٹ کی مدد سے ۱۹۴۲ء کی بھارت چھوڑو تحریک کی تصاویر جمع کرکے اُن کی نمائش کیجیے۔

A439HP

۱۰۔ مسلح انقلابی تحریکیں

بھارت میں برطانوی سامراجیت کے خلاف مختلف طریقوں سے تحریکیں برپا کی گئیں۔ ان میں ایک طریقہ مسلح انقلاب کا تھا۔ اس باب میں ہم اس بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔

ہم ۱۸۵۷ء سے قبل انگریزی حکومت کے خلاف ہونے والی بغاوتوں اور ۱۸۵۷ء کی آزادی کی جنگ کا مطالعہ کرچکے ہیں۔ اس کے بعد کے دور میں رام سنگھ کوکا نے پنجاب میں حکومت کے خلاف مسلح جنگ کی۔

واسودیو بلونت پھڑکے : واسودیو بلونت پھڑکے نے مہاراشٹر میں انگریزوں کے خلاف مسلح جنگ کی۔ ان کا خیال تھا کہ انگریز حکومت کے خلاف ہتھیار اُٹھانا چاہیے۔ انھوں نے استادلہوجی سالوے سے اسلحہ کے استعمال کی تربیت حاصل کی۔ انگریزوں کے خلاف مسلح جنگ کے لیے انھوں نے راموشی بھائیوں کو منظّم کرکے مسلح تحریک کا آغاز کیا۔

واسودیو بلونت پھڑکے

یہ جنگ ناکام ہوگئی۔ انگریز حکومت نے انھیں گرفتار کرکے ملک عدن کی جیل میں ڈال دیا جہاں ۱۸۸۳ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔ انھوں نے آزادی کے لیے مسلح جنگ کی تھی۔

چاپھیکر برادران : ۱۸۹۷ء میں پونہ میں ہیضے کی وبا پھیل گئی جس کے بندوبست کے دوران پلیگ کمشنر رینڈ نے ظلم و زیادتی سے کام لیا۔ اس ظلم وزیادتی کا بدلہ لینے کے لیے دامودر اور بال کرشن اِن دو چاپھیکر برادران نے ۲۲؍ جون ۱۸۹۷ء کو کمشنر رینڈ کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ دامودر، بال کرشن اور واسودیو ان تین بھائیوں اور ان کے معاون مہادیو راناڈے کو پھانسی کی سزا دی گئی۔ ایک ہی گھر کے تین بھائیوں کو آزادی کی خاطر شہادت نصیب ہوئی۔

اسی دوران بہار میں منڈا ادی واسیوں نے ’برسامنڈا‘ کی قیادت میں حکومت کے خلاف ایک بڑی جنگ چھیڑ دی۔

ابھینو بھارت : ۱۹۰۰ء میں سواتنتر ویر ونایک دامودر ساورکر نے ناشک میں ’متر میلہ‘ کے نام سے انقلابیوں کی ایک خفیہ تنظیم قائم کی۔ ۱۹۰۴ء میں اسے ’ابھینو بھارت‘ نام دیا گیا۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے ساورکر انگلستان گئے۔ وہاں سے انھوں نے ’ابھینو بھارت‘ تنظیم کے انقلابیوں کے لیے انقلابی ادب، پستولیں وغیرہ بھیجنا شروع کیا۔ انھوں نے مشہور اطالوی انقلابی جوزف مزینی کی حوصلہ افزا سوانح تحریر کی۔ ۱۸۵۷ء کی لڑائی بھارت کی آزادی کی پہلی جنگ تھی۔ انھوں نے اسے واضح کرنے کے لیے ’۱۸۵۷ء چے سواتنتر سمر‘ نامی کتاب بھی لکھی۔

سواتنتر ویر وی۔ ڈی۔ ساورکر

کیا آپ جانتے ہیں؟

پچاس برس کی بامشقت قید کی سزا بھگتنے کے لیے سواتنتر ویر ساورکر کو اندمان لے جایا گیا۔ وہ دس برس تک وہاں مقید رہے۔ اندمان میں گزارے سخت دنوں کے تجربات کو انھوں نے ’ماجھی جنم ٹھیپ‘ (میری عمر قید) نامی خودنوشت سوانح میں لکھ رکھے ہیں۔ بعد میں حکومت نے انھیں رتناگری منتقل کردیا۔ یہاں انھوں نے ذات پات، چھوت چھات کے خاتمے، ہم طعامی، اصلاحِ زبان جیسی سماجی تحریکات شروع کیں۔ وہ ایک نامور ادیب تھے۔ وہ ۱۹۳۸ء میں ممبئی میں منعقدہ مراٹھی ساہتیہ سمیلن کے صدر تھے۔

حکومت کو ابھینو بھارت تنظیم کے کارناموں کا علم ہوگیا جس کی وجہ سے بابا راؤ ساورکر کو گرفتار کرلیا گیا۔ انھیں عمر قید کی سزا

سنائی گئی۔ اس سزا کا بدلہ لینے کے لیے ایک نوجوان اننت لکشمن کانھیرے نے ناشک کے کلکٹر جیکسن کو قتل کر دیا۔ حکومت نے ابھینو بھارت سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ جیکسن کے قتل کے تار حکومت نے سواتنتر ویر ساورکر سے جوڑے اور انھیں گرفتار کر کے ان کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ عدالت نے انھیں پچاس برس کی قیدِ بامشقت کی سزا سنائی۔

بنگال میں انقلابی تحریکیں : بنگال کی تقسیم کے بعد انگریز حکومت کے خلاف غصہ بھڑک اُٹھا۔ مقامی تحریکوں کی بجائے ملکی سطح پر وسیع انقلابی تحریکوں کا آغاز ہونے لگا۔ ملک کے مختلف حصوں میں انقلابی نظریات کے حامل نوجوان خفیہ تنظیمیں قائم کرنے لگے۔ ان کے مقاصد میں انگریز افسران کو زک پہنچانا، حکومتی نظام کو نقصان پہنچانا، عوام کے دلوں سے انگریز حکومت کا دبدبہ ختم کرنا اور انگریز اقتدار کا تختہ پلٹ دینا شامل تھے۔

بنگال میں 'اُنوشیلن سمیتی' نامی انقلابی تنظیم سرگرمِ عمل تھی۔ اس تنظیم کی ۵۰۰ سے زیادہ شاخیں تھیں۔ اَروِند گھوش کے بھائی بارِیندر کمار گھوش اس تنظیم کے قائد تھے۔ اس تنظیم کو اروند گھوش کی رہنمائی اور مشورے حاصل تھے۔ کولکاتا سے نزدیک مانک ٹالا میں اس تنظیم کا بم سازی کا مرکز تھا۔

۱۹۰۸ء میں انوشیلن سمیتی کے ارکان کھدی رام بوس اور پرفل چاکی نے کنگز فورڈ نامی جج کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا لیکن جس گاڑی پر بم ڈالا گیا وہ کنگز فورڈ کی نہیں تھی۔ اس حملے میں گاڑی میں سوار دو برطانوی خواتین ہلاک ہوگئیں۔ انگریزوں کے ہتھے چڑھنے سے بچنے کے لیے پرفل چاکی نے خود کو گولی مار دی۔ کھدی رام پولس کے ہاتھ لگ گئے۔ انھیں پھانسی دے دی گئی۔ اس معاملے کی تفتیش کے دوران پولس کو انوشیلن سمیتی کی کارگزاریوں کی خبر لگ گئی۔ اس تنظیم کے ارکان کی گرفتاریاں شروع ہوگئیں۔ اروند گھوش کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔ حکومت بم سازی کے الزام کو ثابت کرنے میں ناکام رہی لہٰذا عدالت نے اروند بابو کو بری کر دیا۔ دیگر ارکان کو لمبی سزائیں سنائی گئیں۔

راس بہاری بوس اور سچیندر ناتھ سانیال نے انقلابی تنظیموں کے جال بنگال سے باہر تک پھیلا دیے۔ پنجاب، دلّی اور اُتر پردیش میں انقلابی سرگرمیوں کے مراکز قائم کیے گئے۔ راس بہاری بوس اور ان کے معاونین نے وائسرائے لارڈ ہارڈنگز پر بم اندازی کی لیکن لارڈ ہارڈنگز اس حملے سے بچ نکلا۔

مدراس کے صوبے میں بھی انقلابی سرگرمیاں جاری تھیں۔ وانچی ایّر نامی انقلابی نے ایش نامی انگریز افسر کو قتل کر دیا جس کے بعد اس نے خود کو گولی مار کر اپنی جان قربان کر دی۔

انڈیا ہاؤس : بھارت میں انقلابیوں کو غیر ملکوں میں مقیم بھارتی انقلابیوں کی مدد حاصل تھی۔ لندن میں واقع 'انڈیا ہاؤس' اس قسم کی امداد کا اہم مرکز تھا۔ محبِّ وطن پنڈت شیام جی کرشن ورما نے 'انڈیا ہاؤس' قائم کیا تھا۔ اس ادارے کے توسط سے بھارتی نوجوانوں کو انگلستان جا کر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے وظیفے دیے جاتے تھے۔ سواتنتر ویر ساورکر کو ایسا ہی وظیفہ ملا تھا۔ جرمنی کے اسٹٹ گارٹ میں منعقدہ عالمی سوشلسٹ کانفرنس میں مادام کاما نے بھارت کی آزادی کا سوال اُٹھایا۔ اس کانفرنس میں انھوں نے بھارت کا پرچم لہرایا تھا۔ انڈیا ہاؤس سے وابستہ دوسرے نوجوان انقلابی مدن لال دھینگرا تھے۔ انھوں نے کرزن وائلی نامی انگریز افسر کو قتل کیا تھا۔ انھیں اس جرم میں پھانسی کی سزا دی گئی۔

پنڈت شیام جی کرشن ورما

میڈم کاما

غدر تحریک : پہلی عالمی جنگ کے دوران انگریز حکومت

مخالف انقلابی سرگرمیاں تیز ہوگئیں۔ انقلابیوں کا ماننا تھا کہ برطانیہ کے دشمنوں سے مدد حاصل کر کے حکومت کا تختہ پلٹا جا سکتا ہے نیز اس کوشش میں بھارتی فوجیوں کی مدد لی جاسکتی ہے۔ اس موقع کا فائدہ اُٹھانے کے لیے انقلابی تنظیمیں قائم ہوئیں۔ ان میں 'غدر' ایک اہم تنظیم تھی۔

امریکہ اور کینیڈا میں مقیم بھارتیوں نے 'غدر' تنظیم قائم کی تھی۔ لالا ہردیال، بھائی پرمانند، ڈاکٹر پانڈورنگ سداشیو، خان خوجہ جیسے انقلابی اس تنظیم کے اہم قائدین تھے۔ غدر کے معنی ہیں بغاوت۔ 'غدر' اس تنظیم کے ترجمان اخبار کا نام تھا۔ اس اخبار کے ذریعے بھارت پر انگریز اقتدار کے منفی اثرات پر روشنی ڈالی جاتی تھی۔ اس میں بھارتی انقلابیوں کی دلیرانہ سرگرمیوں کی معلومات دی جاتی تھی۔ اس طرح غدر اخبار نے بھارتیوں تک ملک سے محبت اور مسلح انقلاب کا پیغام پہنچایا۔

'غدر' تنظیم کے رہنماؤں نے انگریزوں کے خلاف تحریک چلانے کے لیے جنگ کے ماحول کا فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ انھوں نے پنجاب میں انگریز حکومت کے خلاف جنگ کا منصوبہ بنایا۔ فوج میں شامل بھارتی سپاہیوں کو جنگ میں شامل ہونے کی ترغیب دی۔ طے کیا گیا کہ راس بہاری بوس اور وشنو گنیش پنگلے انقلابیوں کی قیادت کریں گے لیکن مخبری کی وجہ سے انگریزوں کو اس منصوبے کا علم ہوگیا۔ پنگلے پولس کے ہاتھ لگ گئے۔ انھیں پھانسی دے دی گئی۔ راس بہاری بوس بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ انھوں نے جاپان پہنچ کر اپنی انقلابی سرگرمیاں جاری رکھیں۔

جنگ کے زمانے میں بیرونِ ملک انقلابی تحریکیں جاری تھیں۔ برلن میں ویریندر ناتھ چٹوپادھیائے، بھوپین دت اور ہردیال نے جرمن وزارتِ خارجہ کے تعاون سے برطانیہ مخالف منصوبے تیار کیے۔ ۱۹۱۵ء میں مہندر پرتاپ، مولوی برکت اللہ بھوپالی اور مولانا عبید اللہ سندھی نے کابل میں آزاد بھارت کی عارضی حکومت قائم کی تھی۔

کاکوری سازش : حکومت کے ظلم و جبر سے انقلابی تحریکیں ختم نہیں ہوئیں۔ گاندھی جی کی عدم تعاون تحریک کی منسوخی کے بعد بہت سے نوجوان انقلاب کے راستے پر چل پڑے۔ چندر شیکھر آزاد، رام پرساد بسمل، یوگیش چٹرجی، سچندر ناتھ سانیال جیسے انقلابی ایک جگہ جمع ہوئے۔ انقلابی سرگرمیوں کے لیے درکار سرمایہ حاصل کرنے کے لیے انھوں نے ۹/ اگست ۱۹۲۵ء کو ریلوے کے ذریعے لے جانے والے سرکاری خزانے کو اُتر پردیش کے کاکوری ریلوے اسٹیشن کے قریب لوٹ لیا۔ اسی کو 'کاکوری سازش' کہا جاتا ہے۔ حکومت نے فوری اقدامات کرتے ہوئے انقلابیوں کو گرفتار کرلیا۔ ان پر مقدمات دائر کیے گئے۔ اشفاق اللہ خان، رام پرساد بسمل، روشن سنگھ اور راجندر لہری کو پھانسی دے دی گئی۔ چندر شیکھر آزاد پولس کے ہاتھ نہ لگ سکے۔

چندر شیکھر آزاد

ہندوستان سوشلسٹ ری پبلکن ایسوسی ایشن : اشتراکی نظریات سے متاثر نوجوانوں نے ملک گیر انقلابی تنظیم قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ چندر شیکھر آزاد، بھگت سنگھ، راج گرو، سکھ دیو وغیرہ نوجوان ان میں نمایاں تھے۔ یہ تمام انقلابی سیکولر نظریات کے حامل تھے۔ ۱۹۲۸ء میں دلّی کے فیروز شاہ کوٹلا میدان میں منعقدہ ایک نشست میں ان نوجوانوں نے 'ہندوستان سوشلسٹ ری پبلکن ایسوسی ایشن' تنظیم قائم کی۔ اس تنظیم کا مقصد بھارت کو برطانوی استحصال سے نجات دلانا تھا۔ اس کے علاوہ اسے کسانوں اور مزدوروں کا استحصال کرنے والے غیر منصفانہ سماجی – معاشی نظام کو بھی ختم کرنا تھا۔ بھگت سنگھ

بھگت سنگھ

نے سماجی انصاف اور مساوات پر مبنی معاشرہ تشکیل دینے کو اہمیت دی۔

اسلحہ جمع کرنے اور کارروائیاں انجام دینے کے لیے اس تنظیم نے ایک آزاد شعبہ قائم کیا تھا۔ اس شعبے کا نام 'ہندوستان سوشلسٹ ری پبلکن آرمی' تھا اور اس کے سربراہ چندر شیکھر آزاد تھے۔

اس تنظیم سے وابستہ انقلابیوں نے متعدد انقلابی سرگرمیاں انجام دیں۔ بھگت سنگھ اور راج گرو نے لالا لجپت رائے کی موت کا بدلہ لینے کے لیے برطانوی افسر سینڈرس کو گولیاں مار کر قتل کر دیا۔

راج گرو

سکھ دیو

اس دوران حکومت نے شہریوں کے حقوق کی خلاف ورزی کرنے والے دو بل مرکزی اسمبلی میں پیش کیے جس کی مخالفت کرنے کے لیے بھگت سنگھ اور بٹوکیشور دتّ نے مرکزی قانون ساز مجلس (اسمبلی) میں بم پھینکے۔

حکومت نے فوراً ہندوستان سوشلسٹ ری پبلکن آرمی کے مراکز پر چھاپے مارے۔ یہیں سے سینڈرس کے قتل کے سراغ پولس کے ہاتھ لگے۔ حکومت نے انقلابیوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ ان پر حکومت کے خلاف بغاوت کے مقدمے دائر کیے گئے۔ بھگت سنگھ، راج گرو اور سکھ دیو کو ۲۳؍ مارچ ۱۹۳۱ء کو لاہور جیل میں پھانسی دے دی گئی۔ چندر شیکھر آزاد آخر تک پولس کے ہاتھ نہیں لگ سکے۔ بعد میں الٰہ آباد کے الفریڈ پارک میں پولس کے ساتھ ہونے والی مڈبھیڑ میں وہ شہید ہو گئے۔

چٹا گانگ اسلحہ خانے پر حملہ : انقلابی سوریہ سین بنگال کے چٹا گانگ کے انقلابی گروہ کے سربراہ تھے۔ انھوں نے اپنے

سوریہ سین

اطراف اننت سنگھ، گنیش گھوش، کلپنا دتّ، پریتی لتا وڈّیدار جیسے وفادار انقلابیوں کی فوج جمع کر رکھی تھی۔ ان کی مدد سے سوریہ سین نے چٹا گانگ اسلحہ خانے پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ منصوبے کے مطابق ۱۸؍ اپریل ۱۹۳۰ء کو انقلابیوں نے چٹا گانگ کے دو اسلحہ خانوں کے اسلحے پر قبضہ جما لیا۔ ٹیلی فون اور ٹیلی گراف مشینوں کو توڑ دیا اور پیغام رسانی کا سارا نظام ٹھپ کرنے میں انھیں کامیابی حاصل ہو گئی۔ اس کے بعد انھوں نے انگریز فوج کو کانٹے کی ٹکر دی۔

۱۶؍ فروری ۱۹۳۳ء کو سوریہ سین اور ان کے چند ساتھی پولس کے ہاتھ لگ گئے۔ سوریہ سین اور ان کے بارہ ساتھیوں کو پھانسی کی سزا دی گئی۔ کلپنا دتّ کو عمر قید ہوئی اور پریتی لتا وڈّیدار نے پولس کے ہاتھ نہ لگتے ہوئے اپنے ہاتھوں اپنی جان لے لی۔

کلپنا دتّ

پریتی لتا وڈّیدار

چٹا گانگ حملے کی وجہ سے انقلابی تحریک تیز رفتار ہو گئی۔ شانتی گھوش اور سونیتی چودھری نامی دو اسکولی طالبات نے ضلع جج کو قتل کر دیا۔ بینا داس نامی نوجوان لڑکی نے کولکاتا یونیورسٹی کے کانووکیشن پروگرام میں گورنر پر گولیاں چلا دیں۔ اُس دور میں اس قسم کی متعدد انقلابی سرگرمیاں انجام دی گئیں۔

جلیاں والا باغ قتلِ عام کے ذمے دار مائیکل او ڈوائر کو سردار اودھم سنگھ نے ۱۹۴۰ء میں انگلستان میں قتل کر دیا۔

بھارت کی جنگِ آزادی میں انقلابی تحریکوں نے اہم کردار

ادا کیا ہے۔ انقلابیوں نے انگریز حکومت سے لڑتے ہوئے اپنی بہادری اور عزم کا اظہار کیا۔ وطن سے محبت اور اس کے لیے خود کو قربان کردینے کا جذبہ بے مثال تھا۔ ان کی قربانیاں بھارتیوں کے لیے حوصلہ افزا ثابت ہوئی ہیں۔

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کر کے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

(پنڈت شیام جی کرشن ورما، متر میلہ، رام سنگھ کوکا)

۱۔ سواتنتر ویر ساورکر نے .... خفیہ انقلابی تنظیم قائم کی۔

۲۔ پنجاب میں .... نے حکومت کے خلاف جنگ کی۔

۳۔ انڈیا ہاؤس .... نے قائم کیا۔

(۲) درج ذیل جدول مکمل کیجیے۔

انقلابی	تنظیم
....	ابھینو بھارت
بارِندر کمار گھوش	....
چندر شیکھر آزاد	....

(۳) درج ذیل بیانات وجوہات کے ساتھ واضح کیجیے۔

۱۔ چاپھیکر برادران نے رینڈ کو قتل کر دیا۔

۲۔ کھدی رام بوس کو پھانسی دے دی گئی۔

۳۔ بٹوکیشور دتّ اور بھگت سنگھ نے اسمبلی میں بم پھینکے۔

(۴) درج ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ چٹاگانگ اسلحہ خانے پر حملے کی روداد لکھیے۔

۲۔ مسلح انقلاب کے لیے سواتنتر ویر ساورکر کی خدمات واضح کیجیے۔

سرگرمی

۱۔ انقلابیوں کی زندگی پر مبنی ڈراما، فلم دیکھیے اور اپنی پسند کے واقعے کو اپنی جماعت میں اداکاری کے ساتھ پیش کیجیے۔

۲۔ 'انقلابیوں کے کارنامے' پر مبنی قلمی مسودہ تیار کیجیے۔

A4C5JC

۱۱۔ مساوات کی جنگ

جدید بھارت کی پیش رفت میں سیاسی آزادی کی جنگ کو اہم مقام حاصل ہے۔ آزادی کی لڑائی انسانی نجات کے ایک وسیع فلسفے پر مبنی تھی۔ اس لڑائی کی لہر میں سیاسی غلامی کے ساتھ ساتھ جاگیرداری، سماجی عدم مساوات اور معاشی استحصال جیسے معاملات کی بھی مخالفت شروع ہوگئی۔ آزادی کی طرح مساوات کا اصول بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے کسانوں، مزدوروں، خواتین اور دلت جیسے سماجی طبقات کے ذریعے چھیڑی گئی تحریکوں اور مساوات کو اہمیت دینے والے اشتراکی رجحان کی خدمات بھی اہم ثابت ہوئیں۔ ان خدمات کا احساس کیے بغیر جدید بھارت کی تشکیل کو سمجھنا مشکل ہے۔ اس لیے ہم اس سبق میں ایسی چند تحریکوں کا مطالعہ کریں گے۔

کسان تحریک : انگریز حکومت کی معاشی پالیسیوں کے برے نتائج کسانوں کو بھگتنے پڑتے تھے۔ زمینداروں اور ساہوکاروں کو انگریز حکومت کا تحفظ حاصل تھا۔ وہ کسانوں کے ساتھ ناانصافی کرتے تھے۔ اس ناانصافی کے خلاف کسانوں نے کئی دفعہ احتجاج کیا۔ بنگال میں کسانوں نے نیل کی جبری کاشت کے خلاف زرعی تنظیم قائم کرکے احتجاج کیا۔ دین بندھو متر کے 'نیل درپن' ڈرامے کے ذریعے نیل اگانے والے کسانوں کی بدحالی معاشرے کے سامنے اُجاگر ہوئی۔

۱۸۷۵ء میں مہاراشٹر کے کسانوں نے زمینداروں اور ساہوکاروں کے مظالم کے خلاف بڑے پیمانے پر احتجاج کیا۔ بابا رام چندر کی قیادت میں ۱۹۱۸ء میں اُتر پردیش کے کسانوں نے 'کسان سبھا' تنظیم قائم کی۔ کیرالا میں موپلا کسانوں نے بڑے پیمانے پر احتجاج کیا جسے انگریز حکومت نے ناکام بنادیا۔

۱۹۳۶ء میں پروفیسر این جی رنگا کی پہل پر 'اکھل بھارتی کسان سبھا' قائم ہوئی۔ سوامی سہجانند سرسوتی اس تنظیم کے صدر تھے۔ اس تنظیم نے کسانوں کے حقوق پر مبنی اعلامیہ قومی جماعت (نیشنل کانگریس) کو پیش کیا۔

۱۹۳۶ء میں مہاراشٹر کے دیہی علاقے فیض پور میں قومی جماعت کا اجلاس منعقد ہوا جس میں ہزاروں کسانوں نے شرکت کی تھی۔

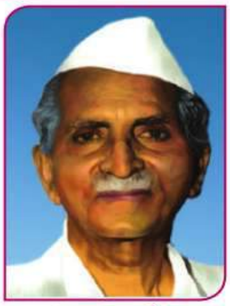
پروفیسر این جی رنگا

۱۹۳۸ء میں مشرقی خاندیش میں زیادہ بارش کی وجہ سے فصلیں تباہ ہوگئیں۔ کسان بدحال ہوگئے۔ زرعی لگان معاف کرانے کے لیے سانے گروجی نے جگہ جگہ اجلاس اور جلسے منعقد کیے۔ کلکٹر آفس پر مورچا لے گئے۔ ۱۹۴۲ء کی انقلابی تحریک میں کسان بڑے پیمانے پر شامل ہوئے۔

سانے گروجی

کیا آپ جانتے ہیں؟

سانے گروجی نے کسانوں اور مزدوروں کو متحد کیا۔ ان کی کوشش دھولیہ اور املنیر کو مزدور تنظیموں کے اہم مراکز کے طور پر فروغ دینا تھی۔ وہ املنیر کی مِل مزدور یونین کے صدر تھے۔

پنڈھرپور کے وِٹھل مندر کو دلتوں کے لیے کھلوانے کی خاطر انھوں نے 'مرن برت' رکھا تھا۔

مزدور تنظیمیں : اُنیسویں صدی کے نصف آخر میں بھارت میں کپڑوں کی مِلیں، ریلوے کمپنیاں جیسی صنعتوں کا آغاز ہوچکا تھا۔ اگرچہ مزدور طبقہ بڑے پیمانے پر وجود میں نہیں آیا تھا اس کے باوجود اس دور میں مزدوروں کے مسائل حل

نارائن میگھاجی لوکھنڈے

کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ ششی پد بینرجی، نارائن میگھاجی لوکھنڈے نے مقامی سطح پر مزدوروں کو منظّم کیا۔ مزدوروں کے لیے لوکھنڈے کی خدمات اتنی قابلِ قدر تھیں کہ انھیں 'بھارتی مزدور تحریک کا بانی' کہا جاتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

نارائن میگھاجی لوکھنڈے ضلع پونہ میں ساسوڑ کے قریب کانھیر کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے ۱۸۹۰ء میں بامبے مِل ہینڈس ایسوسی ایشن نامی مِل مزدوروں کی تنظیم قائم کی تھی۔ اس مزدور تنظیم کو بھارت کی منظّم تحریکوں کا آغاز مانا جاتا ہے۔ وہ مہاتما پھلے کے 'ستیہ شودھک سماج' کی ممبئی شاخ کے صدر بھی تھے۔ انھی کی کوششوں سے ۱۰/جون ۱۸۹۰ء سے مزدوروں کو اتوار کے دن ہفتہ واری تعطیل ملنے لگی۔

اسی دوران آسام کے چائے کے باغات میں کام کرنے والے مزدوروں کی بدحالی کے خلاف تحریک شروع کی گئی۔ ۱۸۹۹ء میں 'گریٹ انڈین پنینسولر' (جی آئی پی) ریلوے کے مزدوروں نے اپنے مطالبات کے لیے ہڑتال کردی۔ ونگ بھنگ تحریک کے دوران سودیشی کی حمایت کے لیے مزدوروں نے وقتاً فوقتاً ہڑتالیں کیں۔ پہلی عالمی جنگ کے بعد بھارت میں صنعت کاری کی وجہ سے مزدور طبقے میں اضافہ ہوگیا۔ اس وقت کسی قومی سطح کی مزدور تنظیم کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر ۱۹۲۰ء میں آل انڈیا ٹریڈ یونین کانگریس (AITUC) کا قیام عمل میں آیا۔ آیٹک کی سرگرمیوں میں این ایم جوشی کی خدمات قابلِ قدر ہیں۔ لالا لجپت رائے آیٹک کے پہلے اجلاس کے صدر تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ مزدوروں کو قومی تحریک میں فعال حصہ لینا چاہیے۔

مزدور طبقے میں اشتراکی نظریات کو فروغ دے کر ان کو اپنے حقوق کے لیے لڑنے والی تنظیمیں قائم کرنے کا کام شری پاد امرت ڈانگے، مظفر احمد جیسے سماج وادی رہنماؤں نے انجام دیا۔ ۱۹۲۸ء میں ممبئی کے مِل مزدور سنگھ نے چھے مہینے تک ہڑتال کی۔ اس طرح کی کئی ہڑتالیں ریلوے مزدور اور دھاگا مزدوروں نے کیں۔ مزدور تحریک کی بڑھتی ہوئی طاقت دیکھ کر حکومت بے چین ہوگئی۔ اس تحریک کو ختم کرنے کے لیے قانون سازی کی گئی۔ مزدوروں کی یہ جدوجہد قومی تحریک کے لیے معاون ثابت ہوئی۔

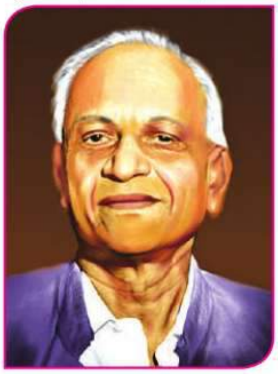

شری پاد امرت ڈانگے

سماج وادی تحریک : قومی جماعت کے بہت سے نوجوان کارکنوں کا خیال تھا کہ عوامی مفادات کے تحفظ کے لیے انگریز حکومت کا تختہ پلٹنا نہایت ضروری ہے۔ اسی طرح وہ یہ بھی سمجھ رہے تھے کہ معاشی اور سماجی مساوات کے اُصولوں پر ہی معاشرے کی دوبارہ تشکیل ہونا چاہیے۔ یہیں سے سماج وادی (اشتراکی) نظریات کی ابتدا ہوئی اور فروغ حاصل ہوا۔ نیشنل کانگریس کے سماج وادی نوجوانوں نے ناشک کی جیل میں رہتے ہوئے قومی جماعت کے ماتحت سوشلسٹ پارٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے کے مطابق ۱۹۳۴ء میں 'کانگریس سوشلسٹ پارٹی' کا قیام عمل میں آیا۔ اس پارٹی میں آچاریہ نریندر دیو،

ڈاکٹر رام منوہر لوہیا

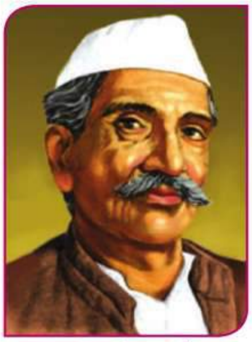

آچاریہ نریندر دیو

جے پرکاش نارائن، مینو مسانی، ڈاکٹر رام منوہر لوہیا وغیرہ رہنما شامل تھے۔ ۱۹۴۲ء کی 'بھارت چھوڑو تحریک' میں سماج وادی نوجوان صفِ اوّل میں کھڑے تھے۔

بھارت کے عوام کارل مارکس اور اس کی اشتراکیت سے واقف ہونے لگے۔ لوک مانیہ تلک نے ۱۸۸۱ء میں مارکس کے بارے میں مضمون لکھا تھا۔ پہلی عالمی جنگ کے بعد بھارت میں اشتراکیت کے اثرات محسوس کیے جانے لگے۔ بین الاقوامی اشتراکی تحریک میں مانویندر ناتھ رائے کا سرگرم کردار تھا۔

۱۹۲۵ء میں بھارت میں اشتراکی (کمیونسٹ) پارٹی کا قیام عمل میں آیا۔ اشتراکی نوجوانوں نے مزدوروں اور کسانوں کی تنظیمیں قائم کرنے میں اہم کردار نبھایا۔ حکومت کو اشتراکی تحریک سے خطرہ محسوس ہونے لگا۔ حکومت نے اس تحریک کو ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ شری پاد امرت ڈانگے، مظفر احمد، کیشو نیل کنٹھ جوگلیکر وغیرہ کو گرفتار کرلیا گیا۔ ان پر انگریز حکومت کا تختہ پلٹنے کی سازش کا الزام عائد کیا گیا۔ انھیں مختلف سزائیں دی گئیں۔ چونکہ یہ مقدمہ میرٹھ میں دائر کیا گیا تھا اس لیے اسے 'میرٹھ سازش مقدمہ' کہا جاتا ہے۔ میرٹھ مقدمے کے بعد بھی مزدور تحریک پر اشتراکیوں کے اثرات قائم رہے۔

خواتین کی تحریک : بھارتی سماجی نظام میں خواتین کو دوسرے درجے کا مقام حاصل تھا۔ بہت سی بری رسوم و رواج کی وجہ سے ان پر ظلم ہوتا تھا۔ لیکن جدید دور میں اس کے خلاف بیداری پیدا ہونے لگی۔ خواتین سے متعلق اصلاحی تحریکوں میں چند مرد مصلحین نے پہل کی۔ وقت کے ساتھ ساتھ خواتین کی قیادت سامنے آنے لگی۔ ان کی آزادانہ تنظیمیں اور ادارے بھی قائم ہونے لگے۔ پنڈتا رما بائی کے 'آریہ مہیلا سماج' اور 'شاردا سدن' نامی ادارے اور رما بائی راناڈے کا 'سیوا سدن' نامی ادارہ اس کی مثالیں ہیں۔ 'بھارت مہیلا پریشد' (۱۹۰۴ء)، 'آل انڈیا وومنس کانفرنس' (۱۹۲۷ء) جیسے ادارے بھی قائم کیے گئے۔ ان اداروں کی وجہ سے یہ ادارہ جاتی سرگرمیاں قومی سطح تک پہنچ گئیں۔ خواتین ان اداروں کے ذریعے حقِ وراثت، رائے دہی کا حق وغیرہ مسائل کے لیے جدوجہد کرنے لگیں۔

پنڈتا رما بائی

رما بائی راناڈے

رَکھما بائی جناردَن ساوے بھارت میں طبّی خدمات انجام دینے والی اوّلین خاتون ڈاکٹر ہیں۔ انھوں نے خواتین کے لیے صحت و تندرستی سے متعلق لیکچر سیریز چلائی۔ انھوں نے راجکوٹ میں ریڈ کراس سوسائٹی کی شاخ بھی قائم کی۔

ڈاکٹر رکھما بائی ساوے

کیا آپ جانتے ہیں؟

ڈاکٹر آنندی بائی جوشی : پہلی بھارتی خاتون ڈاکٹر۔ ان کا بیٹا دس دن کا ہی تھا کہ اس کا انتقال ہوگیا۔ یہی صدمہ انھیں طبّی تعلیم کی جانب کھینچ لے گیا۔ مارچ ۱۸۸۶ء میں انھوں نے ایم ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ بھارت لوٹتے وقت انھیں تپ دق ہوگیا۔ پونہ میں ۱۶/فروری ۱۸۸۷ء کو ان کا انتقال ہوگیا۔

ڈاکٹر آنندی بائی جوشی

بیسویں صدی میں عوامی زندگی میں خواتین کی شرکت میں اضافہ ہوتا گیا۔ قومی تحریک اور انقلابی سرگرمیوں میں خواتین نے اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۳۵ء کے قانون کے بعد صوبائی وزارتوں میں بھی خواتین شامل رہیں۔ آزادی کے بعد بھارتی دستور میں مساواتِ مرد وزن کے اصول کو واضح طور پر درج کیا گیا۔

دلت تحریک : بھارت کی سماجی تشکیل عدم مساوات پر مبنی تھی۔ سماج میں دلتوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کے خلاف مہاتما جوتی راؤ پھلے، نارائن گرو جیسے مصلحین نے عوامی بیداری پیدا کی۔ مہاتما جوتی راؤ پھلے کی تعلیمات سے متاثر ہو کر گوپال بابا وَلنگکر اور شیورام جانبا کامبلے نے چھوت چھات کے خاتمے جیسے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ گوپال بابا وَلنگکر اور شیورام جانبا کامبلے نے چھوت چھات کو ختم کرنے کا کام کیا۔ گوپال بابا وَلنگکر نے ۱۸۸۸ء میں 'وِٹال وِدھونسن' نامی کتاب کے ذریعے چھوت چھات کی مذمت کی۔ شیورام جانبا کامبلے نے یکم جولائی ۱۹۰۸ء کو 'سوم وَنشی متر' نامی رسالہ جاری کیا۔ مرلی اور جوگ تنی کے مسائل کو منظر عام پر لایا۔ انھوں نے دیوداسیوں کی شادی کے لیے بھی پہل کی۔ تامل ناڈو میں پیریار رام سوامی نے چھوت چھات کے خلاف تحریک شروع کی۔

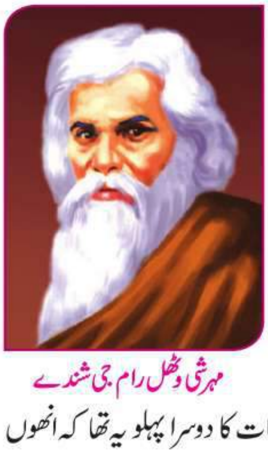
مہرشی وٹھل رام جی شندے

مہرشی وِٹھل رام جی شندے نے دلتوں کی ترقی کے لیے ۱۹۰۶ء میں 'ڈِپریسڈ کلاسیس مشن' نامی ادارہ شروع کیا۔ انھوں نے دلتوں کو تعلیم یافتہ، عزّتِ نفس کا حامل اور کاروباری بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ وہیں ان کی خدمات کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ انھوں نے اعلیٰ طبقات کے دلوں سے دلتوں سے متعلق غلط فہمیاں دور کرنے کی کوششیں کیں۔ اس مقصد کے تحت انھوں نے ممبئی کے پریل اور دیونار میں مراٹھی اسکولیں اور صنعتی اسکولیں قائم کیں۔

انھوں نے پونہ کے پاروَتی مندر میں داخلے کے لیے ستیہ گرہ، دلتوں کی زرعی پریشد، متحدہ حلقۂ انتخاب منصوبہ وغیرہ سے متعلق دلت طبقے کے مفادات کے نظریے سے سرگرم حصہ لیا۔

راجرشی شاہو مہاراج نے ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر کی قیادت کی حمایت کی۔ انھی کے دور میں قائم ہونے والی غیر برہمنی تحریک کی قیادت کی۔

راجرشی شاہو مہاراج

راجرشی شاہو مہاراج نے کولھاپور ریاست میں محفوظ نشستوں کا انقلابی اعلامیہ جاری کیا۔ مفت اور لازمی ابتدائی تعلیم کے لیے قانون سازی کی۔ انھوں نے ذات پات کی تفریق کو مٹانے کے لیے نہایت اہم کام انجام دیے۔ روٹی بندی، بیٹی بندی اور دھندہ بندی ذات پات کے نظام کی تین اہم پابندیاں تھیں۔ شاہو مہاراج نے مختلف پروگراموں اور اجلاسوں میں دلتوں کے ہاتھ سے روٹی کھا کر 'روٹی بندی' کی کھلے طور پر مذمت کی۔ شاہو مہاراج کا خیال تھا کہ جب تک سماج میں 'بیٹی بندی' کی پابندی جاری رہے گی تب تک ذات پات کا نظام جڑ سے ختم نہیں ہوسکتا۔ انھوں نے اپنی ریاست میں مختلف ذاتوں کے مابین شادی کو قانونی درجہ دینے والا قانون بنایا۔ ۲۲ رفروری ۱۹۱۸ء کو کولھاپور حکومت کے گزٹ میں اعلامیے کی اشاعت کے ذریعے ریاست میں 'بلوتے داری نظام' کو ختم کردیا گیا۔ کسی بھی شخص کو اپنی مرضی سے پیشہ اختیار کرنے کی آزادی دی گئی۔ شاہو مہاراج نے پیشے کا اختیار دے کر لوگوں کو ایک قسم کی سماجی غلامی سے نجات دلائی۔

جنوبی ہند میں جسٹس پارٹی نے سماجی مساوات کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ مہاتما گاندھی نے چھوت چھات کے مسئلے کو کانگریس کے پلیٹ فارم سے پیش کیا۔ ایروڈا جیل میں انھوں نے سناتنی ہندو پنڈتوں سے بحث کرتے ہوئے ثابت کیا

ٹھکّر باپّا

کہ چھوت چھات کی بنیاد کسی بھی شاستر (مذہبی کتاب) میں موجود نہیں ہے۔ انھوں نے ہریجن سیوک سنگھ کو تحریک دی۔ ان سے تحریک حاصل کرکے امرت لال وٹھل داس ٹھکر عرف ٹھکّر باپّا، اپّا صاحب پٹوردھن وغیرہ رضا کاروں نے مساوات قائم کرنے کے کام میں خود کو جھونک دیا۔

ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر کی قیادت میں دلتوں کی جدوجہد کا آغاز ہوا۔ ڈاکٹر امبیڈکر کا مقصد مساوات، بھائی چارہ اور آزادی پر مبنی سماج کی تشکیل تھا۔ انھیں یقین تھا کہ ذات پات کے نظام کے مکمل خاتمے کے بغیر دلتوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافی اور عدم مساوات کا خاتمہ ممکن نہیں ہے۔ ان کا خیال تھا کہ سماجی مساوات دلتوں کا حق ہے۔ عزتِ نفس پر مبنی تحریک شروع کرنا ان کے پیش نظر تھا۔ اسی خیال کے تحت جولائی ۱۹۲۴ء میں انھوں نے 'بہشکرت ہت کارنی سبھا' قائم کی۔ انھوں نے اپنے پیروکاروں کو 'سیکھو، متحد ہوجاؤ اور جدوجہد کرو' جیسا حوصلہ بخش پیغام دیا۔

بابا صاحب بولے نے ممبئی ریزیڈنسی کی مجلسِ مقنّنہ میں پانی پینے کی عوامی جگہوں کو دلتوں کے لیے کھول دینے کا قانون منظور کروا لیا تھا۔ اس کے باوجود عملی طور پر ان جگہوں پر دلتوں کو اجازت نہیں تھی۔ اس لیے بابا صاحب امبیڈکر اور ان کے پیروکاروں نے مہاڈ کے 'چَودار' تالاب پر ستیہ گرہ کیا۔ انھوں نے عدم مساوات کا درس دینے والی 'منو اسمرتی' نامی کتاب کو نذرِ آتش کیا۔ ناشک کے کالا رام مندر میں دلتوں کو داخلہ دلوانے کے لیے انھوں نے ۱۹۳۰ء میں ستیہ گرہ شروع کیا۔ اس ستیہ گرہ کی قیادت کرم ویر دادا صاحب گائیکواڑ نے کی تھی۔

اخبارات ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر کی تحریک کا لازمی حصہ تھے۔ سماجی بیداری اور دکھوں کو منظر عام پر لانے کے لیے انھوں نے 'مُوک نائک، بہشکرت بھارت، جنتا، سُمتا' جیسے اخبارات جاری کیے۔

ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر نے 'سواتنتر مجور پکش' (آزاد مزدور پارٹی) قائم کی۔ مزدوروں کے مفادات سے ٹکرانے والے قوانین کی مجلسِ مقنّنہ میں مخالفت کی۔ دلتوں کے مسائل مؤثر طریقے سے پیش کرنے کے لیے انھوں نے ۱۹۴۲ء میں 'شیڈولڈ کاسٹ فیڈریشن' قائم کیا۔ بھارت کے آئین کی تدوین کے ذریعے ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر نے جدید بھارت میں

مہاڈ کے چَودار تالاب کا ستیہ گرہ

مساوات پر مبنی سماج کی تشکیل کی خاطر گراں قدر خدمات انجام دیں۔ انھوں نے ۱۹۵۶ء میں ناگپور میں اپنے لاتعداد پیرو کاروں کے ساتھ انسانیت اور مساوات کی تعلیم دینے والے بدھ مذہب کو اختیار کیا۔

جدید بھارت کی تعمیر میں مساوات کے لیے کی گئی جدوجہد کو اہم مقام حاصل ہے۔

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کر کے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

(لالا لجپت رائے، سانے گروجی، رکھما بائی جناردن ساوے)

۱۔ راجکوٹ میں .... نے ریڈ کراس سوسائٹی قائم کی۔

۲۔ .... املنیر کارخانے کی مزدور یونین کے صدر تھے۔

۳۔ آیٹک کے پہلے اجلاس کے صدر .... تھے۔

(۲) نوٹ لکھیے۔

۱۔ مہرشی وِٹھل رام جی شندے کی سماجی خدمات

۲۔ کولھاپور ریاست میں راجرشی شاہو مہاراج کی اصلاحات

(۳) درج ذیل بیانات وجوہات کے ساتھ واضح کیجیے۔

۱۔ حکومت نے اشتراکی تحریک کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔

۲۔ ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر نے 'موک نائک'، 'بہشکرت بھارت' جیسے اخبارات جاری کیے۔

۳۔ قومی سطح کی مزدور تنظیم کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔

(۴) درج ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ جدید بھارت کی تعمیر میں مساوات کے لیے کی گئی جدوجہد کو اہم مقام کیوں حاصل ہے؟

۲۔ مشرقی خاندیش میں سانے گروجی کی خدمات پر روشنی ڈالیے۔

۳۔ مزدوروں کی جدوجہد قومی تحریک کے لیے کیسے معاون ثابت ہوئی؟

۴۔ خواتین سے متعلق اصلاحی تحریک کی نوعیت واضح کیجیے۔

سرگرمی

۱۔ ڈاکٹر آنندی بائی جوشی کی زندگی پر تحریر کردہ کتاب پڑھیے۔

۲۔ راجرشی شاہو مہاراج کی سوانح پڑھیے۔

A4L1KZ

۱۲۔ آزادی کا حصول

دوسری عالمی جنگ کے دوران بھارت کی آزادی کی لڑائی وسیع ہو چکی تھی۔ بھارت کی آزادی کا مطالبہ زور پکڑتا جا رہا تھا۔ انگریز حکمرانوں کے لیے اس مطالبے پر سنجیدگی سے غور کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ اس تناظر میں انگریز حکمراں بھارت کو آزادی دینے کے لیے مختلف منصوبے بنانے لگے۔

قومی جماعت کی تشکیل سیکولرزم کی بنیاد پر ہوئی تھی۔ قومی تحریک میں تمام مذاہب اور ذات کے لوگ شامل تھے۔ اس تحریک کو کمزور کرنے کے لیے انگریزوں نے 'پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو' کی پالیسی اپنائی تھی۔ اسی کے نتیجے میں مسلم لیگ قائم ہوئی۔

۱۹۳۰ء میں مشہور شاعر ڈاکٹر محمد اقبال نے خود مختار مسلم ملک کا نظریہ پیش کیا۔ چودھری رحمت علی نے پاکستان کا تصور پیش کیا۔ بیرسٹر محمد علی جناح نے دو قومی نظریہ پیش کر کے آزاد مسلم ملک پاکستان کا مطالبہ کیا۔ بیرسٹر جناح اور مسلم لیگ کا کہنا تھا کہ قومی جماعت صرف ہندوؤں کی پارٹی ہے اور مسلمانوں کو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

ویویل پلان : جون ۱۹۴۵ء میں بھارت کے وائسرائے لارڈ ویویل نے ایک منصوبہ بنایا۔ اس منصوبے میں مختلف شقیں تھیں جن میں مسلمانوں، دلتوں اور اقلیتوں کے لیے مرکزی اور صوبائی قانون ساز مجلس میں مناسب نمائندگی اور وائسرائے کی مجلسِ عاملہ میں ہندو اور مسلمان ارکان کی مساوی تعداد جیسے نکات اہم تھے۔ اس منصوبے پر غور و خوض کرنے کے لیے شملہ میں بھارت کی اہم سیاسی پارٹیوں کی ایک نشست منعقد کی گئی تھی۔ بیرسٹر جناح نے اصرار کیا کہ وائسرائے کی مجلسِ عاملہ میں مسلم ارکان کے نام تجویز کرنے کا اختیار صرف مسلم لیگ ہی کو ہوگا۔ قومی جماعت نے اس کی مخالفت کی جس کی وجہ سے ویویل منصوبہ کامیاب نہ ہو سکا۔

سہ وزیری منصوبہ : دوسری عالمی جنگ کے اختتام کے بعد بھارت کو آزادی دینے کے لیے انگریز حکمراں راضی ہو گئے۔ برطانوی وزیر اعظم ایٹلی نے پارلیمنٹ میں بھارت کے بارے میں پالیسی واضح کر دی جس کے مطابق یہ تسلیم کر لیا گیا کہ بھارت کے آئین کی تدوین کا اختیار بھارتی عوام کو ہوگا۔ یہ بھی واضح کیا گیا کہ اقلیتوں کے مسائل آزادی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ مارچ ۱۹۴۶ء میں تین برطانوی وزرا پیتھک لارنس، اسٹیفورڈ کرپس اور اے وی الیگزینڈر کے وفد نے بھارت سے متعلق برطانوی منصوبہ بھارتی رہنماؤں کے سامنے پیش کیا۔ اسے 'سہ وزیری منصوبہ' کہا جاتا ہے۔

اس منصوبے کی چند شقیں قومی جماعت کو منظور نہیں تھیں۔ اس منصوبے میں مسلمانوں کے لیے آزاد ریاست کے قیام کا بھی ذکر نہیں تھا لہٰذا مسلم لیگ بھی اس سے مطمئن نہیں تھی۔ ان وجوہات کی بنا پر سہ وزیری منصوبہ مکمل طور پر تسلیم نہیں کیا گیا۔

یومِ راست اقدام : پاکستان کا مطالبہ پورا نہ ہوتا دیکھ کر مسلم لیگ نے راست اقدام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے کے مطابق مسلم لیگ کی جانب سے ۱۶/اگست ۱۹۴۶ء کو یومِ راست اقدام (ڈائریکٹ ایکشن ڈے) کے طور پر منانے کا اعلان کیا گیا۔ اس دن ملک میں جگہ جگہ ہندو مسلم فسادات ہوئے۔ بنگال کے نواکھالی میں زبردست قتل و غارت گری ہوئی۔ اس تشدد کو روکنے کے لیے گاندھی جی اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے وہاں پہنچے۔ وہاں امن قائم کرنے کے لیے انھوں نے سخت کوششیں کیں۔

عبوری حکومت کا قیام : ملک میں تشدد کے ماحول میں ہی وائسرائے ویویل نے عبوری حکومت قائم کر دی۔ پنڈت جواہر لال نہرو اس حکومت کے سربراہ تھے۔ ابتدا میں مسلم لیگ نے عبوری حکومت میں شامل نہ ہونے کا فیصلہ کیا۔ کچھ عرصے بعد وہ عبوری حکومت میں شامل ہو گئی لیکن مسلم لیگ کے سخت رویے کی وجہ سے عبوری حکومت کا کام کاج آسانی کے ساتھ نہ چل سکا۔

ماؤنٹ بیٹن منصوبہ : برطانوی وزیراعظم ایٹلی نے اعلان کیا کہ برطانیہ ۱۹۴۸ء سے قبل بھارت کو اقتدار منتقل کردے گا۔ اقتدار کی منتقلی کے پس منظر میں بھارت کے وائسرائے کے طور پر لارڈ ماؤنٹ بیٹن کا تقرر کیا گیا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے بھارت کے اہم رہنماؤں کے ساتھ گفت وشنید کی۔ انھوں نے بھارت اور پاکستان دو آزاد ملکوں کے قیام کا منصوبہ تیار کیا۔ قومی جماعت نے تقسیم کی مخالفت کی۔ ملک کا اتحاد ہی قومی جماعت کے قیام کی بنیاد تھا۔ لیکن مسلم لیگ پاکستان کے قیام پر بضد تھی جس کی وجہ سے تقسیم کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہ رہا۔ بحالتِ مجبوری قومی جماعت نے تقسیم کے فیصلے کو قبول کرلیا۔

بھارت کی آزادی کا قانون : ماؤنٹ بیٹن کی اسکیم کے مطابق ۱۸/ جولائی ۱۹۴۷ء کو برطانوی پارلیمنٹ میں بھارت کی آزادی کا قانون منظور کرلیا گیا۔ اس قانون میں موجود شقوں کے مطابق یہ طے کیا گیا کہ ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کو بھارت اور پاکستان دو آزاد ملک وجود میں آئیں گے۔ ان ملکوں پر برطانوی پارلیمنٹ کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ دیسی ریاستوں پر سے برطانیہ کا

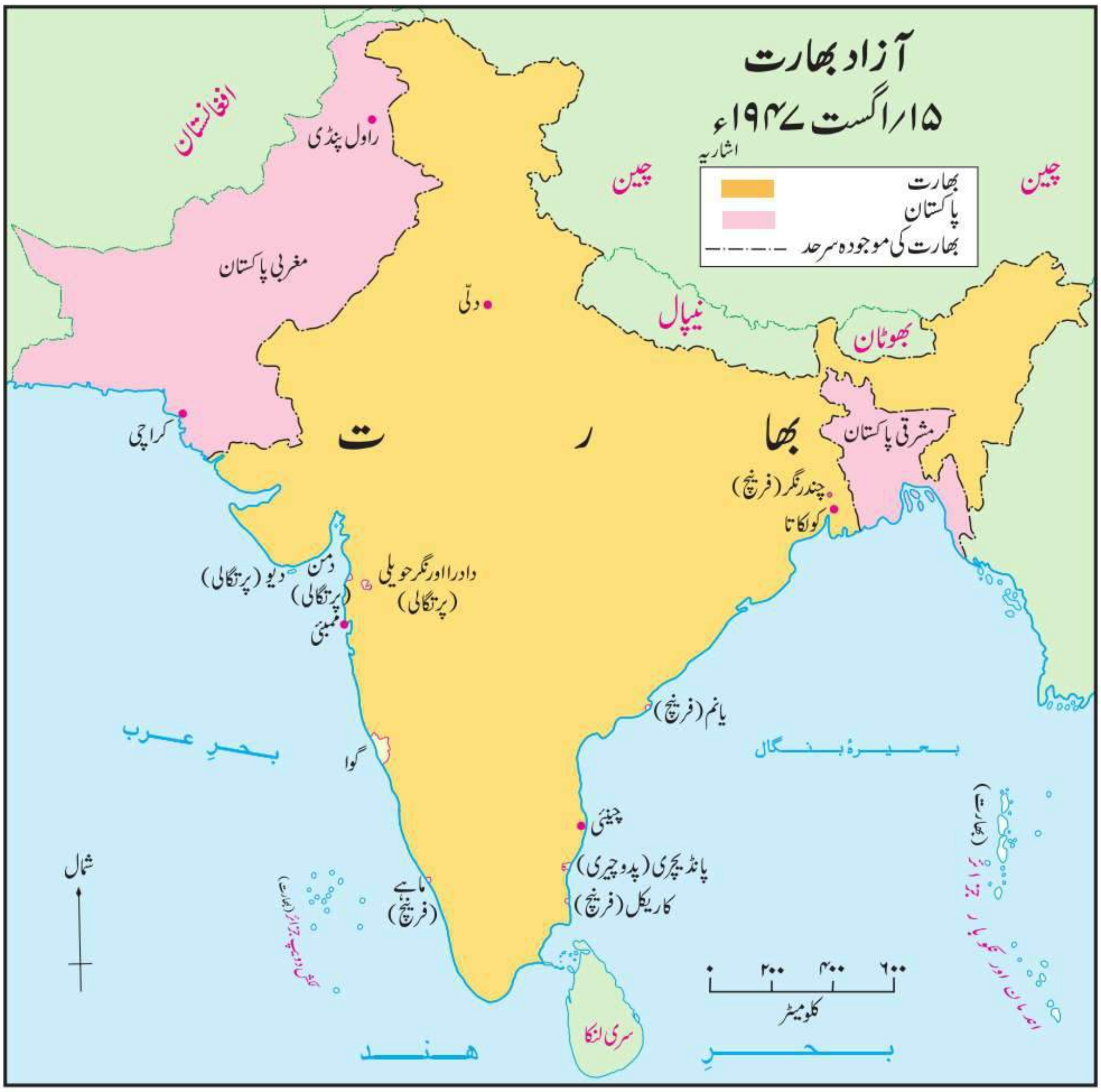

اقتدار ختم ہو جائے گا۔ یہ ریاستیں بھارت یا پاکستان کے ساتھ اپنی مرضی سے الحاق کرسکتی ہیں یا چاہیں تو آزاد و خود مختار رہ سکتی ہیں۔

آزادی کا حصول : بھارت کی آزادی کے قانون کے مطابق ۱۵؍ اگست ۱۹۴۷ء کو بھارت کو آزادی دے دی گئی۔ ۱۴؍ اگست ۱۹۴۷ء کی نصف شب دلّی کے پارلیمنٹ ہال میں قانون ساز اسمبلی کا اجلاس جاری تھا۔ نصف شب بارہ بجے بھارت کی غلامی کا دور ختم ہوگیا۔ برطانوی پرچم یونین جیک کو اُتار کر اس کی جگہ بھارت کا ترنگا پرچم لہرایا گیا۔ ڈیڑھ سو برس کی غلامی کے بعد بھارت آزاد ہوگیا۔

آزادی کے حصول کی مسرت احساسِ غم سے خالی نہ تھی۔ ملک تقسیم ہوگیا اور تقسیم کے بعد امنڈنے والے تشدد کی وجہ سے عوام غم زدہ تھے۔ آزادی کے جشن میں شریک نہ رہتے ہوئے گاندھی جی بنگال میں اپنی جان جوکھم میں ڈالے ہوئے تھے۔ آزادی ملنے کے محض چھ مہینے بعد ۳۰؍ جنوری ۱۹۴۸ء کو ناتھورام گوڈسے نے گاندھی جی پر گولیاں چلا کر ان کا بہیمانہ قتل کردیا۔ ہندو مسلم اتحاد قائم رکھنے کے لیے گاندھی جی ہمیشہ کوشاں رہے اور اسی مقصد کی خاطر اپنی جان قربان کردی۔

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کرکے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

۱۔ عبوری حکومت کے سربراہ.................. تھے۔

(الف) ولبھ بھائی پٹیل (ب) مہاتما گاندھی

(ج) پنڈت نہرو (د) بیرسٹر محمد علی جناح

۲۔ بھارت اور پاکستان ان دو آزاد ملکوں کی تشکیل کا منصوبہ .... نے بنایا تھا۔

(الف) لارڈ ویویل (ب) اسٹیفورڈ کرپس

(ج) لارڈ ماؤنٹ بیٹن (د) پیتھک لارنس

(۲) درج ذیل سوالوں کے ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ بیرسٹر جناح نے کون سے مطالبے پر اصرار کیا؟

۲۔ سہ وزیری منصوبے میں شامل وزرا کے نام لکھیے۔

(۳) درج ذیل بیانات وجوہات کے ساتھ واضح کیجیے۔

۱۔ قومی جماعت نے تقسیم کو منظور کرلیا۔

۲۔ عبوری حکومت کا کام کاج آسانی کے ساتھ نہیں چل سکا۔

۳۔ لارڈ ویویل منصوبہ کامیاب نہ ہوسکا۔

(۴) دیے گئے زمانی خط پر ترتیب وار واقعات لکھیے۔

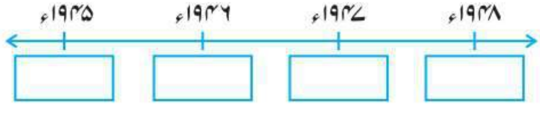

(۵) درج ذیل سوالوں کے مفصل جواب لکھیے۔

۱۔ انگریزوں نے بھارت کو آزادی دینے کی خاطر اقدامات کیوں کیے؟

۲۔ ماؤنٹ بیٹن منصوبے کے بارے میں معلومات دیجیے۔

۳۔ مسلم لیگ نے ۱۶؍ اگست کو یومِ راست اقدام کے طور پر منانے کا اعلان کیوں کیا؟ اس کے کیا نتائج ہوئے؟

سرگرمی

مختلف حوالہ جاتی کتابوں اور انٹرنیٹ کی مدد سے آزادی کے بعد عام لوگوں کے ردِّعمل کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے۔

A4UHMM

۱۳۔ جنگِ آزادی کا اختتام

بھارت آزاد ہو چکا تھا لیکن آزادی کی لڑائی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ بھارت میں کئی آزاد ریاستیں تھیں۔ ان ریاستوں کو بھارت میں شامل ہونے یا آزاد رہنے کا حق حاصل تھا جس کی وجہ سے نیشنل کانگریس کا مکمل بھارت کا خواب ادھورا رہ گیا تھا۔ ان ریاستوں کے آزاد رہنے کی وجہ سے بھارت کے کئی ٹکڑے ہونے کے امکانات تھے۔ پرتگالی اور فرانسیسی حکومتوں نے بھارت کے کچھ حصوں پر اپنا اقتدار چھوڑا نہیں تھا۔ لیکن بھارت نے ان مسائل کو تدبر کے ساتھ حل کیا۔ اس سبق میں ہم اسی کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔

آزاد ریاستوں کا بھارت کے ساتھ الحاق : بھارت میں چھوٹی بڑی چھے سو سے زیادہ ریاستیں تھیں۔ عدم تعاون تحریک کی وجہ سے ان ریاستوں میں سیاسی بیداری کا آغاز ہو چکا تھا۔ ان ریاستوں میں عوامی تنظیمیں قائم ہونے لگیں۔ عوامی تنظیمیں (پرجا منڈل) یعنی ریاست کے عوام کے مفادات اور ان کے سیاسی حقوق کے لیے لڑنے والی عوامی تنظیمیں۔ ۱۹۲۷ء میں ان تمام عوامی تنظیموں کو ملا کر ایک کل ہند پرجا پریشد (عوامی مجلس) قائم کی گئی۔ اس کی وجہ سے ان ریاستوں میں تحریکوں کی راہ ہموار ہوگئی۔ آزادی کے بعد ان ریاستوں کے الحاق کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے وزیرِ داخلہ ولبھ بھائی پٹیل نے نہایت مدبرانہ راستہ ڈھونڈ نکالا۔ انھوں نے ان ریاستوں کے حکمرانوں کو اعتماد میں لے کر سب کے لیے قابلِ قبول 'انضمامی منشور' تیار کیا۔

سردار ولبھ بھائی پٹیل

سردار پٹیل نے ریاستوں کے حکمرانوں کو یہ باور کرایا کہ بھارت میں ان ریاستوں کی شمولیت کس طرح ان کے لیے فائدہ مند ہے۔ ان کے اس اعلان کو ریاستوں کی جانب سے مثبت ردِّعمل ملا۔ جوناگڑھ، حیدرآباد اور کشمیر کو چھوڑ کر تمام ریاستیں بھارت میں شامل ہوگئیں۔ ریاستوں کے الحاق کا مسئلہ سردار پٹیل نے نہایت سخت موقف اختیار کرتے ہوئے حل کیا۔

جوناگڑھ کا الحاق : جوناگڑھ سوراشٹر کی ایک ریاست تھی۔ یہاں کے عوام بھارت میں شامل ہونا چاہتے تھے لیکن جوناگڑھ کے نواب پاکستان میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ان کے اس فیصلے کی عوام نے سخت مخالفت کی۔ نواب پاکستان چلے گئے اور فروری ۱۹۴۸ء میں جوناگڑھ کا الحاق بھارت کے ساتھ ہوگیا۔

سقوطِ حیدرآباد : حیدرآباد بھارت کی سب سے بڑی دیسی ریاست تھی جس میں تیلگو، کنڑ اور مراٹھی لسانی علاقے شامل تھے۔ یہاں نظام کی مطلق العنان حکومت تھی۔ ریاست میں شہری اور سیاسی حقوق کا فقدان تھا۔ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے ریاست حیدرآباد کے عوام نے تلنگانا کے علاقے میں آندھرا پریشد، مراٹھواڑہ کے علاقے میں مہاراشٹر پریشد اور کرناٹک کے علاقے میں کرناٹک پریشد نامی تنظیمیں قائم کیں۔ ۱۹۳۸ء میں سوامی رامانند تیرتھ نے حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس قائم کی۔ نظام نے اس تنظیم پر پابندی عائد کردی۔ حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس کو منظور کروانے اور جمہوری حقوق حاصل کرنے کے لیے جدوجہد شروع ہوگئی۔ اس جدوجہد کی قیادت سوامی رامانند تیرتھ جیسے مجاہد نے کی۔ انھیں نارائن ریڈی اور سراج الحسن ترمذی جیسے ساتھیوں کا

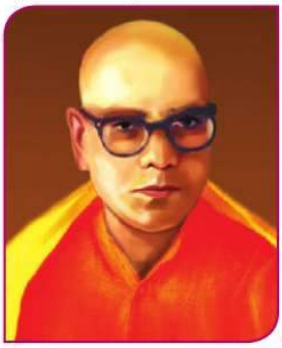

سوامی رامانند تیرتھ

تعاون حاصل تھا۔ پی وی نرسمہا راؤ اور گووند بھائی شراف ان کے وفادار پیروکار تھے۔

جولائی ۱۹۴۷ء میں حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس نے ریاست حیدرآباد کے بھارت کے ساتھ الحاق کی تجویز منظور کی لیکن نظام نے بھارت مخالف موقف اختیار کیا۔ وہ پاکستان کے ساتھ حیدرآباد کے الحاق کی تیاریاں کرنے لگے۔ نظام کے معاون قاسم رضوی نے حیدرآباد کے عوام کے بھارت کے ساتھ الحاق کے مطالبے کو مسترد کرنے کے لیے 'رضا کار' نامی تنظیم قائم کی۔ قاسم رضوی اور ان کے ساتھیوں نے غیر مسلموں اور بھارتی جمہوریت کی حمایت کرنے والے مسلمانوں پر بھی سختیاں کیں جس کے خلاف عوامی غصہ بھڑک اُٹھا۔ بھارتی حکومت نظام کے ساتھ مصالحت کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن نظام کی جانب سے مثبت ردّعمل کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ آخرکار بھارت حکومت نے ۱۳؍ستمبر ۱۹۴۸ء کو نظام کے خلاف پولس کارروائی شروع کردی۔ اس کا کوڈ نام 'آپریشن پولو' تھا۔ بالآخر ۱۷؍ستمبر ۱۹۴۸ء کو نظام نے سپردگی اختیار کرلی۔ ریاست حیدرآباد کا الحاق بھارت کے ساتھ ہوگیا۔ ریاست کے عوام کی جدوجہد کامیابی سے ہم کنار ہوئی۔ اس لڑائی میں آریہ سماج نے نمایاں خدمات انجام دیں۔

سقوطِ حیدرآباد میں مراٹھواڑے کا تعاون : اس لڑائی میں سوامی رامانند تیرتھ، بابا صاحب پرانجپے، گووند بھائی شراف، اننت بھالے راؤ، آشا تائی واگھمارے وغیرہ نے اہم کردار ادا کیا۔

'وندے ماترم' تحریک کے ذریعے طلبہ نے بھی سقوطِ حیدرآباد میں حصہ لیا۔ سقوطِ حیدرآباد کے دوران وید پرکاش، شیام لال، گووند پانسرے، بہرجی شندے، شری دھرورتک، جناردھن ماما، شعیب اللہ خان وغیرہ نے اپنی جانیں قربان کردیں۔ ان کی قربانیوں نے بھارتیوں کے دلوں کو جوش سے بھر دیا۔ اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ سقوطِ حیدرآباد کی لڑائی میں مراٹھواڑہ کے رہنماؤں اور عوام نے نمایاں کردار ادا کیا۔

سقوطِ حیدرآباد کا دن یعنی ۱۷؍ستمبر کو 'مراٹھواڑے کا یومِ آزادی' کے طور پر منایا جاتا ہے۔ ۱۵؍اگست ۱۹۴۷ء کو مراٹھواڑہ آزاد بھارت میں شامل نہیں تھا۔ یہ علاقہ عوامی جدوجہد کے نتیجے میں ۱۹۴۸ء میں بھارت میں شامل کیا گیا۔

مسئلۂ کشمیر : ریاستِ کشمیر کے راجا ہری سنگھ نے آزاد رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ پاکستان کا ارادہ کشمیر کو اپنے ساتھ شامل کرنے کا تھا جس کے لیے پاکستان ہری سنگھ پر دباؤ ڈالنے لگا۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں پاکستان کی ایما پر مسلح دراندازوں نے کشمیر پر حملہ کردیا۔ تب کہیں ہری سنگھ نے بھارت کے ساتھ الحاق کے معاہدے پر دستخط کیے۔ کشمیر کے بھارت کے ساتھ الحاق کے بعد وہاں بھارتی فوج بھیج دی گئی۔ فوج نے کشمیر کے بڑے حصے کو دراندازوں سے آزاد کروایا۔ البتہ کچھ حصہ پاکستان کے قبضے ہی میں رہا۔

فرانسیسی نوآبادیات کا الحاق : بھارت کی آزادی کے بعد بھی چندرنگر، پدوچیری، کاریکل، ماہے اور یانم پر فرانسیسی قابض تھے۔ یہاں کے عوام بھارت میں شمولیت اختیار کرنے کے لیے بے چین تھے۔ بھارتی حکومت نے مطالبہ کیا کہ یہ علاقے بھارت کا حصہ ہیں اس لیے انھیں بھارت کے حوالے کردیا جائے۔ فرانس نے ۱۹۴۹ء میں چندرنگر میں استصوابِ رائے کروایا جس میں عوام نے بھارت کے حق میں فیصلہ دیا۔ لہٰذا چندرنگر کو بھارت کے حوالے کردیا گیا۔ بعدازاں فرانس نے دیگر علاقے بھی بھارت کو سونپ دیے۔

گوا کی آزادی کی لڑائی : پرتگال نے اپنے قبضے والے بھارتی علاقے بھارت کے حوالے کرنے سے انکار کردیا۔ اس علاقے کو حاصل کرنے کے لیے بھارتیوں کو جدوجہد کرنا پڑی۔ اس لڑائی میں ڈاکٹر ٹی بی کُنہا سرفہرست تھے۔ انھوں نے پرتگالی حکومت کے خلاف عوامی بیداری پیدا کی۔ اس مقصد کے تحت انھوں نے گوا کانگریس کمیٹی قائم کی۔ ۱۹۴۵ء میں ڈاکٹر کُنہا نے ممبئی میں 'گوا یوتھ لیگ' قائم کی۔ ۱۹۴۶ء میں انھوں نے گوا جا کر

ڈاکٹر ٹی بی کُنہا

تقریر کرنے پر پابندی کا قانون توڑا۔ انھیں آٹھ برس قید کی سزا سنائی گئی۔ ۱۹۴۶ء میں ہی ڈاکٹر رام منوہر لوہیا نے گوا کی آزادی کے لیے ستیہ گرہ شروع کیا۔ انھوں نے پابندی کے قانون کو توڑتے ہوئے مڈگاؤں میں تقریر کی جس کی وجہ سے پرتگالی حکومت نے انھیں شہر بدر کردیا۔

اسی دوران گجرات کے 'دادرا' اور 'نگر حویلی' کی پرتگالی نوآبادیوں کی آزادی کے لیے 'آزاد گومنتک' پارٹی قائم کی گئی۔ ۲/اگست ۱۹۵۴ء کو اس پارٹی کے جوانوں نے مسلح حملہ کرکے دادرا اور نگر حویلی کو پرتگالیوں سے آزاد کروایا۔ اس حملے میں وشوناتھ لونڈے، راجا بھاؤ واکنکر، سدھیر پھڑکے، نانا صاحب کاجریکر وغیرہ شامل تھے۔ ۱۹۵۴ء میں 'گوا مکتی سمیتی' قائم کی گئی۔ اس کمیٹی نے مہاراشٹر سے ستیہ گرہیوں کی کئی ٹکڑیاں گوا بھیجیں جن میں این جی گورے، سیناپتی باپٹ، پیٹر الوارس، مہادیو شاستری جوشی اور ان کی اہلیہ سدھا تائی شامل تھیں۔ موہن راناڈے 'گوا مکتی تحریک' کے سرگرم رہنما تھے۔ پرتگالی حکومت نے ستیہ گرہیوں پر بے حد ظلم کیا جس کے بعد بھارت میں اس کے خلاف عوامی غصہ تیز ہوگیا۔

گوا کی آزادی کی لڑائی نے شدت اختیار کرلی۔ بھارتی حکومت پرتگالی حکومت کے ساتھ گفت وشنید کررہی تھی لیکن کوئی فائدہ نظرنہیں آرہا تھا۔ آخرکار بھارتی حکومت نے بحالتِ مجبوری فوجی طاقت استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ دسمبر ۱۹۶۱ء میں بھارتی فوج گوا میں داخل ہوگئی۔ نہایت قلیل مدت میں پرتگالی فوج نے ہتھیار ڈال دیے۔ ۱۹/دسمبر ۱۹۶۱ء کو گوا پرتگالیوں کے قبضے سے آزاد ہوگیا۔ بھارت کی سرزمین سے سامراج ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔ صحیح معنوں میں بھارت کی آزادی کی لڑائی اختتام پذیر ہوئی۔

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کرکے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

۱۔ بھارت میں چھوٹی بڑی چھے سو سے زیادہ .... تھیں۔

(الف) حکومتیں (ب) دیہات
(ج) ریاستیں (د) شہر

۲۔ جوناگڑھ، .... اور کشمیر کو چھوڑ کر تمام ریاستیں بھارت میں شامل ہوگئیں۔

(الف) اودھ (ب) جھانسی
(ج) وڈودرا (د) حیدرآباد

(۲) درج ذیل بیانات وجوہات کے ساتھ واضح کیجیے۔

۱۔ بھارت کے ساتھ جوناگڑھ کا الحاق ہوگیا۔
۲۔ بھارتی حکومت نے نظام کے خلاف پولس کارروائی شروع کی۔
۳۔ ہری سنگھ نے بھارت کے ساتھ الحاق کے معاہدے پر دستخط کیے۔

(۳) درج ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ ریاستوں کے الحاق میں سردار پٹیل کے کردار پر روشنی ڈالیے۔
۲۔ سقوطِ حیدرآباد میں سوامی رامانند تیرتھ کی خدمات واضح کیجیے۔

سرگرمی

'سقوطِ حیدرآباد' کے موضوع پر تصاویر اور معلومات حاصل کیجیے۔ تاریخ کی جماعت میں اس پر مبنی جدولوں کی نمائش منعقد کیجیے۔

A54SPA

۱۴۔ ریاستِ مہاراشٹر کا قیام

بھارت کی آزادی کے بعد لسانی بنیاد پر ریاستوں کی تشکیل کا مطالبہ بڑے پیمانے پر کیا جانے لگا۔ مہاراشٹر میں مراٹھی لسانی ریاست کا مطالبہ کرنے والی 'متحدہ مہاراشٹر تحریک' ۱۹۴۶ء سے ہی جاری تھی۔ مختلف تغیرات کے ذریعے اس تحریک کی پیش رفت کے نتیجے میں یکم مئی ۱۹۶۰ء کو ریاستِ مہاراشٹر کا قیام عمل میں آیا۔

پس منظر : بیسویں صدی کے آغاز ہی سے مراٹھی بولنے والوں کو متحد کرنے کا خیال بہت سے واقف کاروں نے برسرِعام ظاہر کرنا شروع کیا۔ ۱۹۱۱ء میں انگریزوں کو تقسیمِ بنگال منسوخ کرنا پڑا۔ اسی پس منظر میں این اچ کیلکر نے لکھا، ''مراٹھی بولنے والی تمام آبادی ایک ہی حکومت کے تحت ہونی چاہیے۔'' لوک مانیہ تلک نے ۱۹۱۵ء میں لسانی بنیادوں پر ریاستوں کی تقسیم کا مطالبہ کیا تھا لیکن اُس زمانے میں بھارت کی آزادی کا مسئلہ زیادہ اہم تھا اس لیے یہ سوال پس پردہ چلا گیا۔

۱۲/مئی ۱۹۴۶ء کو بیلگام میں منعقدہ ساہتیہ سمیلن میں متحدہ مہاراشٹر سے متعلق اہم تجویز منظور کی گئی۔

متحدہ مہاراشٹر پریشد : ۲۸/جولائی کو ممبئی میں شنکر راؤ دیو کی صدارت میں 'مہاراشٹر ایکی کرن پریشد' کا انعقاد ہوا۔ اس پریشد میں تجویز منظور کی گئی کہ مراٹھی بولنے والے علاقوں کی ایک ریاست بنائی جائے جس میں ممبئی، صوبۂ متوسط کے مراٹھی بولنے والے علاقے، مراٹھواڑہ اور گومنتک جیسے مراٹھی بولنے والے علاقے شامل ہوں۔

دار کمیشن : دستور ساز مجلس کے صدر ڈاکٹر راجندر پرساد نے ۱۷/جون ۱۹۴۷ء کو جسٹس ایس کے دار کی صدارت میں لسانی بنیادوں پر ریاستوں کی تشکیل کے لیے 'دار کمیشن' قائم کیا۔ ۱۰/دسمبر ۱۹۴۸ء کو دار کمیشن نے اپنی رپورٹ پیش کی۔ اس کے باوجود اس مسئلے کا کوئی حل نہیں نکلا۔

جے وی پی سمیتی (سہ رکنی کمیٹی) : لسانی بنیادوں پر ریاستوں کی تشکیل کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے کانگریس نے ۲۹/دسمبر ۱۹۴۸ء کو ایک کمیٹی تشکیل دی۔ اس کمیٹی میں پنڈت جواہر لال نہرو، ولبھ بھائی پٹیل اور پٹّابھی سیتارمیّا شامل تھے۔ ان تین ارکان کے ناموں کے پہلے حرف کے پیشِ نظر یہ کمیٹی جے وی پی کمیٹی کہلاتی ہے۔ اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں سفارش کی کہ کانگریس کو اُصولی طور پر لسانی بنیادوں پر ریاستوں کی تشکیل منظور ہے لیکن اس کام کے لیے یہ وقت مناسب نہیں ہے۔ پورے مہاراشٹر میں اس رپورٹ کے خلاف شدید ردّ عمل ہوا۔ اسی دوران عوامی بیداری کے لیے سیناپتی باپٹ نے 'پربھات پھیریاں' شروع کیں۔

آچاریہ اَترے نے ممبئی کارپوریشن میں بشمول ممبئی متحدہ مہاراشٹر کی تجویز پیش کی جو ۳۵ کے مقابلے ۵۰ ووٹوں سے منظور کرلی گئی۔ اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ عوام کی خواہش ہے کہ ممبئی مہاراشٹر میں رہے۔

ریاستوں کی تشکیلِ نو کے لیے کمیشن : بھارت حکومت نے جسٹس ایس فضل علی کی صدارت میں ۲۹/دسمبر ۱۹۵۳ء کو 'کمیشن برائے ریاستوں کی تشکیلِ نو' قائم کیا۔ اس کمیشن نے ۱۰/اکتوبر ۱۹۵۵ء کو اپنی رپورٹ پیش کی۔ اس احوال میں سفارش کی گئی کہ ممبئی کو ذولسانی ریاست بنایا جائے۔

ناگپور معاہدہ : مراٹھی بولنے والے تمام عوام پر مشتمل ایک ریاست قائم کرنے کے لیے ۱۹۵۳ء میں ناگپور معاہدہ طے پایا۔ اس معاہدے کے تحت مغربی مہاراشٹر، ودربھ اور مراٹھواڑہ کے ساتھ متحدہ مہاراشٹر کی تشکیل انجام پائی۔ آئین کی ۱۹۵۳ء کی ترمیم کے مطابق دفعہ ۳۷۱ (۲) کو شامل کیا گیا۔ اس کی رو سے ترقیاتی کاموں کے لیے مناسب فنڈ، تکنیکی اور پیشہ ورانہ تعلیم کے لیے خاطر خواہ رقم، متعلقہ حصوں میں آبادی کے تناسب میں ریاستی حکومت میں ملازمتوں کے مواقع اور مہاراشٹر اسمبلی کے

سالانہ ایک سیشن ناگپور میں ہونے وغیرہ اُمور کی ضمانت دی گئی۔

بشمول ممبئی مہاراشٹر کی تشکیل کے لیے مراٹھی بولنے والوں کی جدوجہد کا آغاز ہو چکا تھا۔ ممبئی میں کامگار میدان پر بہت بڑا اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں شنکر راؤ دیو نے کہا، ''ممبئی کے بغیر مہاراشٹر کی تشکیل کی مخالفت کے لیے ہم جان لڑا دیں گے۔'' عوام کے جذبات اور مطالبات نے عوامی تحریک کی شکل اختیار کر لی۔ خواتین بھی اس میں شامل ہونے لگیں۔ اس تحریک میں سمتی بائی گورے، عصمت چغتائی، درگا بھاگوت، تارا ریڈی، چاروشیلا گپتے، کملا تائی مورے، سلطانہ جوہری جیسی کئی خواتین نے بھی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

۷؍نومبر ۱۹۵۵ء کو مزدوروں کا اجلاس منعقد ہوا جس میں مختلف مزدور تنظیمیں کمیونسٹ، پرجا سماج وادی، سماج وادی، شیتکری کامگار پارٹی، جن سنگھ وغیرہ سیاسی پارٹیاں شامل ہوئیں۔ کامریڈ شری پاد امرت ڈانگے اس کے صدر تھے۔ اس سیشن میں ایس ایم جوشی نے ممبئی اور ودربھ کے بشمول مہاراشٹر کی تجویز پیش کی۔

براہ راست ٹکراؤ کا آغاز : مراٹھی بولنے والے عوام میں بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ سیناپتی باپٹ کی قیادت میں ودھان سبھا پر بڑا مورچا لے جایا گیا۔ اس وقت مرارجی دیسائی وزیر اعلیٰ تھے۔ حکومت نے پابندی کا اعلان کر دیا۔ پولس نے مورچے پر لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا استعمال کیا۔ اسی دن شام کو کامگار میدان پر پچاس ہزار لوگوں پر مشتمل جلسۂ عام منعقد کیا گیا۔ کامریڈ ڈانگے نے اس کی قیادت کی۔ متحدہ مہاراشٹر کے مطالبے میں شدت لانے کے لیے ۲۱؍نومبر ۱۹۵۵ء کو ایک دن کی علامتی ہڑتال کرنے کا فیصلہ لیا گیا۔

متحدہ مہاراشٹر کمیٹی کا قیام : مراٹھی بولنے والے عوام کا متحدہ مہاراشٹر کا مطالبہ پیچیدہ ہوتا چلا گیا۔ ریاست بھر میں بے اطمینانی کی لہر دوڑ رہی تھی۔ ۶؍فروری ۱۹۵۶ء کو کیشو راؤ جیدھے کی صدارت میں پونہ کے تلک اسمارک مندر میں ایک جلسہ ہوا جس میں کمیٹی نے اپنی مجلسِ عاملہ کا اعلان کیا۔ اس اعلان کے مطابق کامریڈ شری پاد امرت ڈانگے کمیٹی کے صدر، ڈاکٹر ٹی آر نرونے نائب صدر اور ایس ایم جوشی سکریٹری منتخب ہوئے۔

آچاریہ پی کے اُترے

کمیٹی کے قیام میں جی ٹی ماڈکھولکر، آچاریہ پی کے اترے، مدھو دنڈوتے، پربودھن کار کیشو ٹھاکرے، وائی کے سونی وغیرہ نے اہم کردار ادا کیا۔ ان کے ساتھ ساتھ سیناپتی باپٹ، کرانتی سنگھ نانا پاٹل، لال جی پینڈسے اور اہلیا بائی رانگنیکر نے متحدہ مہاراشٹر تحریک میں سرگرم کردار نبھایا۔ یہ تحریک مہاراشٹر کے گاؤں گاؤں تک جا پہنچی۔

ایس ایم جوشی

پربودھن کار ٹھاکرے

جس وقت یہ ظاہر ہو گیا کہ ممبئی مہاراشٹر کے حصے میں نہیں آئے گا اس وقت بہت بڑی عوامی تحریک شروع ہو گئی۔ اس تحریک کے دوران ریاستی حکومت کی گولی باری میں ۱۰۶؍لوگ شہید ہو گئے۔ متحدہ مہاراشٹر کے لیے اپنی جان قربان کرنے والے ان ۱۰۶؍شہیدوں کی یاد میں ممبئی کے 'فلورا فاؤنٹین' کے پاس 'یادگارِ شہیداں' قائم کی گئی۔

یکم نومبر ۱۹۵۶ء کو ذولسانی ممبئی ریاست وجود میں آئی۔ بعد ازاں ۱۸۵۷ء میں لوک سبھا، ودھان سبھا اور ممبئی کارپوریشن کے انتخابات ہوئے جن میں متحدہ مہاراشٹر کمیٹی کو بڑی کامیابی ہاتھ لگی۔ یہ نتائج اس بات پر شاہد تھے کہ رائے دہندگان ذولسانی

کیا آپ جانتے ہیں؟

عوامی شاعرانا بھاؤ ساٹھے

شاعرامر شیخ

شاعرڈی این گوانکر

مراٹھی اخبارات اور شعرا کے کارنامے : اس تحریک میں اخبارات کا کردار اہم تھا۔ پربودھن، کیسری، سکال، نواکال، نوَیگ، پربھات جیسے متعدد اخبارات نے عوامی بیداری کا کام کیا۔ متحدہ مہاراشٹر تحریک میں آچاریہ اترے کے اخبار ’مراٹھا‘ نے خصوصی کارکردگی انجام دی۔ بالا صاحب ٹھاکرے نے ’ماؤلا‘ کے قلمی نام سے کارٹونس بنا کر عوامی تحریک کو وسیع کردیا۔

عوامی شعرا اَنّا بھاؤ ساٹھے، امر شیخ اور وی این گوانکر نے اپنے کلام کے ذریعے بڑے پیمانے پر عوامی بیداری پیدا کی۔

ریاست کے خلاف اور متحدہ مہاراشٹر کی حمایت میں ہیں۔

۳۰ / نومبر ۱۹۵۷ء کو پنڈت جواہر لال نہرو کے ہاتھوں پرتاپ گڑھ پر شیواجی مہاراج کے مجسّمے کی نقاب کشائی ہونی تھی۔ اس وقت متحدہ مہاراشٹر کمیٹی کے بھائی مادھو راؤ باگل کی قیادت میں ایک بہت بڑا مورچا نکالا گیا۔ ایس ایم جوشی، این جی گورے، جینت راؤ تلک، پروفیسر کے اترے، ادھو راؤ پاٹل وغیرہ رہنما موجود تھے۔ کمیٹی نے پسرنی گھاٹ اور پولادپور کے پاس شدید مظاہرے کیے۔ کمیٹی مراٹھی عوام کے جذبات اور مجموعی حالات کو پنڈت نہرو کے علم میں لانے میں کامیاب ہوگئے۔

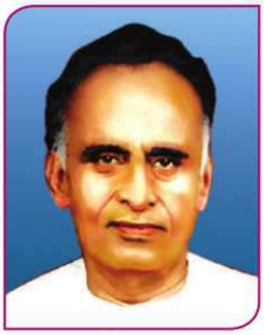
اُدھو راؤ پاٹل

متحدہ مہاراشٹر کمیٹی کی قیادت میں چلنے والی تحریک کی وجہ سے مرکزی حکومت مہاراشٹر کے قیام کے لیے راضی ہوگئی۔ اس موقع پر کانگریس کی صدر اندرا گاندھی نے سمیتی کی حمایت کا اعلان کیا۔ مرکزی حکومت نے مہاراشٹر اور گجرات ان دو لسانی ریاستوں کے قیام کو منظوری دے دی۔ اپریل ۱۹۶۰ء میں پارلیمنٹ نے ممبئی تشکیلِ نو قانون منظور کیا۔ اس قانون کے مطابق یکم مئی ۱۹۶۰ء کو ریاست مہاراشٹر کا قیام عمل میں آیا۔

یکم مئی ۱۹۶۰ء کو مزدور دن کے موقع پر پنڈت جواہر لال نہرو نے صبح سویرے راج بھون میں منعقدہ خصوصی تقریب میں ریاست مہاراشٹر کے قیام کا باقاعدہ اعلان کیا۔ مہاراشٹر کے اوّلین وزیر اعلیٰ کے طور پر یشونت راؤ چوہان نے ذمے داری سنبھالی۔

یشونت راؤ چوہان

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کر کے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

۱۔ یکم مئی ۱۹۶۰ء کو ....ریاست کا قیام عمل میں آیا۔

(الف) گوا (ب) کرناٹک

(ج) آندھرا پردیش (د) مہاراشٹر

۲۔ ممبئی کارپوریشن میں 'مہاراشٹر بشمول ممبئی' کی تجویز .... نے پیش کی۔

(الف) جی ٹی ماڈ کھولکر (ب) آچاریہ اترے

(ج) ڈی وی پوتدار (د) شنکر راؤ دیو

۳۔ مہاراشٹر کے اوّلین وزیر اعلیٰ کے طور پر .... نے ذمے داری سنبھالی۔

(الف) یشونت راؤ چوہان (ب) پرتھوی راج چوہان

(ج) شنکر راؤ چوہان (د) وِلاس راؤ دیشمکھ

(۲) درج ذیل بیانات وجوہات کے ساتھ واضح کیجیے۔

۱۔ متحدہ مہاراشٹر کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔

۲۔ متحدہ مہاراشٹر کی لڑائی میں اخبارات نے اہم کردار نبھایا۔

(۳) نوٹ لکھیے۔

۱۔ متحدہ مہاراشٹر پریشد

۲۔ متحدہ مہاراشٹر کمیٹی کی خدمات

(۴) درج ذیل تصوّراتی خاکہ مکمل کیجیے۔

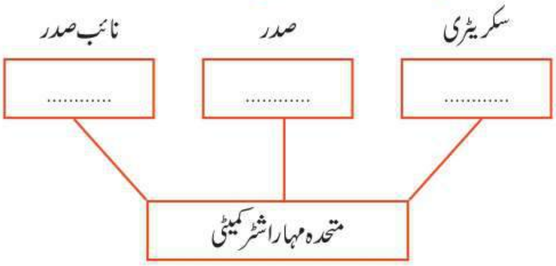

سرگرمی

ریاست مہاراشٹر کے قیام میں اہم خدمات انجام دینے والی شخصیات کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے اور اپنے استاد کی مدد سے اس پر مبنی پروجیکٹ تیار کیجیے۔

A5DNQX

شہریت

(پارلیمانی طرزِ حکومت)

فہرست

نمبر شمار	سبق کا نام	صفحہ نمبر
۱۔	پارلیمانی طرزِ حکومت کا تعارف	۶۸
۲۔	بھارت کی پارلیمنٹ	۷۱
۳۔	مرکزی مجلسِ عاملہ	۷۵
۴۔	بھارت کا عدالتی نظام	۷۹
۵۔	ریاستی حکومت	۸۳
۶۔	نوکر شاہی	۸۶

آموزشی ماحصل

آموزشی ماحصل	درس میں تجویز کردہ تعلیمی عمل
طالب علم -	**طالب علم کو انفرادی طور پر/ جوڑی میں/ گروہ میں آموزش کے مواقع فراہم کرنا اور انھیں درج ذیل امور کی ترغیب دینا -**
• دستور ہند کے تناظر میں اپنے علاقے کے سماجی اور سیاسی مسائل کی وضاحت کرتا ہے۔ • ریاستی اور مرکزی حکومت کے فرق کو واضح کرتا ہے۔ • لوک سبھا کے انتخابی عمل کو بیان کرتا ہے۔ • ریاستی، مرکز کے زیرِ انتظام علاقے کے نقشے میں خود کے پارلیمانی حلقے کی نشاندہی کرتا ہے اور مقامی عوامی نمائندوں کے نام لکھتا ہے۔ • قانون سازی کے عمل کو بیان کرتا ہے۔ (جیسے قانون برائے گھریلو تشدد سے حفاظت، قانونِ حق معلومات، قانون حق تعلیم وغیرہ) • چند اہم عدالتی فیصلے بیان کرتے ہوئے ان کی مدد سے بھارت کے عدالتی نظام کے کام واضح کرتا ہے۔ • اطلاعِ اوّل رپورٹ (FIR) کے طریقۂ کار کا مظاہرہ کرتا ہے۔ • اپنے علاقے کے پسماندہ افراد کو گاؤں کی حد سے باہر کیوں رہنا پڑتا ہے، اس کی وجوہات اور نتائج کا تجزیہ کرتا ہے۔ • پانی، عوامی صفائی، سڑک، بجلی وغیرہ عوامی سہولیات کی فراہمی میں حکومت کے کردار کی نشاندہی کرتا ہے اور ان سہولتوں کی دستیابی کا جائزہ لیتا ہے۔ • مہاراشٹر میں حکومتی مشینری کی نوعیت واضح کرتا ہے۔	آئین، پارلیمنٹ، عدالتی محکمہ، ریاستوں کی حد بندی یا marginalization جیسے تصورات پر مبنی مذاکروں میں حصہ لینا۔ • بھارتی آئین کی اہمیت، تمہید، پارلیمانی طرزِ حکومت، حکومت کی تقسیم، وفاقیت پر خطی خاکے اور تصاویر کے ساتھ چارٹس بنانا اور تحریری/ زبانی پیشکش کرنا۔ • جماعت/ اسکول/ گھر/ سماج میں آزادی، مساوات اور بھائی چارے کے اُصولوں پر کس طرح عمل درآمد ہوتا ہے، اس پر مباحثہ کرنا۔ • ریاست/ مرکزی زیرِ انتظام علاقوں کے لوک سبھا انتخابی حلقوں کے نقشے کا مشاہدہ کرنا۔ • بچوں کی پارلیمنٹ اور مصنوعی ضابطۂ اخلاق اور مصنوعی انتخابات کا انعقاد کرنا۔ • اپنے علاقے/ پڑوس میں اندراج کردہ ووٹروں کی فہرست تیار کرنا۔ • اپنے علاقے میں رائے دہی کی اہمیت پر مبنی بیداری مہم کا انعقاد کرنا۔ • اپنے حلقۂ انتخاب میں عوامی نمائندوں نے جن عوامی کاموں کا بیڑہ اُٹھایا ہے ان کی معلومات حاصل کرنا۔ • اطلاعِ اوّل رپورٹ (FIR) کے نفسِ مضمون کی جانچ کرنا۔ • مقدمے کے فریقین کو انصاف حاصل ہونے میں منصف (جج) کے کردار پر تفصیلی اور تنقیدی مضامین کے ذریعے ذاتی رائے کے اظہار کا موقع دینا۔ • خصوصاً خواتین، درج فہرست ذاتیں اور قبائل، خانہ بدوش اور آزاد جماعتیں، مذہبی اور لسانی اقلیتیں، معذور، خاص ضرورت کے حامل طلبہ، دیگر محروم طبقات کے انسانی حقوق کی تلفی، تحفظ اور تشہیر پر گروہی مباحثے کا انعقاد کرنا۔ • بچہ مزدوری، حقوقِ اطفال اور بھارت میں فوجداری نظامِ عدالت پر ڈراما پیش کرنا۔ • عوامی سہولیات، پانی اور حفظانِ صحت کی سہولیات، بجلی کی فراہمی میں عدم مساوات کے تعلق سے ساتھیوں کے ساتھ اپنے تجربات کے لین دین کا موقع فراہم کرنا۔ • عوامی سہولیات کی فراہمی کی ذمہ داری حکومت پر کس طرح عائد ہوتی ہے، اس پر بحث ومباحثے کا انعقاد کرنا۔

۱۔ پارلیمانی طرزِ حکومت کا تعارف

ہمیں اس سبق میں بھارت کے آئین میں مذکور نظامِ حکومت یا طرزِ حکومت کا مطالعہ کرنا ہے۔

کیا آپ کے ذہن میں بھی یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں؟

- پارلیمانی طرزِ حکومت سے کیا مراد ہے؟
- بھارت میں وزیرِاعظم کا عہدہ ہے لیکن امریکہ میں وزیرِاعظم کا عہدہ کیوں نہیں ہے؟
- پارلیمانی طرزِ حکومت اور صدارتی طرزِ حکومت میں کیا فرق ہے؟

مذکورہ بالا سوالوں سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ ہر ملک کا طرزِ حکومت مختلف نوعیت کا ہوتا ہے۔ مختلف نظامِ حکومت کی نوعیت کو ذہن نشین کرنے سے قبل ہم نظامِ حکومت کی اہم شاخوں کی مختصر معلومات حاصل کریں گے۔

قانون ساز مجلس (مقنّنہ) قوانین کی تشکیل کا کام کرتی ہے۔ مجلسِ عاملہ ان قوانین کو نافذ کرتی ہے۔ عدلیہ کی ذمے داری انصاف قائم کرنا ہے۔ ان تینوں شاخوں کے کام، دائرۂ اختیارات، حدود اور باہمی تعلقات دستور ہی طے کرتا ہے۔ نظامِ حکومت کی نوعیت ان تینوں عوامل پر مبنی ہوتی ہے۔ بنیادی طور پر طرزِ حکومت کی دو قسمیں ہیں : (۱) پارلیمانی طرزِ حکومت (۲) صدارتی طرزِ حکومت۔

پارلیمانی طرزِ حکومت

پارلیمانی طرزِ حکومت دراصل برطانیہ میں ارتقا پذیر ہوا۔ برطانیہ میں غیر تحریری دستور ہونے کی وجہ سے آج بھی نظامِ حکومت روایتی طرز پر قائم ہے۔ پارلیمنٹ کی نشوونما بھی برطانیہ ہی میں ہوئی ہے۔ پارلیمنٹ پر مبنی پارلیمانی (Parliamentary) نظامِ حکومت برطانیہ ہی کی اختراع مانی جاتی ہے۔ البتہ بھارت میں اس طرزِ حکومت کو پارلیمانی نظامِ حکومت کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ یعنی برطانیہ کا پارلیمنٹری نظامِ حکومت اور بھارت کا پارلیمانی نظامِ حکومت وسیع مفہوم میں یکساں نظر آتے ہیں۔ لیکن مفہوم و معنی اور مقاصد کے نقطۂ نظر سے بھارت کے پارلیمانی نظام اور برطانیہ کے نظامِ حکومت میں فرق پایا جاتا ہے۔ آئیے، بھارتی پارلیمانی نظامِ حکومت کی خصوصیات سمجھ لیں۔

- پارلیمانی نظامِ حکومت حکومتی کام کاج کا ایک طریقہ ہے۔ مرکزی حکومت کی قانون ساز مجلس کو 'پارلیمنٹ' کہا جاتا ہے۔ صدر جمہوریہ، لوک سبھا (ایوانِ زیریں) اور راجیہ سبھا (ایوانِ بالا) کے باہمی اشتراک سے 'پارلیمنٹ' کی تشکیل ہوتی ہے۔
- پارلیمان کے ایوان لوک سبھا کے عوامی نمائندے عوام کی جانب سے براہِ راست منتخب ہوتے ہیں۔ لوک سبھا کے نمائندوں کی تعداد طے ہوتی ہے۔
- مقررہ مدت کے بعد لوک سبھا کے انتخابات ہوتے ہیں۔ ان انتخابات میں ملک کی تمام سیاسی جماعتیں شامل ہوسکتی ہیں۔ جن سیاسی جماعتوں کو نصف سے زائد نشستیں حاصل ہوتی ہیں اسے 'اکثریتی جماعت' تسلیم کیا جاتا ہے۔ اکثریت حاصل کرنے والی جماعت حکومت کرتی ہے۔
- بسا اوقات کسی ایک ہی جماعت کو واضح اکثریت حاصل نہیں ہوتی۔ ایسی حالت میں کچھ سیاسی جماعتیں آپسی اتحاد کرکے اپنی اکثریت ثابت کرتی ہیں اور انھیں حکومت سازی کا موقع ملتا ہے۔ اسے 'متحدہ/مخلوط حکومت' کہتے ہیں۔
- عوام کی طرف سے منتخبہ نمائندے قانون ساز مجلس کے اراکین تسلیم کیے جاتے ہیں اور اکثریتی جماعت کو اپنی حکومت تشکیل دینے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔
- اکثریتی جماعت کا قائد وزیرِاعظم کے عہدے پر فائز

ہوتا ہے اور وہ اپنے چند ساتھیوں پر مشتمل وزرا کونسل (کابینہ) تشکیل دیتا ہے۔

- وزیر اعظم اور ان کی وزارتی کونسل (کابینہ) حکومت کی مجلسِ عاملہ ہوتی ہے۔ مجلسِ عاملہ پر دہری ذمے داریاں ہوتی ہیں۔ (۱) مجلسِ عاملہ کے طور پر انھیں قوانین کو نافذ کرنا ہوتا ہے۔ (۲) وہ قانون ساز مجلس کے بھی رکن ہوتے ہیں اس لیے انھیں قانون ساز مجلس سے متعلق ذمہ داریاں بھی نبھانا ہوتی ہیں۔

وزیر اعظم اور ان کی کابینہ اپنے کاموں اور پالیسیوں کے لیے قانون ساز مجلس کو جواب دہ ہوتے ہیں یعنی کابینہ کو قانون ساز مجلس کو ساتھ لے کر حکومتی امور انجام دینا ہوتا ہے۔ اسی لیے پارلیمانی نظامِ حکومت کو جواب دہ طرزِ حکومت کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اجتماعی جواب دہی پارلیمانی طرزِ حکومت کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ کسی ایک ادارے کا فیصلہ حکومت کا فیصلہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس فیصلے کی ذمے داری پوری کابینہ کی ہوتی ہے۔ آئندہ دو اسباق میں ہم مثالوں کے ساتھ اس کے نافذ ہونے کے طریقے کا مطالعہ کریں گے۔

پارلیمانی نظامِ حکومت میں مجلسِ عاملہ قانون ساز مجلس کے اعتبار پر منحصر ہوتی ہے۔ یعنی قانون ساز مجلس مجلسِ عاملہ سے متفق رہنے تک ہی وزیر اعظم اور کابینہ بااختیار ہوتے ہیں۔ اگر قانون ساز مجلس یا پارلیمنٹ کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ مجلسِ عاملہ کی کارکردگی اطمینان بخش نہیں ہے تو پارلیمنٹ تحریک عدم اعتماد پیش کر کے مجلسِ عاملہ کو اختیارات سے برطرف کر سکتی ہے۔ تحریک عدم اعتماد حکومت پر قابو رکھنے کا ایک مؤثر وسیلہ ہے۔

پارلیمانی طرزِ حکومت میں پارلیمنٹ یا قانون ساز مجلس کا مرتبہ اعلیٰ ہوتا ہے۔ عوام کے ذریعے منتخب کردہ نمائندے عوام کی توقعات پارلیمنٹ میں پیش کرتے ہیں۔ عوامی مفاد کے لیے کیا کیا جائے یہ پارلیمنٹ طے کرتی ہے۔ وہ عوامی نمائندوں کا ایوان ہے اور چونکہ ایوان عوام کے اعلیٰ ترین حقوق کو پیش کرتا ہے اس لیے پارلیمنٹ کا مرتبہ اعلیٰ ہوتا ہے۔

ہم نے پارلیمانی طرزِ حکومت کیوں اپنایا؟

بھارت کے پارلیمانی طرزِ حکومت اپنانے کی چند وجوہات ہیں۔ انگریزوں کے دورِ حکومت ہی میں بھارتی پارلیمانی ادارہ تشکیل پا چکا تھا۔ انگریز حکومت نے اس طرزِ حکومت کے مطابق حکومتی امور کی انجام دہی کی ابتدا کی تھی۔ پارلیمانی طرزِ حکومت بھی بھارت کی جنگِ آزادی کا ایک حصہ ہے۔ اس کی وجہ سے بھارتیوں کو اس طرزِ حکومت کا تعارف ہوا تھا۔ دستور ساز مجلس میں اس نظامِ حکومت پر بڑی بحث بھی ہوئی۔ بھارتی سماج کی صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے دستور سازوں نے اس بات میں مناسب تبدیلی کی۔

پارلیمانی طرزِ حکومت میں بحث اور تبادلۂ خیال کے لیے کافی گنجائش ہوتی ہے۔ پارلیمنٹ میں عوامی مفاد پر بحث ہوتی ہے۔ اس بحث میں حزبِ اختلاف کے ارکان بھی شریک ہوتے ہیں۔ مناسب موقع پر حکومت کا ساتھ دینا، قوانین اور پالیسیوں کی خامیاں واضح کرنا، سوالات پیش کرنا وغیرہ حزبِ اختلاف کی ذمے داریاں ہیں۔ اس لیے پارلیمنٹ کو بے نقص قوانین وضع کرنا ممکن ہوتا ہے۔

صدارتی طرزِ حکومت

نظامِ حکومت کی ایک اور قسم صدارتی طرزِ حکومت ہے۔ امریکہ میں صدارتی طرزِ حکومت رائج ہے۔ یہ نظامِ حکومت پارلیمانی طرزِ حکومت سے مختلف ہے۔ قانون ساز مجلس اور مجلسِ عاملہ الگ ہوتے ہیں اور عوام براہِ راست کارگزار صدر کا انتخاب کرتے ہیں۔ اسی طرزِ حکومت کو صدارتی طرزِ حکومت کہتے ہیں۔ اس نظامِ حکومت کے تینوں شعبے ایک دوسرے سے آزاد ہوتے ہیں لیکن ان میں اتنا تعلق بھی ہوتا ہے کہ ان کے کاموں میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ صدارتی طرزِ حکومت کی بنیاد امریکہ نے ڈالی۔ اس نظامِ حکومت کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:

- صدارتی طرزِ حکومت میں قانون ساز مجلس اور مجلسِ عاملہ ایک دوسرے پر منحصر نہیں ہوتے۔ قانون ساز مجلس کے دونوں ایوانوں اور قومی صدر کو براہِ راست عوام منتخب کرتے ہیں۔ صدرِ مملکت عاملہ کا صدر ہوتا ہے اور قانون پر عمل آوری جیسے کئی اختیارات اسے حاصل ہوتے ہیں۔
- صدارتی طرزِ حکومت کی اس طرح تشکیل ہونے کے باوجود قانون ساز مجلس اور مجلسِ عاملہ ایک دوسرے کی نگرانی کرتے ہیں۔ باہمی جواب دہی کی وجہ سے ذمے دارانہ طریقے سے حکومتی کام کاج انجام پا سکتا ہے۔

پارلیمانی اور صدارتی طرزِ حکومت کے علاوہ دیگر اقسام کے نظامِ حکومت فرانس، سوئٹزرلینڈ، جرمنی وغیرہ ممالک میں قائم ہیں۔ مختلف ممالک اپنے حسبِ حال طرزِ حکومت اختیار کرتے ہیں۔

آئندہ سبق میں ہم بھارتی پارلیمنٹ کی تشکیل (ساخت)، طریقۂ کار اور کردار کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کر کے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

۱۔ پارلیمانی نظامِ حکومت .... میں ارتقا پذیر ہوا۔

(الف) برطانیہ (ب) فرانس

(ج) امریکہ (د) نیپال

۲۔ صدارتی نظامِ حکومت میں .... کارگزار ہوتا ہے۔

(الف) وزیرِ اعظم (ب) ایوانِ زیریں کا صدر

(ج) صدرِ مملکت (د) گورنر

(۲) درج ذیل خاکہ مکمل کیجیے۔

نمبر شمار	مجلس کا نام	کام
۱۔	قانون ساز مجلس	....
۲۔	مجلسِ عاملہ	....
۳۔	عدلیہ	....

(۳) درج ذیل بیانات وجوہات کے ساتھ واضح کیجیے۔

۱۔ بھارت نے پارلیمانی نظامِ حکومت کو قبول کیا۔

۲۔ پارلیمانی طرزِ حکومت میں بحث اور تبادلۂ خیال کو اہمیت حاصل ہے۔

(۴) درج ذیل سوالوں کے ۲۵ تا ۳۰ / الفاظ میں جواب لکھیے۔

۱۔ ذمے دار نظامِ حکومت سے کیا مراد ہے؟

۲۔ صدارتی طرزِ حکومت کی خصوصیات بیان کیجیے۔

(۵) حزبِ مخالف جماعتوں کا کردار اہم کیوں ہوتا ہے؟ اپنے خیالات تحریر کیجیے۔

سرگرمی

قومی ٹی وی چینل دوردرشن پر ایوانِ زیریں اور ایوانِ بالا کی سرگرمیوں کی راست نشریات ملاحظہ کر کے اپنے مشاہدات لکھیے۔

A5MJSK

۲۔ بھارت کی پارلیمنٹ

پارلیمنٹ، نئی دلّی

ہم دیکھ چکے ہیں کہ پارلیمانی طرزِ حکومت میں پارلیمنٹ اہم ہے۔ اس سبق میں ہم بھارت کی پارلیمنٹ پر غور کریں گے۔

بھارتی پارلیمنٹ کی بنیاد بھارتی آئین نے رکھی ہے۔ قومی سطح پر یعنی مرکزی حکومت کی قانون ساز مجلس کو 'پارلیمنٹ' کہا جاتا ہے۔ پارلیمنٹ میں صدر جمہوریہ، لوک سبھا (ایوانِ زیریں) اور راجیہ سبھا (ایوانِ بالا) کا شمار ہوتا ہے۔ صدر جمہوریہ بھارتی پارلیمنٹ کی ناقابلِ تقسیم اکائی ہے لیکن انھیں پارلیمنٹ کے اجلاس میں حاضر رہ کر بحث اور تبادلۂ خیال میں حصہ لینے کا اختیار نہیں ہے۔

پارلیمنٹ کے دو ایوانوں کو لوک سبھا اور راجیہ سبھا کہا جاتا ہے۔

لوک سبھا (ایوانِ زیریں) : بھارتی پارلیمنٹ کا زیریں اور اوّلین ایوان یعنی لوک سبھا۔ لوک سبھا عوام کی طرف سے براہِ راست منتخب کیا جانے والا ایوان ہے۔ اسی لیے لوک سبھا کو اوّلین ایوان بھی کہتے ہیں۔

لوک سبھا کے انتخابات کے لیے جغرافیائی انتخابی حلقے بنائے گئے ہیں۔ لوک سبھا کی مدت پانچ سال ہوتی ہے۔ لوک سبھا کے انتخابات ہر پانچ سال میں ہوتے ہیں۔ ان انتخابات کو عام انتخابات کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ بسا اوقات پانچ سال کی مدت ختم ہونے سے پہلے ہی لوک سبھا کے برخاست ہونے کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ ان حالات میں ہونے والے انتخابات کو وسط مدتی انتخابات کہتے ہیں۔

لوک سبھا ملک کے عوام کی نمائندگی کرنے والا ایوان ہے۔ لوک سبھا کے ممبران کی تعداد آئین کے مطابق زیادہ سے زیادہ ۵۵۲ ہوتی ہے۔ اپنے ملک کے پورے سماج کے طبقات کو نمائندگی دینے کے مقصد سے درج فہرست ذاتیں اور قبائل کے لیے تحفظات دیے ہوئے ہیں۔ اسی طرح اینگلو انڈین برادری کی مناسب نمائندگی نہ ہونے کی صورت میں صدر جمہوریہ ان کے دو نمائندوں کو لوک سبھا میں نامزد کر سکتے ہیں۔

راجیہ سبھا (ایوانِ بالا) : بھارتی پارلیمنٹ کا اعلیٰ اور ثانوی ایوان راجیہ سبھا ہے۔ راجیہ سبھا بھارتی پارلیمنٹ کا

تلاش کیجیے۔

وفاقی حکومتوں کو ان کی آبادی کے لحاظ سے لوک سبھا میں نشستیں ملتی ہیں۔ انتخابات کے لیے ریاست کا جغرافیائی حلقۂ انتخاب تقسیم کیا جاتا ہے۔ عام طور پر انتخابی حلقے کی آبادی یکساں ہوتی ہے۔ انٹرنیٹ کی مدد سے معلوم کیجیے کہ مختلف وفاقی حکومتوں کو لوک سبھا کی کتنی نشستیں مقرر ہیں۔

مثلاً

مہاراشٹر : ۴۸

گجرات :

مدھیہ پردیش :

اُتر پردیش :

گوا

عمل کیجیے۔

ماریہ : کیا میں دسویں جماعت پاس ہونے کے بعد اُمیدوار کی حیثیت سے لوک سبھا انتخابات میں حصہ لے سکتی ہوں؟

رابعہ : نہیں۔ تم ۱۸ برس کی ہوجاؤ گی تو ووٹ دے سکو گی لیکن انتخابات میں بطور اُمیدوار حصہ نہیں لے سکتی ہو۔

تنویر : تمھیں نہیں معلوم کہ لوک سبھا انتخابات میں حصہ لینے کے لیے اُمیدوار کی عمر ۲۵ برس مکمل ہونی چاہیے۔

شبانہ : ہمارے پڑوسی ملک کا کوئی شہری لوک سبھا انتخابات میں بطور اُمیدوار شرکت کرنا چاہے تو؟

مسکان : یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا وہ بھارت کا شہری ہے؟

پرویز : سمجھو، مجھے کیرالا سے انتخابات لڑنا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے؟

رابعہ : ہاں۔ کیونکہ اپنے استاد نے کہا ہے کہ کسی بھی ریاست کے انتخابی حلقے سے لوک سبھا انتخابات لڑ سکتے ہیں۔

حذیفہ : عمر اور شہریت سے متعلق شرائط تو سمجھ میں آ گئے لیکن انتخابات میں حصہ لینے کے لیے کس کو نااہل سمجھا جائے؟

ماریہ : اہلیت کی طرح نااہلیت کے لیے بھی کچھ شرائط اور حدود ہوں گی۔ چلو، ہم اپنے استاد سے معلوم کرتے ہیں۔

بالواسطہ منتخب کیا جانے والا ایوان ہے۔ راجیہ سبھا وفاقی بھارت کی ۲۹/ ریاستی حکومتوں اور مرکز کے زیر انتظام ۷ ریاستوں کی نمائندگی کرتا ہے یعنی راجیہ سبھا میں وفاقی ریاستوں کے نمائندے ممبر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

راجیہ سبھا کے کل ممبران کی تعداد ۲۵۰ ہے۔ اس میں سے ۲۳۸ ممبران مختلف ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں سے منتخب کیے جاتے ہیں۔ راجیہ سبھا میں تمام ریاستی حکومتوں کے ممبران کی تعداد یکساں نہیں ہوتی بلکہ آبادی کے لحاظ سے ریاستی حکومت کی نمائندگی ہوتی ہے۔ بقیہ ۱۲/ ممبران کا تقرر صدر جمہوریہ کرتے ہیں۔ ادب، سائنس، فنونِ لطیفہ، کھیل، سماجی خدمات وغیرہ میدانوں سے تجربہ کار یا قابل اشخاص نامزد کیے جاتے ہیں۔ راجیہ سبھا میں ممبران کی تقرری نمائندگی کے تناسب کے طریقے سے کی جاتی ہے۔

راجیہ سبھا کبھی بھی بیک وقت تحلیل نہیں کی جا سکتی اسی لیے اسے مستقل نوعیت کا ایوان تسلیم کیا جاتا ہے۔ ہر دو سال بعد چھے برس مدت مکمل کرنے والے ممبران کا ایک تہائی حصہ سبکدوش کر دیا جاتا ہے اور پھر سے اتنی ہی تعداد میں ممبران کا تقرر کیا جاتا ہے۔ مرحلہ وار معینہ تعداد میں ممبران سبکدوش ہوتے ہیں اس لیے راجیہ سبھا کا ایوان مسلسل جاری رہتا ہے۔ راجیہ سبھا انتخابات میں بطور اُمیدوار مقابلہ کرنے والے فرد کا بھارتی شہری ہونا لازمی ہے۔ اس کی عمر ۳۰/ سال مکمل ہونی چاہیے۔

لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے ممبران کو رکنِ پارلیمان کہا جاتا ہے۔ رکن پارلیمان اپنے انتخابی حلقے کے مسائل اور دیگر سوالات لوک سبھا میں پیش کر کے ان کا حل تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ انتخابی حلقے کے ترقیاتی کاموں کے لیے ترقیاتی فنڈ انھیں حکومت دیتی ہے۔

پارلیمنٹ کے کام : بھارتی پارلیمنٹ کے دو ایوان لوک سبھا اور راجیہ سبھا سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد آئیے، اب ان کے کاموں کا مطالعہ کریں۔

قانون سازی : عوام کے مفادات اور ان کی بہبود کے لیے اور آئین میں درج مقاصد پر عمل آوری کے لیے پارلیمنٹ کو کئی نئے قوانین بنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ از کار رفتہ قوانین کو منسوخ کرنا ہوتا ہے۔ کچھ قوانین میں مناسب تبدیلیاں کرنی ہوتی ہیں۔ قانون سازی کے عمل کو دستور نے ہی واضح کر رکھا ہے۔ اس کے مطابق پارلیمنٹ اپنی بنیادی یا اہم ذمے داری ادا کرتی ہے۔

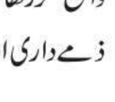

بتائیے تو بھلا!

کیا آپ از کار رفتہ قوانین کے تحت منسوخ کیے گئے قوانین کی کچھ مثالیں دے سکتے ہیں؟ مثلاً بادشاہوں یا نوابوں کے وظائف۔

کابینہ کی نگرانی : وزیرِاعظم اوران کی کابینہ پارلیمنٹ ہی میں قائم ہوتی ہے اوران پر پارلیمنٹ نگرانی رکھتی ہے۔نگرانی کے مختلف طریقے پارلیمنٹ کو حاصل ہیں۔ پارلیمنٹ کو نظرانداز کرکے کابینہ خود کے اختیارات کا استعمال نہ کرے اس کی نگرانی پارلیمنٹ کے ذمے ہوتی ہے۔

آئینی ترمیمات : بھارت کے آئین میں ضروری تبدیلی (ترمیم) کا فیصلہ پارلیمنٹ کا اختیار ہوتا ہے۔آئین میں ترمیمات کی تجویز اہم ہوتی ہے۔ پارلیمنٹ ان کی ضرورت پر بحث کرکے قبول کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرتی ہے۔ بھارتی آئین میں ترمیمات کے درج ذیل طریقے ہیں۔(۱) بھارت کے آئین میں کچھ قوانین پارلیمنٹ کی عام اکثریت سے تبدیل کیے جاتے ہیں۔(۲) کچھ ترمیمات کو پارلیمنٹ کی خصوصی اکثریت (۲/۳) کی ضرورت ہوتی ہے۔ (۳) کچھ قوانین پارلیمنٹ کی خصوصی اکثریت سے زیادہ اور آدھے سے زیادہ وفاقی ریاستوں کی منظوری سے تبدیل کیے جاتے ہیں۔

لوک سبھا کا صدر : لوک سبھا کے انتخابات کے بعد پہلی نشست میں لوک سبھا کے ممبران اپنے ہی درمیان سے کسی ایک رکن کو بطور'صدر' (اسپیکر) اور ایک کو بطور'نائب صدر' منتخب کرتے ہیں۔لوک سبھا کے صدر کی رہنمائی اور نگرانی میں لوک سبھا کا کام کاج چلتا ہے۔

لوک سبھا بھارتی عوام کی نمائندگی کرتی ہے اور صدر لوک سبھا کی نمائندگی کرتا ہے۔لوک سبھا کا صدر منتخب ہونے کے بعد، لوک سبھا کا کام کاج نہایت غیر جانبدارانہ طریقے سے چلانا ہوتا ہے۔لوک سبھا کے ممبران کو عوامی نمائندہ ہونے کی وجہ سے کچھ خاص اختیارات اور خصوصی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔صدر ان کا تحفظ کرتا ہے۔ ایوان کے کام ذمے دارانہ طریقے سے چلانا، ایوان کا احترام قائم رکھنا، اصول وضوابط کی پابندی کے ساتھ چلانا صدر کے فرائض ہیں۔

راجیہ سبھا کا چیئرمین : راجیہ سبھا کے تمام کام کاج صدر کی نگرانی میں ہوتے ہیں۔ بھارت کے نائب صدر راجیہ سبھا کے باقاعدہ صدر ہوتے ہیں۔ایوان میں نظم ونسق برقرار رکھنا، مباحثہ کروانا، ممبران کو بولنے کا موقع دینا وغیرہ راجیہ سبھا کے صدر کے فرائض ہیں۔

پارلیمنٹ قانون کیسے بناتی ہے؟

ہمارے ملک میں قانون بنانے کا اختیار پارلیمنٹ کو حاصل ہے۔ قانون بنانے کے مخصوص طریقے ہوتے ہیں۔ان طریقوں کو قانون سازی کا عمل کہا جاتا ہے۔

پہلے قانون کا خام مسوّدہ تیار کیا جاتا ہے۔ اسے قانون کی تجویز یا بل کہتے ہیں۔

پارلیمنٹ کے ایوان میں پیش کیے جانے والے مسودے عموماً دو قسم کے ہوتے ہیں۔(۱) مالیاتی بل (۲) عمومی بل۔

بل کو قانونی حیثیت حاصل ہونے کے لیے درج ذیل مراحل سے گزرنا ہوتا ہے۔

پہلی خواندگی : متعلقہ وزیر یا رکنِ پارلیمان بل پیش کرتا ہے اوراس کا مختصر خلاصہ بیان کرتا ہے۔ اسے بل کی پہلی خواندگی کہتے ہیں۔

دوسری خواندگی : دوسری خواندگی کے دو مرحلے ہیں۔

یہ سمجھ لیجیے!

لوک سبھا اور راجیہ سبھا دونوں ایوانوں کو یکساں حقوق حاصل ہیں لیکن کچھ اختیارات ایسے بھی ہیں جو صرف لوک سبھا کو حاصل ہیں اور راجیہ سبھا کو نہیں۔مثلاً ٹیکس سے متعلق تجویز روپوں سے متعلق ہے۔ روپوں سے متعلق تجویز کو 'معاشی' سمجھا جاتا ہے اور تمام تجاویز لوک سبھا میں پیش کی جاتی ہیں اور وہیں منظور ہوجاتی ہیں۔ راجیہ سبھا کو اس معاملے میں بہت محدود اختیارات ہیں۔

کچھ اختیارات راجیہ سبھا کو حاصل ہیں لیکن لوک سبھا کو نہیں۔ مثلاً ریاستی فہرست میں قومی مفاد کے لحاظ سے پارلیمنٹ میں قانون پاس کرنے کا اختیار راجیہ سبھا کو دیا گیا ہے۔

پہلے مرحلے میں بل کے مقاصد پر بحث ہوتی ہے۔ ایوان میں شریک ارکانِ پارلیمان بل سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ بل سے متفق ارکان اس کے حق میں بحث کرتے ہیں جبکہ اختلاف رکھنے والے حزبِ اختلاف اس کی خامیوں اور کمیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ایوان میں بل پر بحث و مباحثہ ہونے کے بعد ضرورت محسوس ہونے پر ایوان کی ایک کمیٹی کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ بل غلطیوں سے پاک ہو اس لیے کمیٹی ہدایات اور اصلاحات پر مبنی احوال ایوان کے پاس بھیجتی ہے۔

اس کے بعد دوسری خواندگی کے دوسرے مرحلے کا آغاز کیا جاتا ہے۔ اس مرحلے میں بل کی دفعات پر بحث ہوتی ہے۔ ممبران اصلاحات کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔ بعد ازاں اس پر ایوان میں رائے شماری کرائی جاتی ہے۔

تیسری خواندگی : تیسری خواندگی کے وقت مسودۂ قانون پر مختصراً نظرِ ثانی کی جاتی ہے۔ مسودے کو منظور کرنے کے فیصلے پر رائے شماری کرائی جاتی ہے۔ قانون کے لیے ضروری کثرتِ رائے حاصل ہونے پر یہ مان لیا جاتا ہے کہ ایوان نے بل کو منظوری دے دی ہے۔

- پارلیمنٹ کے دوسرے ایوان میں بھی مسودۂ قانون مذکورہ بالا تمام مرحلوں سے گزرتا ہے۔ دونوں ہی ایوان کی منظوری کے بعد مسودہ صدرِ جمہوریہ کی منظوری کے لیے بھیجا جاتا ہے۔
- مسودۂ قانون سے متعلق مرکز میں لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے درمیان اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں پارلیمنٹ کا متحدہ اجلاس ہونا نہایت ضروری ہو جاتا ہے۔

صدر جمہوریہ کی منظوری اور دستخط کے بعد مسودہ قانون کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور قانون تیار ہوتا ہے۔

یہ بھی جان لیجیے۔

- ملک کے وزیر مالیات ہر سال فروری مہینے میں ملک کا بجٹ لوک سبھا میں پیش کرتے ہیں۔
- ریاستوں کے مسودہ کمیٹی میں بھی پارلیمانی طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ ریاستی مسودہ کمیٹی کے منظور شدہ مسودے پر گورنر کی منظوری اور دستخط ہوتے ہیں۔ پھر اس مسودے کو قانونی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کرکے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

۱۔ لوک سبھا میں .... طریقے سے اُمیدوار بھیجا جاتا ہے۔
(الف) جغرافیائی انتخابی حلقہ (ب) مذہبی انتخابی حلقہ
(ج) انتخابی حلقہ برائے مقامی حکومتی ادارہ
(د) نمائندگی کے متناسب

۲۔ بھارت کا .... راجیہ سبھا کا باقاعدہ چیئرمین ہوتا ہے۔
(الف) صدر جمہوریہ (ب) نائب صدر جمہوریہ
(ج) وزیراعظم (د) چیف جسٹس

(۲) تلاش کرکے لکھیے۔

۱۔ لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے ممبران کو اس نام سے جانا جاتا ہے۔ ....

۲۔ ان پر قانون سازی کی ذمے داری ہے ....

(۳) درج ذیل بیانات وجوہات کے ساتھ واضح کیجیے۔

۱۔ راجیہ سبھا مستقل ایوان ہے۔
۲۔ لوک سبھا کو پہلا ایوان کہا جاتا ہے۔

(۴) درج ذیل سوالوں کے ۲۵ تا ۳۰ رالفاظ میں جواب لکھیے۔

۱۔ لوک سبھا کے ممبران کس طرح منتخب کیے جاتے ہیں؟
۲۔ لوک سبھا کے صدر کے فرائض کی وضاحت کیجیے۔

(۵) قانون سازی کے مرحلوں کی وضاحت کیجیے۔

سرگرمی

صدر جمہوریہ راجیہ سبھا کے ۱۲ر ممبران کو نامزد کرتے ہیں۔ ان ممبران کے انتخاب کی کیا کسوٹیاں ہیں، معلوم کیجیے۔

A5WFU8

۳۔ مرکزی مجلسِ عاملہ

گزشتہ سبق میں ہم نے مرکزی سطح پر قانون ساز مجلس یعنی پارلیمنٹ کی تشکیل کے ساتھ ساتھ اس کے طریقۂ کار سے متعلق معلومات حاصل کی۔ اس سبق میں ہم مرکزی مجلسِ عاملہ کا مطالعہ کریں گے۔

وفاقی حکومت کی تشکیل : وفاقی حکومت سے مراد مرکزی حکومت ہے۔ وفاقی حکومت کی درج ذیل اکائیاں ہیں۔

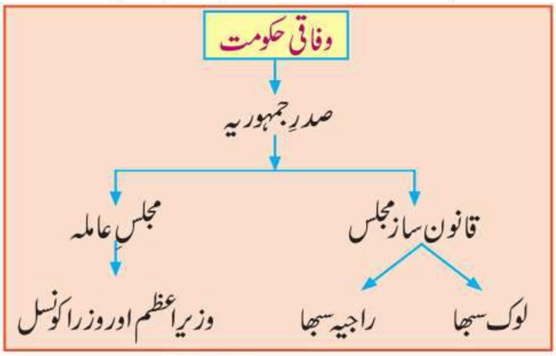

آپ جانتے ہیں کہ قانون ساز مجلس، مجلسِ عاملہ اور عدلیہ، نظامِ حکومت کی یہ تین اہم اکائیاں ہیں جو عوام کی فلاح و بہبود کو مدنظر رکھ کر کام کرتی ہیں۔ پارلیمانی نظامِ حکومت میں مجلسِ عاملہ قانون ساز مجلس کا حصہ ہوتی ہے اور اسی کو جواب دہ ہوتی ہے۔

رَما : صدر جمہوریہ معزز صدر اور وزیراعظم کارگزار صدر ہیں۔ ان دونوں عہدوں کی شخصیتوں کے آپسی تعلقات کیسے ہوتے ہوں گے؟

میناز : مجھے ایسا لگتا ہے کہ وزیراعظم صدر جمہوریہ سے پابندی سے ملاقات کرتے ہیں اور وہ حکومتی کام کاج کس طرح چلا رہے ہیں، اس کی معلومات دیتے ہیں۔

جی ہاں ! یہ صحیح ہے۔ ملک کا کام کاج اور نئے نئے قانون اور پالیسیوں کی معلومات وزیراعظم صدر جمہوریہ کو دیتے ہیں بلکہ اس طرح کی معلومات حاصل کرنا صدر جمہوریہ کا اختیار اور حق ہے۔

مجلسِ عاملہ میں کس کا شمار ہوتا ہے، دستور میں اس کے بارے میں کون سی توضیحات ہیں، مجلسِ عاملہ عوام کی فلاح کی پالیسی کس طرح تیار کرتی ہے وغیرہ کی معلومات ہمیں حاصل کرنا ہے۔

بھارت کی مرکزی مجلسِ عاملہ میں صدر جمہوریہ، وزیراعظم اور وزرا کونسل کا شمار ہوتا ہے۔

صدر جمہوریہ : بھارت کی آئینی شقوں کے مطابق صدر جمہوریہ بھارت کا سربراہ ہوتا ہے۔ صدر جمہوریہ بھارتی جمہوریت کا نمائندہ ہوتا ہے اسی لیے یہ عہدہ نہایت محترم اور باوقار ہے۔ آئینِ ہند نے صدر جمہوریہ کو مکمل اختیارِ عاملہ دیا ہے۔ ملک کے حکومتی امور صدر جمہوریہ کی نگرانی میں انجام پاتے ہیں۔ اس کے باوجود عملی طور پر وزیراعظم اور وزرا کونسل حکومتی کام کاج کرتے ہیں۔ اسی لیے صدر جمہوریہ آئینی صدر برائے نام ہے جبکہ وزیراعظم انتظامی سربراہ ہوتا ہے۔

صدر جمہوریہ کا انتخاب : بھارت کے عوام بالواسطہ طور پر صدرِ جمہوریہ کو منتخب کرتے ہیں۔ بھارت کے عام رائے دہندگان صدر جمہوریہ کو براہِ راست منتخب نہیں کرتے بلکہ ان کے منتخب کردہ ارکانِ پارلیمنٹ اور ارکانِ اسمبلی صدر جمہوریہ کا انتخاب کرتے ہیں۔ پارلیمنٹ اور ودھان سبھا کے اراکین کے ایسے گروہ کو 'انتخابی مجلس' کہا جاتا ہے۔

صدر جمہوریہ کی مدتِ کار پانچ برس ہوتی ہے۔ صدرِ جمہوریہ کے اُمیدوار کا بھارتی شہری ہونا ضروری ہے۔ اس کی عمر ۳۵ برس مکمل ہونی چاہیے۔ بطور صدر جمہوریہ منتخب شدہ شخص کو اپنے عہدے کا حلف لینا ہوتا ہے۔ آئین کی حفاظت اور آئین کے مطابق انتظامی امور کی نگرانی صدر جمہوریہ کے فرائض ہیں۔ صدرِ جمہوریہ وزیراعظم اور وزرا کونسل کے مشوروں پر انتظامی اُمور انجام دیتے ہیں۔

آئین کی حفاظت کرنا صدرِ جمہوریہ کی ذمے داری ہے۔

لیکن اگر ان کے کسی طرزِ عمل سے یہ محسوس ہوتا ہو کہ صدر جمہوریہ آئین کی خلاف ورزی کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں انھیں عہدے سے برخاست کرنے کا اختیار پارلیمنٹ کو حاصل ہے۔ اس عمل کو 'مواخذہ' کہتے ہیں۔ صدرِ جمہوریہ کی جانب سے آئین میں مداخلت یا خلاف ورزی پائی جانے پر کوئی ایک ایوان الزام کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسرا ایوان اس کی تفتیش۔ دونوں ایوانوں میں خصوصی اکثریت (۲/۳) سے تجویز پاس ہونا ضروری ہے۔ اس کے بعد صدر جمہوریہ عہدے سے ہٹ جاتے ہیں۔

صدر جمہوریہ کے فرائض اور اختیارات : آئین نے صدر جمہوریہ کو کئی کاموں کے اختیارات دیے ہیں۔ ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

(۱) پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد کرنا، برخاست کرنا، پارلیمنٹ کو پیغام دینا، لوک سبھا قبل از مدت یا مدت کے بعد برخاست کرنا، یہ تمام اختیارات صدرِ جمہوریہ کو حاصل ہیں۔

(۲) لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے ذریعے منظور کیے ہوئے مسودۂ قانون پر صدرِ جمہوریہ کے دستخط نہایت ضروری ہیں۔ ان کے دستخط کے بغیر مسودۂ قانون قانون میں تبدیل نہیں ہوسکتا۔

(۳) وزیر اعظم کی نامزدگی صدر جمہوریہ کرتے ہیں اور وزیر اعظم کے تجویز کردہ شخص کی عہدۂ وزارت پر تقرری بھی صدر جمہوریہ کا اختیار ہے۔

(۴) عدالتِ عظمیٰ اور عدالتِ عالیہ کے ججوں کا تقرر بھی صدر جمہوریہ کرتے ہیں۔ اسی طرح تمام ریاستوں کے گورنر، چیف الیکشن کمشنر اور دیگر اہم عہدوں پر تقرری بھی صدر جمہوریہ کے اختیارات میں شامل ہے۔

(۵) صدر جمہوریہ تینوں دفاعی افواج کا سربراہِ اعلیٰ ہوتا ہے۔ جنگ اور امن سے متعلق فیصلے صدر جمہوریہ کرتے ہیں۔

(۶) صدر جمہوریہ کو کئی عدالتی اختیارات بھی حاصل ہیں مثلاً کسی شخص کی سزا میں تخفیف کرنا، سزا کی شدت کم کرنا یا استثنائی صورتِ حال میں انسانیت کے نقطۂ نظر سے سزا میں تخفیف کرنا یا معاف کرنا وغیرہ۔

(۷) ملک میں ناگہانی حالات پیدا ہونے پر صدر جمہوریہ ایمرجنسی نافذ کرسکتے ہیں۔ آئین میں تین قسم کی ایمرجنسی کا ذکر ہے (۱) قومی ایمرجنسی (۲) وفاقی ریاستی ایمرجنسی یا صدر راج (۳) معاشی ایمرجنسی۔

صدر جمہوریہ کی غیر موجودگی میں نائب صدر جمہوریہ انتظامی اُمور سنبھالتے ہیں۔ نائب صدر جمہوریہ کا انتخاب پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے ممبران کرتے ہیں۔

وزیر اعظم اور وزرا کونسل (کابینہ) : صدر جمہوریہ آئینی سربراہِ اعلیٰ ہوتا ہے۔ اس کے اختیارات محض برائے نام ہوتے ہیں۔ حکومت کے انتظامی اُمور دراصل وزیر اعظم اور ان کی کابینہ سنبھالتے ہیں۔ اب ہم وزیر اعظم کے کام اور ان میں ان کے کردار سے متعلق مزید معلومات حاصل کریں گے۔

انتخابات میں اکثریت حاصل کرنے والی پارٹی اپنے کسی رہنما کو وزیر اعظم کے عہدے کے لیے منتخب کرنے کا فیصلہ کرتی ہے۔ اسی پارٹی کے وزیر اعظم کے قابلِ اعتماد ساتھیوں کو کابینہ میں شامل کیا جاتا ہے۔ وزیر اعظم اور دیگر وزرا کا پارلیمنٹ کا رکن ہونا ضروری ہے۔ اگر نہ ہو تو انھیں چھے مہینے کی مدت میں پارلیمنٹ کی رکنیت حاصل کرنا ہوتی ہے۔ وزیر اعظم اور ان کی کابینہ صحیح معنوں میں حکومت کا کام کاج سنبھالتے ہیں یعنی حکومت کا کام کاج چلانے کے حقیقی اختیارات وزیر اعظم اور کابینہ کے پاس ہوتے ہیں۔

وزیر اعظم کی ذمے داریاں

(۱) وزیر اعظم کو سب سے پہلے اپنی کابینہ تشکیل دینا ہوتی ہے۔ وزیر اعظم اپنی پارٹی کے قابلِ اعتماد ساتھیوں کو ترجیح دیتے

عمل کیجیے۔

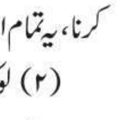

صدرِ جمہوریہ کو دیے جانے والے حلف کا مسودہ حاصل کیجیے۔ استاد کی مدد سے اس کے مشمولات سمجھیے۔

ہیں۔ ان کے علاوہ وزارت کے انتخاب کے لیے انتظامی تجربہ، حکومتی کام کاج کی مہارت، صلاحیت اور موضوعات میں مہارت وغیرہ پر بھی غور کیا جاتا ہے۔

(۲) وزرا کونسل میں کسے شامل کیا جائے یہ طے کرنے کے بعد وزیر اعظم ان وزرا میں محکموں کی تقسیم کرتے ہیں۔

(۳) وزیر اعظم وزرا کونسل کے سربراہ ہوتے ہیں۔ وزرا کونسل کے تمام اجلاس وزیر اعظم کی صدارت میں ہوتے ہیں۔

(۴) محکموں کی تقسیم کے بعد مختلف محکموں میں تال میل قائم رکھنا، محکموں میں باہمی تعاون کو فروغ دینا اور محکموں کے کام کاج اور اہلیت کی نگرانی کی ذمے داری بھی وزیر اعظم کو نبھانی پڑتی ہے۔

(۵) بین الاقوامی سطح پر ملک کی ساکھ بلند کرنے کے لیے عالمی رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش کرنا، اعتماد بحال کرنا اور ناگہانی حالات میں آفت زدہ لوگوں کی حمایت میں کھڑے رہنا جیسے کام بھی وزیر اعظم انجام دیتے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

کیا آپ نے 'جمبو وزارت' کا نام سنا ہے؟

اس کے معنی ہوتے ہیں بہت بڑی وزرا کونسل۔ ہمارے ملک میں وزرا کونسل کی جسامت بڑی رکھنے کا رجحان تھا۔ وزرا کونسل کو محدود رکھنے کے لیے آئین میں ضروری ترمیم کی گئی۔ اس کے مطابق یہ طے پایا کہ وزرا کونسل کی تعداد لوک سبھا کے کل ارکان کی تعداد کے ۱۵ فیصد سے زیادہ نہیں ہوگی۔

وزرا کونسل کی ذمے داریاں

(۱) پارلیمانی طرزِ حکومت میں وزرا کونسل قانون سازی کے لیے پہل کرتی ہے۔ اس کا مسودہ تیار کر کے اس پر مباحثہ کراتی ہے اور پھر اسے پارلیمنٹ کے ایوان میں پیش کیا جاتا ہے۔ وزرا کونسل تمام اہم مسائل پر بحث و مباحثے کے بعد فیصلہ کرتی ہے۔

(۲) تعلیم، زراعت، صنعتیں، صحت اور خارجہ معاملات جیسے بہت سارے موضوعات پر وزرا کونسل کو ایک مقررہ حکمتِ عملی یا کام کرنے کی سمت طے کرنا ہوتی ہے۔ وزرا کونسل کی طے کردہ پالیسیوں کے لیے پارلیمنٹ کو اعتماد میں لینا لازمی ہوتا ہے جس کی وجہ سے وزرا اپنے اپنے محکمے کی پالیسیاں پارلیمنٹ میں پیش کر کے ان پر بحث و مباحثے کے بعد پارلیمنٹ میں انھیں منظور کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۳) وزرا کونسل کی اہم ذمے داری پالیسیوں کو روبہ عمل لانا ہوتی ہے۔ پارلیمنٹ سے کسی پالیسی یا قانون کی تجویز کو منظوری مل جانے کے بعد وزرا کونسل ان پر عمل کرتی ہے۔

وزرا کونسل پر پارلیمنٹ کس طرح نگرانی رکھتی ہے؟

پارلیمانی طرزِ حکومت میں پارلیمنٹ وزرا کونسل پر قابو رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ پالیسی یا قانون سازی، اس پر عمل آوری اور اس کے بعد کے دور میں بھی وزرا کونسل پارلیمنٹ کے زیرِ نگرانی ہوتی ہے۔ یہ نگرانی درج ذیل طریقوں سے ہوتی ہے۔

(۱) بحث و مباحثہ اور تبادلۂ خیال : قانون تیار کرنے کے دوران اراکینِ پارلیمنٹ بحث و مباحثہ اور تبادلۂ خیال کے ذریعے پالیسیوں یا قانون میں موجود خامیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ قانون کو خامیوں سے پاک رکھنے کے لیے یہ بحث و مباحثہ اہم ثابت ہوتا ہے۔

(۲) سوال جواب : پارلیمنٹ کے اجلاس کے دوران کام کاج کی ابتدا اراکینِ پارلیمان کے ذریعے پوچھے گئے سوالوں سے ہوتی ہے۔ متعلقہ وزیر کو ان سوالوں کے اطمینان بخش جواب دینا ہوتے ہیں۔ 'سوال جواب' وزرا کونسل پر قابو اور نگرانی رکھنے کا انتہائی مؤثر طریقہ ہے۔ اس درمیان حکومت پر تنقید کرنے اور مختلف مسائل پر سوالات پیش کرنے کا کام بھی ہوتا

ہے۔ وزیر کے جواب سے اطمینان نہ ہونے کی صورت میں اختلاف پیدا ہوسکتا ہے۔ اپنا اختلاف درج کراتے وقت کبھی کبھی ارکانِ پارلیمان ایوان سے باہر نکل جاتے ہیں یا پھر نعرے بازی کرتے ہوئے ایوان کے بیچوں بیچ جمع ہوجاتے ہیں۔

(۳) وقفۂ صفر : اجلاس کے دوران دوپہر بارہ بجے کا وقت وقفۂ صفر کہلاتا ہے۔ اس درمیان عوامی اعتبار سے کسی بھی اہم مسئلے پر بحث ومباحثہ کروایا جاتا ہے۔

(۴) تحریکِ عدم اعتماد : تحریکِ عدم اعتماد وزرا کونسل پر قابو رکھنے کا مؤثر طریقہ ہے۔ جب تک لوک سبھا میں اکثریت ہوتی ہے تب تک ہی حکومت کام کرسکتی ہے۔ ارکانِ پارلیمان کے ذریعے اکثریت واپس لے لینے کی صورت میں حکومت یا وزرا کونسل برسر اقتدار نہیں رہ سکتی۔ ''ہمیں وزرا کونسل پر اعتماد نہیں'' یہ کہہ کر ارکانِ پارلیمان عدم اعتماد کی تحریک پیش کرسکتے ہیں۔ تحریکِ عدم اعتماد منظور ہوجانے کی صورت میں وزرا کونسل کو استعفیٰ دینا پڑتا ہے۔

بتائیے تو بھلا!

بحث و مباحثے میں مؤثر شمولیت کے لیے ارکانِ پارلیمنٹ کو کیا کرنا چاہیے؟

مجلسِ عاملہ کے زیرِ انصرام ایک بڑی نوکرشاہی ہوتی ہے۔ چھٹے سبق میں ہم نوکرشاہی کی تشکیل کا مطالعہ کریں گے۔

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کرکے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

۱۔ بھارت کا عملی اقتدار.................. کے پاس ہوتا ہے۔
(صدر جمہوریہ ، وزیراعظم ، گورنر)

۲۔ صدر جمہوریہ کی مدتِ کار.................. سال ہوتی ہے۔
(تین ، چار ، پانچ)

۳۔ وزرا کونسل کی قیادت .... کرتا ہے۔
(پارٹی کا سربراہ ، وزیراعظم ، صدر جمہوریہ)

(۲) پہچانیے اور لکھیے۔

۱۔ بھارت کی جس مجلس میں صدر جمہوریہ، وزیراعظم اور وزرا کونسل کی شمولیت ہوتی ہے وہ مجلس -

۲۔ اجلاس کے دوران دوپہر بارہ بجے کا وقت اس نام سے پہچانا جاتا ہے -

(۳) درج ذیل تصورات کی وضاحت اپنے الفاظ میں لکھیے۔

۱۔ مواخذے کا عمل ۲۔ تحریکِ عدم اعتماد

۳۔ جمبو وزارت

(۴) درج ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ وزرا کونسل کے کاموں کی وضاحت کیجیے۔

۲۔ پارلیمنٹ وزرا کونسل پر کس طرح قابو رکھتی ہے؟

(۵) درج ذیل تصوّراتی خاکہ مکمل کیجیے۔

سرگرمی

۱۔ اگر آپ وزیراعظم بن جائیں تو کن کاموں کو ترجیح دیں گے؟ ان کاموں کی ترجیحی فہرست بنا کر اپنی جماعت میں پیش کیجیے۔

۲۔ بھارت کے تمام صدور کی تصاویر اور معلومات حاصل کیجیے۔

A66BVV

قانون ساز مجلس اور مجلسِ عاملہ کے ساتھ ساتھ عدلیہ بھی حکومتی نظام کا ایک اہم حصہ ہے۔ قانون سازی کا کام قانون ساز مجلس کرتی ہے، مجلسِ عاملہ ان پر عمل درآمد کرتی ہے اور انصاف دینے کا کام عدلیہ کرتی ہے۔ اس سبق میں ہم یہ دیکھیں گے کہ عدلیہ انصاف کس طرح فراہم کرتی ہے اور اس کی وجہ سے سماج سے ناانصافی کا خاتمہ ہوکر سماجی استحکام کیسے پیدا ہوتا ہے۔ آیئے، اس سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ انصاف کرنے کی ضرورت کیوں ہوتی ہے۔

انسانوں کے خیالات، رائے، نظریات، فہم، عقائد، ثقافت وغیرہ میں تنوع پایا جاتا ہے۔ اگر رواداری سے کام لیا جائے تو آپسی ٹکراؤ کی صورت پیدا نہیں ہوتی لیکن اختلافِ رائے میں شدت آجائے تو ٹکراؤ کی نوبت آجاتی ہے جسے غیر جانبدارانہ طریقے سے قانون کے ذریعے نپٹائے جانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس مقصد کے تحت عدلیہ جیسے غیر جانبدارانہ نظام کی ضرورت ہوتی ہے۔

- افراد اور حکومتی اداروں کے درمیان بھی مفادات کے تعلق سے ٹکراؤ پیدا ہوسکتا ہے۔ حکومت کا کوئی فیصلہ یا کوئی قانون عوام کو ناانصافی محسوس ہوسکتا ہے اور اس کے خلاف عدلیہ سے انصاف کی درخواست کی جاسکتی ہے۔
- جس طرح حکومت آئین میں درج سماجی انصاف اور مساوات کے مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں رہتی ہے اسی طرح عدلیہ بھی کچھ مقدمات کے فیصلوں کے ذریعے یا سرگرم موقف اختیار کرکے حکومت کی حمایت کرسکتی ہے۔ عدلیہ سماج کے کمزور طبقات، خواتین، بچوں، معذورین اور مخنّثوں (transgender) وغیرہ جیسے سماجی طبقات کو مرکزی دھارے میں شامل ہونے کے لیے تعاون کرسکتا ہے۔
- جب عام انسانوں کو آزادی، مساوات، انصاف اور جمہوریت کے فوائد حاصل ہوتے ہیں تب جمہوریت کی وسعت اور گہرائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ جمہوریت کو مضبوط کرنے کے لیے یہ امر نہایت ضروری ہے۔
- عدلیہ کی وجہ سے قانون کی بالادستی قائم رہتی ہے۔ انصاف رسانی کی وجہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قانون غریب، امیر، ترقی یافتہ - غیر ترقی یافتہ، مرد و زن سب کے لیے برابر ہے۔
- انصاف رسانی کی وجہ سے عوام کے حقوق بھی محفوظ رہتے ہیں۔ قانون کی روشنی میں تنازعات حل ہوتے ہیں اور کسی بھی گروہ یا فرد کی زبردستی یا آمریت کے فروغ کا راستہ بند ہوجاتا ہے۔

عدلیہ کی تشکیل : بھارت ایک وفاقی ملک ہے۔ مرکزی حکومت اور وفاقی ریاستوں کی آزادانہ قانون ساز مجلس اور مجلسِ عاملہ ہے لیکن عدلیہ پورے ملک کے لیے ایک ہی ہے۔ اس میں مرکزی یا ریاستی تقسیم نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بھارت کی عدلیہ مرکوز نوعیت کی ہے۔ عدلیہ کی اعلیٰ ترین سطح پر سپریم کورٹ ہے اور سپریم کورٹ کے ماتحت ہائی کورٹس ہیں۔ ہائی کورٹ کے ماتحت ضلعی عدالتیں اور ان کے بعد درجۂ دوم کی عدالتیں ہیں۔ اس طرح بھارت میں عدلیہ کی تشکیل کی گئی ہے۔

سپریم کورٹ (عدالتِ عظمٰی) : بھارت کے چیف جسٹس سپریم کورٹ کے سربراہ ہوتے ہیں۔ چیف جسٹس اور دیگر ججوں کا تقرر صدر جمہوریہ کرتے ہیں۔ سپریم کورٹ کے سب سے سینئر جج کو 'چیف جسٹس' کے عہدے کے لیے نامزد کرنے کی روایت ہے۔

انصاف رسانی کا عمل کسی دباؤ کے تحت نہیں ہونا چاہیے۔ جج انصاف رسانی کا کام بےخوفی کے ساتھ انجام دے سکیں اس لیے عدلیہ کو آزاد رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس مقصد کے تحت آئین نے درج ذیل گنجائش فراہم کی ہے۔

- ججوں کی اہلیت کی شرائط آئین نے واضح کردی ہیں۔

بھارت کی عدالتِ عظمیٰ (سپریم کورٹ) - نئی دلی

تصور یہ ہے کہ کسی تنازعے کو عدالت تک لے جایا جائے تو عدالت اس کا حل نکالتی ہے۔ گزشتہ چند دہائیوں میں عدالت کے اس تصور میں تبدیلیاں آئی ہیں اور عدالتیں فعال ہوگئی ہیں یعنی عدالت آئین میں درج انصاف اور مساوات کے مقاصد کی تکمیل کے لیے پیش قدمی کرنے لگی ہے۔ سماج کے کمزور طبقات، خواتین، ادی واسی، مزدور، کسان اور بچوں وغیرہ کو تحفظ فراہم کرنے کا کام بھی عدالتوں نے کیا ہے۔ اس مقصد کے تحت مفادِ عامہ کی درخواستیں (پٹیشن) نہایت اہمیت کی حامل ثابت ہوئی ہیں۔

سپریم کورٹ کی ذمہ داریاں

* وفاقی حکومت کی عدالت کے طور پر مرکزی حکومت اور ریاستی حکومت، ریاستی حکومت اور ریاستی حکومت کے درمیان ہونے والے تنازعات حل کرنا۔
* شہریوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرنا اور اس سے متعلق احکامات جاری کرنا۔
* زیریں عدالتوں کے فیصلوں پر نظر ثانی کرنا، اپنے ہی دیے ہوئے فیصلوں پر نظر ثانی کرنا۔
* عوامی اہمیت کے حامل مسائل کی قانونی صورتِ حال کو سمجھنے کے لیے صدر جمہوریہ کو بصورتِ طلب مشورے دینا۔

بتائیے تو بھلا!

صدر جمہوریہ کسی اہم عوامی مسئلے کے بارے میں سپریم کورٹ کا مشورہ کیوں طلب کرتے ہیں؟

قانون کے ماہر اور ہائی کورٹ میں منصفی کا تجربہ یا وکالت کا تجربہ رکھنے والے شخص کو اہل مانا جاتا ہے۔

- ججوں کا تقرر صدر جمہوریہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے سیاسی دباؤ کا دخل نہیں ہوتا۔
- ججوں کو خدماتی ضمانت حاصل ہوتی ہے۔ معمولی وجوہات یا سیاسی مقاصد کے تحت انھیں عہدے سے برخاست نہیں کیا جاسکتا۔ سپریم کورٹ کے جج عمر کے ۶۵ ویں سال اور ہائی کورٹ کے جج عمر کے ۶۲ ویں سال میں سبکدوش ہوتے ہیں۔
- ججوں کی تنخواہ بھارت کے دفتر محاسبی سے ادا کی جاتی ہے۔ اس پر پارلیمنٹ میں بحث نہیں ہوتی۔
- ججوں کی سرگرمیوں اور ان کے فیصلوں پر ذاتی تنقید نہیں کی جاسکتی۔ عدالت کی توہین کرنا ایک جرم ہے جس کی سزا مقرر ہے۔ ان شقوں کی وجہ سے ججوں کو غیر ضروری تنقید سے تحفظ تو حاصل ہوتا ہی ہے اس کے علاوہ عدلیہ کی آزادی بھی متاثر نہیں ہوتی۔
- پارلیمنٹ ججوں کے رویے پر بحث نہیں کرسکتی لیکن اسے ججوں کو عہدے سے برخاست کرنے اور ان کے خلاف مواخذہ کی کارروائی کا حق حاصل ہے۔

عدلیہ کی فعالیت : عدالت کے بارے میں روایتی

عبارت پڑھیے اور لکھیے۔

عدالتی نظرِ ثانی : سپریم کورٹ کی ایک اہم ذمہ داری آئین کی حفاظت کرنا ہے۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ آئین ملک کا بنیادی قانون ہوتا ہے۔ دستور کی خلاف ورزی یا اس کے منافی کوئی قانون پارلیمنٹ پاس نہیں کرسکتی۔ مجلسِ عاملہ کی ہر پالیسی اور عمل دستور سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ پارلیمنٹ کا کوئی قانون یا مجلسِ عاملہ کا کوئی عمل اگر آئین کی کسی شق سے ٹکراتا ہے تو عدالت اسے غیر قانونی ٹھہراتے ہوئے منسوخ کردیتی ہے۔ عدالت کے اس اختیار کو 'نظرِ ثانی کا اختیار' کہا جاتا ہے۔

یہ مثال دیکھیے۔

انتخابات میں حصہ لینے والے اُمیدواروں کو عدالت نے اپنی ملکیت اور جائداد، تعلیمی لیاقت، آمدنی وغیرہ کے بارے میں حلف نامہ داخل کرنے کے لیے کہا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ رائے دہندگان اُمیدوار کی صحیح معلومات کی بنیاد پر مناسب اُمیدوار کے حق میں رائے دہی کرسکیں۔ کیا یہ ہمارے انتخابی عمل کو شفاف بنانے کی کوشش نہیں ہے؟ کیا اس حوالے سے عدالت نے مزید کوئی احکام جاری کیے ہیں؟ اس کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے۔

مفادِ عامہ کی درخواست سے مراد عوامی مسائل کے حل کے لیے کوشاں شہری، سماجی تنظیم یا غیر سرکاری تنظیم نے عوام کی جانب سے عدالت میں دائر کردہ درخواست۔ عدالت اس درخواست پر غور وفکر کے بعد اپنا فیصلہ سناتی ہے۔

ہائی کورٹ (عدالتِ عالیہ) : بھارت کے آئین میں ہر وفاقی ریاست کے لیے ایک ہائی کورٹ قائم کرنے کا اختیار پارلیمنٹ کو دیا گیا ہے۔ فی الحال ہمارے ملک میں ۲۴/ ہائی کورٹس ہیں۔

ہائی کورٹ میں ایک چیف جسٹس اور دیگر چند جج ہوتے ہیں۔

ہائی کورٹ کے تمام ججوں کا تقرر صدرِ جمہوریہ کرتے ہیں۔

عمل کیجیے۔

ممبئی ہائی کورٹ دو ریاستوں مہاراشٹر اور گوا نیز دادرا اور نگر حویلی اور دیو-دمن مرکز کے زیرِ انتظام علاقوں کے لیے ہے۔ ایک سے زائد ریاستوں کے لیے ایک ہی ہائی کورٹ کی مزید دو مثالیں تلاش کیجیے۔

ہائی کورٹ کی ذمہ داریاں

* اپنے دائرۂ اختیار میں آنے والی ثانوی عدالتوں کی نگرانی اور دیکھ بھال کا اختیار۔
* بنیادی حقوق کے تحفظ کے لیے احکامات دینے کا اختیار۔
* ضلعی عدالتوں کے ججوں کا تقرر کرتے وقت گورنر ہائی کورٹ کا مشورہ لیتے ہیں۔

ضلعی اور ثانوی عدالتیں : جن عدالتی اداروں سے عوام کا ہمیشہ سابقہ پڑتا ہے وہ ضلع اور تعلقہ سطح کی عدالتیں ہوتی ہیں۔ ہر ضلعی عدالت میں ایک ضلع جج ہوتا ہے۔

بھارت میں قانونی نظام کی دو شاخیں : بھارت میں دیوانی طرزِ قانون کی دو شاخیں ہیں۔

(۱) دیوانی قانون

(۲) فوجداری (کریمنل) قانون

دیوانی قانون : فرد کے حقوق کے منافی تنازعات اس قانون کے دائرے میں آتے ہیں۔ مثلاً زمین سے متعلق تنازعہ،

کرایہ معاہدہ، طلاق وغیرہ۔ متعلقہ عدالت میں پٹیشن دائر کرنے پر عدالت اس پر فیصلہ دیتی ہے۔

فوجداری قانون : سنگین نوعیت کے جرائم کا فیصلہ فوجداری قانون کے تحت کیا جاتا ہے۔ مثلاً چوری، نقب زنی، جہیز کے لیے ایذا رسانی، قتل وغیرہ۔ ان جرائم کے بارے میں پہلے پولس کے پاس اطلاعِ اوّل روداد (ایف آئی آر) درج کی جاتی ہے۔ پولس اس کی تفتیش کرتی ہے جس کے بعد عدالت میں مقدمہ دائر ہوتا ہے۔ جرم ثابت ہوجانے پر سزا کی نوعیت بھی سنگین ہوتی ہے۔

بھارت کی ترقی میں عدلیہ کا اہم کردار ہے۔ عام انسان کے دل میں بھی عدالت کے تئیں احترام اور بھروسا ہے۔ بھارت کی عدلیہ نے شخصی آزادی، وفاقی ریاستوں اور آئین کو تحفظ فراہم کیا ہے۔ بھارت میں جمہوریت کو مضبوط کرنے میں عدلیہ کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کر کے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

۱۔ قانون بنانے کا کام .... انجام دیتی ہے۔

(الف) قانون ساز مجلس (ب) وزرا کونسل/کابینہ

(ج) عدلیہ (د) مجلسِ عاملہ

۲۔ سپریم کورٹ کے ججوں کا تقرر .... کرتے ہیں۔

(الف) وزیرِاعظم (ب) صدر جمہوریہ

(ج) وزیر داخلہ (د) چیف جسٹس

(۲) درج ذیل اصطلاحات/تصورات کو واضح کیجیے۔

۱۔ عدالتی نظرِ ثانی

۲۔ مفادِ عامہ کی درخواست

(۳) نوٹ لکھیے۔

۱۔ دیوانی اور فوجداری قانون

۲۔ عدالتی فعالیت

(۴) درج ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ سماج میں قانون کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟

۲۔ سپریم کورٹ کی ذمے داریوں کی وضاحت کیجیے۔

۳۔ بھارت میں عدلیہ کو آزاد رکھنے کے لیے کون سی شقیں موجود ہیں؟

(۵) خاکہ مکمل کیجیے۔

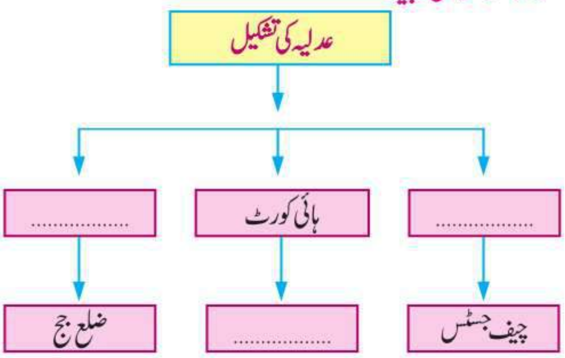

سرگرمی

۱۔ اپنے اسکول میں 'تمثیلی عدالت' کا انعقاد کر کے مفادِ عامہ کی درخواست تیار کیجیے اور تمثیلی عدالت میں سوال کیجیے۔

۲۔ قریبی پولس اسٹیشن کا دورہ کر کے اپنے استاد کی مدد سے اطلاعِ اوّل روداد (FIR) درج کرنے کے عمل کو سمجھیے۔

A6F7XI

۵۔ ریاستی حکومت

گزشتہ اسباق میں ہم نے وفاقی حکومت کی پارلیمنٹ اور مجلسِ عاملہ کی نوعیت کو سمجھا ہے۔ ہم نے بھارت کے نظامِ عدل کا بھی تعارف حاصل کرلیا۔ اس سبق میں ہم ریاستوں اور ریاستی حکومت کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔

وفاقی نظامِ حکومت میں حکومتی ادارہ دو سطحوں پر کارکرد ہوتا ہے؛ قومی سطح پر وفاقی حکومت اور علاقائی سطح پر ریاستی حکومت کام کرتی ہے۔ بھارت میں ۲۹/ ریاستیں ہیں جن کا کام کاج اس ریاست کی حکومت سنبھالتی ہے۔

پس منظر : بھارت جغرافیائی اعتبار سے ایک بڑا ملک ہے اور یہ ایک کثیر آبادی والا ملک ہے۔ بھارت میں زبان، مذہب، رسم و رواج اور علاقوں کے لحاظ سے رنگارنگی پائی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے ایک ہی مرکزی مقام سے حکومتی کام کاج چلانا سہولت بخش نہیں ہوسکتا۔ اسی بات کے پیشِ نظر آئین نے ہمارے ملک کے لیے وفاقی طرزِ حکومت اختیار کیا۔ وفاقی ریاستوں کی تشکیل لسانی بنیادوں پر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اسی کے مطابق لسانی بنیادوں پر ریاستوں کی تشکیل کی گئی۔

بھارت کی تمام وفاقی ریاستوں کے طرزِ حکومت کی نوعیت ایک جیسی ہے۔ جموں اور کشمیر کو استثنیٰ حاصل ہے۔ آیئے، ہم مہاراشٹر کے حوالے سے وفاقی ریاستوں میں حکومتی اداروں کی نوعیت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

بھارت میں اگرچہ ۲۹/ وفاقی ریاستیں ہیں لیکن ودھان سبھا کی تعداد ۳۱ ہے کیونکہ دہلی اور پدوچیری جیسی مرکز کے زیرِ انتظام ریاستوں میں ودھان سبھا موجود ہے۔

ریاستی حکومت کی قانون ساز مجلس : مرکزی سطح پر پارلیمنٹ کی طرز پر ریاستی حکومتوں کی سطح پر ہر ریاست میں قانون ساز مجلس موجود ہے۔ صرف سات ریاستیں ایسی ہیں جہاں قانون ساز مجلس دو ایوانی ہے۔ ان میں مہاراشٹر کا شمار ہوتا ہے۔ قانون ساز مجلس کے ارکان کو رکن اسمبلی کہا جاتا ہے۔

مہاراشٹر کی قانون ساز مجلس : مہاراشٹر میں دو ایوان ودھان سبھا اور ودھان پریشد ہیں۔

ودھان بھون، ممبئی

ودھان سبھا : ودھان سبھا مہاراشٹر کی قانون ساز مجلس کا پہلا ایوان ہے جس کے ارکان کی تعداد ۲۸۸ ہے۔ اینگلو انڈین سماج کی خاطر خواہ نمائندگی نہ ہونے پر گورنر اس سماج کے ایک نمائندے کو ودھان سبھا کے لیے نامزد کرتا ہے۔ درج فہرست ذاتوں اور جماعتوں (قبائل) کے لیے کچھ نشستیں محفوظ رکھی جاتی ہیں۔ انتخابات کے لیے پورے مہاراشٹر کو انتخابی حلقوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ہر حلقۂ انتخاب سے ایک نمائندہ منتخب کیا جاتا ہے۔

ودھان سبھا کی مدتِ کار پانچ سال ہوتی ہے۔ استثنائی حالات میں ودھان سبھا کے انتخابات مدت سے قبل بھی ہو سکتے ہیں۔

مہاراشٹر میں مقیم ۲۵/ سال عمر کا کوئی بھی بھارتی شہری ودھان سبھا کے لیے انتخاب میں بحیثیت اُمیدوار کھڑا ہوسکتا ہے۔

وِدھان سبھا کا صدر (اسپیکر) : وِدھان سبھا کا کام کاج صدر (اسپیکر) کی رہنمائی میں چلتا ہے۔ انتخابات کے بعد وجود میں آنے والی ودھان سبھا کے ارکان اپنے ہی درمیان سے کسی ایک رکن کو صدر اور دوسرے کو نائب صدر کی حیثیت سے منتخب کرتے ہیں۔ ودھان سبھا کا کام کاج باقاعدگی اور نظم وضبط کے ساتھ چلانے کے لیے 'پروگرام کا خاکہ' تیار کرنے سے لے کر غیر پارلیمانی رویہ اختیار کرنے والے ارکان کو برخاست کرنے تک کے سارے کام صدر کو کرنا پڑتے ہیں۔ صدر کی غیر موجودگی میں یہ ذمے داریاں نائب صدر ادا کرتا ہے۔

ایک سال میں مہاراشٹر کی قانون ساز مجلس کے کم از کم تین اجلاس منعقد ہوتے ہیں؛ بجٹ اجلاس اور مانسون اجلاس ممبئی میں اور سرمائی اجلاس ناگپور میں۔

مہاراشٹر کی وِدھان پریشد : ودھان پریشد قانون ساز مجلس کا دوسرا ایوان ہے جس کے ارکان کا انتخاب براہِ راست نہیں ہوتا۔ یہ ارکان سماج کے مختلف طبقات سے منتخب کیے جاتے ہیں۔ مہاراشٹر ودھان پریشد کے ارکان کی تعداد ۷۸ ہے۔ ان میں فنون، ادب، سائنس اور سماجی خدمات کے شعبوں سے ماہرین کو گورنر نامزد کرتا ہے جبکہ بقیہ نمائندے ودھان سبھا، مقامی حکومتی ادارے، معلم حلقۂ انتخاب، گریجویٹ حلقۂ انتخاب سے منتخب کیے جاتے ہیں۔

ودھان پریشد مکمل طور پر برخاست نہیں ہوتی۔ اس کے ارکان کی متعینہ تعداد ہر دو سال بعد سبکدوش ہوجاتی ہے۔ ان خالی جگہوں کو انتخابات کے بعد دوبارہ پُر کیا جاتا ہے۔ ودھان پریشد کا کام کاج ودھان پریشد کے سبھاپتی (چیئرمین) کے زیر انصرام اور رہنمائی میں چلتا ہے۔ سبھاپتی کی غیر موجودگی میں نائب سبھاپتی یہ ذمہ داری نبھاتا ہے۔

مہاراشٹر کی مجلسِ عاملہ : مہاراشٹر کی مجلسِ عاملہ میں گورنر، وزیراعلیٰ اور وزارتی کونسل (کابینہ) کا شمار ہوتا ہے۔

گورنر : جس طرح مرکزی سطح پر صدرِ مملکت برائے نام سربراہ ہوتا ہے اسی طرح ریاستی سطح پر گورنر برائے نام سربراہ ہوتا ہے۔

گورنر کو صدر مملکت نامزد کرتے ہیں اور وہ جب تک چاہیں گورنر اپنے عہدے پر قائم رہ سکتا ہے۔ گورنر کو بھی قانون سے متعلق کچھ اہم اختیارات حاصل ہیں۔ مثلاً ودھان سبھا اور ودھان پریشد کے ذریعے منظور کیے گئے مسودے (بل) گورنر کی دستخط کے بعد ہی قانون بن پاتے ہیں۔ گورنر کو قانون ساز مجلس کا اجلاس بلانے کا اختیار ہوتا ہے۔ قانون ساز مجلس کا اجلاس جاری نہ ہو تو کوئی قانون بنانے کی ضرورت پیش آئے تو گورنر اس طرح کا آرڈیننس (حکم) جاری کرسکتا ہے۔

وزیراعلیٰ اور وزارتی کونسل (کابینہ) : ودھان سبھا میں جس پارٹی کو اکثریت حاصل ہوتی ہے اس پارٹی کا رہنما وزیراعلیٰ کے طور پر منتخب ہوتا ہے۔ وزیراعلیٰ اپنے قابلِ اعتبار ساتھیوں کو کابینہ میں شامل کرتا ہے۔ وزیراعظم کی طرح ہی وزیراعلیٰ بااختیار سربراہ ہوتا ہے۔ ریاست کا تمام حکومتی کام کاج گورنر کے نام سے چلتا ہے لیکن عملی طور پر پورا کام کاج وزیراعلیٰ انجام دیتا ہے۔

وزیراعلیٰ کی ذمہ داریاں

کابینہ کی تشکیل : اکثریت حاصل ہوجانے کے بعد وزیراعلیٰ کو سب سے پہلے اپنی وزارتی کونسل (کابینہ) تشکیل دینی ہوتی ہے۔ اس کام کو انجام دینا ایک چیلنج ہوتا ہے کیونکہ کابینہ کی تشکیل میں زیادہ سے زیادہ نمائندگی کے لیے علاقوں، مختلف سماجی طبقات (درج فہرست ذاتوں اور قبائل، دیگر پسماندہ طبقات، خواتین اور اقلیتوں) کو شامل کرنا ہوتا ہے۔ واضح اکثریت نہ ہونے کی صورت میں چند پارٹیاں آپس میں مل کر حکومت تشکیل دیتی ہیں۔ اس صورت میں تمام شریک پارٹیوں کو کابینہ میں جگہ دینے کا مشکل کام بھی وزیراعلیٰ کے ذمے ہوتا ہے۔

محکموں (قلمدانوں) کی تقسیم : کابینہ کی تشکیل کے بعد

وزیراعلیٰ کو منتخبہ وزرا میں محکمے تقسیم کرنے ہوتے ہیں۔ محکموں کی تقسیم کرتے وقت وزیروں کے سیاسی تجربے، انتظامی مہارت، عوامی رجحان سے ان کی واقفیت، قیادت جیسے امور کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔

محکموں کے مابین تال میل : وزیراعلیٰ اور اس کی کابینہ مجموعی طور پر ودھان سبھا کو جوابدہ ہوتی ہے۔ عمدہ کام کاج کی حتمی ذمہ داری وزیراعلیٰ پر ہوتی ہے۔ اگر مختلف محکموں میں آپسی تعاون اور تال میل نہ ہو تو اس کا اثر حکومت کی کارکردگی پر ہوتا ہے۔ لہٰذا وزیراعلیٰ مختلف محکموں کے درمیان تنازعات حل کر کے تمام محکموں کے ایک ہی سمت میں کام کرنے کو یقینی بناتا ہے۔

ریاست کی قیادت : جس طرح وزیراعظم ملک کی قیادت کرتا ہے اسی طرح وزیراعلیٰ ریاست کی قیادت کرتا ہے۔ اپنی ریاست کے عوام کے مفاد، ان کے مسائل اور مشکلات کے پیش نظر وزیراعلیٰ اپنی حکومت کی پالیسیاں تیار کرتا ہے۔ ریاست کے عوام وزیراعلیٰ کو اپنے مسائل حل کرنے والے شخص کے طور پر دیکھتے ہیں۔ ریاست کے مسائل پر توجہ دے کر حکومت کی جانب سے مناسب اقدامات کا تیقن اگر وزیراعلیٰ کی جانب سے مل جائے تو عوام کو تسلی ہو جاتی ہے۔

ریاست مہاراشٹر بھارت کی ترقی پذیر ریاست ہے۔ تعلیم، صنعتوں، خدماتی شعبوں، طبّی خدمات اور سماجی تحفظ وغیرہ کے معاملات میں یہ ریاست سرفہرست ہے۔ دہشت گردانہ کارروائیاں اور نکسل وادی تحریک ہماری ریاست کو درپیش دو بڑے چیلنج ہیں۔

مشق

(۱) صحیح متبادل کا انتخاب کر کے بیانات کو دوبارہ لکھیے۔

۱۔ مہاراشٹر قانون ساز مجلس کا سرمائی اجلاس .... میں منعقد ہوتا ہے۔

(الف) ممبئی (ب) ناگپور
(ج) پونہ (د) اورنگ آباد

۲۔ گورنر کی نامزدگی .... کی جانب سے ہوتی ہے۔

(الف) وزیراعلیٰ (ب) وزیراعظم
(ج) صدرِ جمہوریہ (د) چیف جسٹس

۳۔ ریاستی قانون ساز مجلس کے اجلاس بلانے کا اختیار .... کو ہوتا ہے۔

(الف) وزیراعلیٰ (ب) گورنر
(ج) صدرِ جمہوریہ (د) سبھاپتی

(۲) جدول مکمل کیجیے۔

نمبر شمار	ایوان	مدتِ کار	ارکان کی تعداد	انتخاب کی نوعیت	سربراہ
۱۔	ودھان سبھا				
۲۔	ودھان پریشد				

(۳) نوٹ لکھیے۔

۱۔ گورنر ۲۔ وزیراعلیٰ کی ذمہ داریاں

(۴) درج ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ ودھان سبھا کے صدر کے کاموں کی وضاحت کیجیے۔

۲۔ آئین نے بھارت کے لیے وفاقی طرزِ حکومت کیوں اختیار کیا؟

۳۔ محکموں کو تقسیم کرتے وقت وزیراعلیٰ کو کن امور کا خیال رکھنا پڑتا ہے؟

سرگرمی

مہاراشٹر حکومت کی مصدقہ ویب سائٹ پر جا کر مختلف وزرا اور ان کے محکموں کے کام کاج کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے۔

A6P3Z6

۶۔ نوکرشاہی

کلکٹر نے عوامی اجتماعات پر پابندی عائد کردی۔

میونسپل کمشنر نے تخمینہ پیش کیا۔

مالیات کے سکریٹری نے استعفیٰ دے دیا۔

علاقائی کمشنر محصول کا جائزہ لیں گے۔

درج بالا چوکون میں کلکٹر، میونسپل کمشنر، سکریٹری مالیات، علاقائی کمشنر جیسے چند عہدوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ عہدیدار حکومت کے انتظامی نظام کے گزیٹیڈ افسران ہوتے ہیں۔ آپ کے ذہن میں یہ سوال تو آیا ہی ہوگا کہ ان کی ذمے داریاں اور کام کیا ہوتے ہیں؟

مجلسِ عاملہ کا کردار واضح کرتے ہوئے ہم نے پڑھا ہی ہے کہ وزیرِاعظم اور ان کی کابینہ نئے قوانین کی تجویز/ خاکہ اور پالیسیاں تیار کرتے ہیں۔ حکومت کی پالیسیوں کو عملی شکل دینے والی اور مجلسِ عاملہ کے زیرِ انتظام کام کرنے والی ایک انتظامیہ ہوتی ہے جسے 'نوکرشاہی' کہا جاتا ہے۔ اس سبق میں ہم نوکرشاہی کی اہمیت کو سمجھیں گے۔

کسی بھی ملک کے حکومتی اداروں کو دو بنیادی قسم کے کام کرنے ہوتے ہیں:

۱) ملک کو بیرونی حملوں اور داخلی خطروں سے بچا کر شہریوں کی حفاظت کرنا۔

۲) شہریوں کو مختلف خدمات فراہم کرکے ان کی روزمرہ زندگی کو زیادہ سے زیادہ سہولت بخش بنانا تاکہ وہ اپنی اور ملک کی ترقی کرسکیں۔

ان میں سے پہلی قسم کے کام کے لیے دفاعی انتظامیہ تیار رہتا ہے۔ ان خدمات کے تحت حفاظت کے لیے شہری خدمات کی مدد کی جاتی ہے۔ ان خدمات کو ہم 'فوجی خدمات' کہتے ہیں۔ دوسری قسم کے کاموں کے لیے انتظامی نظام تیار کیا جاتا ہے جسے ہم 'انتظامی خدمات' (سوِل سروِسز) کہتے ہیں۔ انتظامی افسران کے اس بڑے نظام کو نوکرشاہی کہا جاتا ہے۔

پارلیمانی جمہوریت میں عوام کے منتخبہ نمائندوں اور وزرا پر انتظامی ذمے داری ہوتی ہے۔ حکومت کے کام مختلف محکموں کے ذریعے انجام پاتے ہیں۔ ہر محکمے کا ایک وزیر ہوتا ہے جو اس محکمے کا سیاسی سربراہ ہوتا ہے۔ عوام کے نمائندے کی حیثیت سے وزیر کو اپنے محکمے کا کام کاج عوامی مفادات کو ترجیح دے کر انجام دینا ہوتا ہے۔ وزیر اگر اپنے محکمے کے موضوع کا ماہر نہ ہو تب بھی اسے وسیع تر عوامی مفاد کا علم ہوتا ہی ہے۔ وزیر کے محکمے کے سکریٹری درکار مہارت یا مناسب مشورے دیتے ہیں۔ ان سکریٹریوں کا تقرر سوِل سروِسز کے زمرے سے کیا جاتا ہے۔ پارلیمانی طرزِ حکومت میں عوام کی خواہش اور انتظامی مہارت کے تال میل کا خیال رکھا جاتا ہے۔

نوکرشاہی کی نوعیت

- **مستقل نوعیت کا انتظامیہ :** نوکرشاہی ٹیکس وصول کرنے، ماحول کا تحفظ کرنے، قانون اور نظم ونسق برقرار رکھنے اور ہمیں سماجی تحفظ فراہم کرنے کا کام متواتر کرتی ہے کیونکہ یہ مستقل نوعیت کی حامل ہوتی ہے۔ ہر انتخاب کے بعد نئے وزیر اعظم اور وزرا کونسل اقتدار میں آسکتے ہیں لیکن ان کے ماتحت کام کرنے والی نوکرشاہی تبدیل نہیں ہوتی۔ یہ مستقل نوعیت کی ہوتی ہے۔

- **سیاسی اعتبار سے غیر جانبدار :** نوکرشاہی سیاسی اعتبار سے غیر جانبدار ہوتی ہے یعنی کسی بھی پارٹی کی حکومت

اقتدار میں آئے اس حکومت کی پالیسیوں پر عمل درآمد نوکر شاہی کو اسی مستعدی اور وفاداری کے ساتھ کرنا ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے انتظامی افسروں کو سیاسی موقف یا اپنے سیاسی نظریات کے مطابق کام نہیں کرنا چاہیے۔ کوئی پارٹی انتخابات ہارنے کے بعد اقتدار سے باہر ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ دوسری پارٹی کی حکومت اقتدار میں آتی ہے۔ سابقہ حکومت کی کچھ پالیسیوں کو نئی حکومت تبدیل کر سکتی ہے۔ ایسی صورت میں نوکر شاہی کو غیر جانبدار رہ کر اپنی ذمے داریاں نبھانی چاہئیں۔

- **غیر معروفیت/خفیہ :** غیر معروفیت/گمنامی/خفیہ یعنی کسی پالیسی کی کامیابی یا ناکامی کے لیے نوکر شاہی کو براہِ راست ذمہ دار نہ ٹھہراتے ہوئے اس کی شناخت گمنام رکھنا۔ اپنے محکمے کے کام کاج کو قابلیت کے ساتھ انجام دینا وزیر کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ کسی محکمے کے غیر مستعد کام کاج کے لیے بھی وزیر کو ہی ذمے دار ٹھہرایا جاتا ہے۔ انتظامی افسران پر براہِ راست تنقید نہیں ہوتی۔ پارلیمنٹ محکمے کی خراب کارکردگی کے لیے وزیر کو ہی ذمے دار قرار دیتی ہے۔ اس حوالے سے وزیر خود اس کی ذمے داری کو قبول کرتے ہیں اور نوکر شاہی کو تحفظ دیتے ہیں۔

بھارت میں نوکر شاہی کی اہمیت : بھارت کی نوکر شاہی کی تشکیل نہایت جامع اور پیچیدہ ہے۔ آزادی کے بعد سے جو اہم تبدیلیاں کی گئیں اس انتظامیہ نے ان پر نہایت مؤثر طریقے سے عمل آوری کی۔ آج ہمیں بہت سی اچھی تبدیلیاں دِکھائی دیتی ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نوکر شاہی نے ان پالیسیوں پر عمل آوری کے ذریعے انھیں عام شہریوں تک پہنچایا ہے۔ نوکر شاہی کی وجہ سے حکومتی نظام کو استحکام ملتا ہے۔ آب رسانی، عوامی صفائی، ٹریفک، صحت و تندرستی، زرعی اصلاحات، انسدادِ آلودگی جیسی کئی خدمات ہمیں تسلسل کے ساتھ فراہم ہوتی ہیں جس کی وجہ سے اجتماعی روزمرہ زندگی کو استحکام ملتا ہے۔

دوسرے یہ کہ نوکر شاہی بھی سماجی تبدیلی کا ذریعہ ہے۔ خواتین کو بااختیار بنانا، بچوں کی حفاظت، کمزور طبقات کے لیے اسکیمیں وغیرہ سے متعلق حکومت جو قانون وضع کرتی ہے اسے عمل میں لانے کا کام نوکر شاہی کرتی ہے۔ پالیسیوں پر عمل آوری کی وجہ سے سماجی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔

سماج کی جمہور کاری کے عمل میں بھی نوکر شاہی کا کردار اہم ہوتا ہے۔ محفوظ نشستوں کی پالیسی پر عمل کرنے کی وجہ سے کئی محروم سماجی طبقات مرکزی دھارے سے جڑ چکے ہیں۔ فیصلہ سازی کے عمل میں ان کی شمولیت بڑھ چکی ہے۔ اس کی وجہ سے جمہور کاری کے لیے جس طرح ترقی پذیر قوانین اور پالیسیوں کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح نوکر شاہی کی اہلیت اور مستعدی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

سِوِل سروسیز کی قسمیں : بھارتی سِوِل سرسیز کی تین اہم قسمیں ہیں۔

(۱) کل ہند خدمات : ان خدمات میں بھارتی انتظامی خدمات (IAS)، بھارتی پولس خدمات (IPS) اور خدمات برائے بھارتی جنگلات (IFS) کا شمار ہوتا ہے۔

(۲) مرکزی خدمات : یہ خدمات مرکزی حکومت کے دائرۂ اختیار میں ہوتی ہیں۔ ان خدمات میں بھارتی غیر ملکی خدمات (IFS)، بھارتی محصول خدمات (IRS) وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔

(۳) ریاستی خدمات : یہ خدمات ریاستی حکومت کے دائرۂ اختیار میں ہوتی ہیں۔ ڈپٹی کلکٹر، بلاک ڈیولپمنٹ آفیسر، تحصیل دار وغیرہ انتظامی افسران کا انتخاب مقابلہ جاتی امتحانات کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

معیار اور اہلیت کی بنیاد پر سول سرونٹس کے تقرر کے لیے بھارتی آئین نے پبلک سروس کمیشن جیسا خود مختار نظام تشکیل دیا ہے۔ یونین پبلک سروس کمیشن (UPSC) کل ہند خدمات اور مرکزی خدمات کے لیے امتحان لے کر اُمیدواروں کا انتخاب

کرتی ہے اور حکومت ان کا تقرر کرتی ہے۔ مہاراشٹر پبلک سروس کمیشن (MPSC) مقابلہ جاتی امتحانات کے ذریعے مہاراشٹر میں سِول سروسیز کے لیے اُمیدواروں کا انتخاب کرتی ہے اور حکومت سے ان کے تقرر کے لیے سفارش کرتی ہے۔

نوکرشاہی اور سِول سروسیز کے توسط سے بھی تمام سماجی طبقات کو مواقع فراہم کرنے کے لیے درج فہرست ذاتوں اور قبائل، خواتین، دیگر پسماندہ طبقات اور معذورین کے لیے محفوظ نشستیں رکھ کر انھیں بھی ان خدمات میں شامل ہونے کا موقع دیا گیا ہے۔ سماجی عدم مساوات کی وجہ سے کمزور طبقات سِول سروسیز میں مواقع سے محروم نہ رہ جائیں اس لیے یہ انتظام کیا گیا ہے۔

وزیر اور سِول سرونٹ : وزیر اور محکمے کے سِول سرونٹ یا سکریٹری اور نائب سکریٹری کے عہدے پر فائز افسر کے درمیان تال میل کی نوعیت پر متعلقہ محکمے کی کارکردگی کا انحصار ہوتا ہے۔ محکمے سے متعلق فیصلے وزیر لیتے ہیں لیکن فیصلہ لینے کے لیے درکار تمام معلومات سِول سرونٹ دیتے ہیں۔ معلومات پر سِول سرونٹ یعنی نوکرشاہی کو عبور حاصل ہوتا ہے۔ یہ ایک سِول سرونٹ ہی بتا سکتا ہے کہ کس اسکیم کے لیے کتنی مالی گنجائش ہے۔ پالیسیوں کی کامیابی یا ناکامی کی تاریخ سے بھی سِول سرونٹ واقف ہوتے ہیں۔ لہٰذا وزیر بڑی حد تک سِول سرونٹ پر انحصار کرتے ہیں۔ وزیر بھی اگر سِول سرونٹ سے اچھا ربط و ضبط رکھیں اور باہمی تعلقات میں اعتماد اور شفافیت ہو تو محکمے کا کام کاج عمدہ طریقے سے انجام پا سکتا ہے۔

مشق

(۱) درج ذیل بیانات صحیح ہیں یا غلط، پہچانیے اور غلط بیان صحیح کر کے دوبارہ لکھیے۔

۱۔ پارلیمانی جمہوریت میں عوام کے منتخبہ نمائندوں اور وزرا پر انتظام و انصرام کی ذمے داری ہوتی ہے۔

۲۔ یونین پبلک سروس کمیشن (UPSC) مہاراشٹر میں سِول سروسیز کے لیے مسابقتی امتحانات کے ذریعے اُمیدواروں کا انتخاب کرتی ہے۔

(۲) درج ذیل بیانات وجوہات کے ساتھ واضح کیجیے۔

۱۔ سِول سروسیز میں بھی محفوظ نشستوں کی پالیسی رکھی گئی ہے۔

۲۔ سِول سرونٹس کو سیاسی اعتبار سے غیر جانبدار رہنا ضروری ہوتا ہے۔

(۳) درج ذیل سوالوں کے ۲۵ تا ۳۰ الفاظ میں جواب لکھیے۔

۱۔ محکمے کے کام کاج کو اچھے ڈھنگ سے چلانے میں وزیر اور سِول سرونٹس کا کردار واضح کیجیے۔

۲۔ نوکرشاہی کی وجہ سے حکومتی نظام کس طرح مستحکم ہوتا ہے، واضح کیجیے۔

(۴) درج ذیل تصوّراتی خاکہ مکمل کیجیے۔

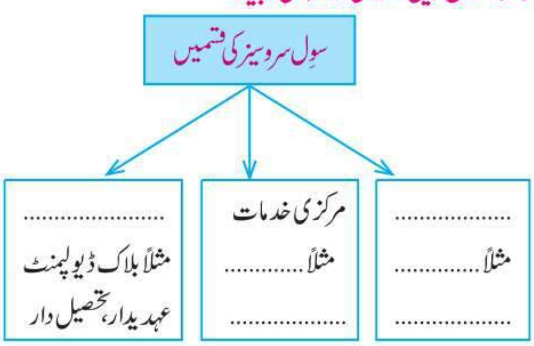

(۵) نوکرشاہی کی نوعیت واضح کیجیے۔

سرگرمی

اپنے آس پاس سِول سروسیز میں برسرکار کسی افسر سے انٹرویو کے لیے سوالنامہ تیار کیجیے اور انٹرویو لیجیے۔

A6XZ1T

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ۔

इतिहास व नागरिकशास्त्र इ.८वी (उर्दु माध्यम)

₹ 42.00